إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾

"ہم نے اس (ذوالقرنین) کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے۔" (القرآن)

حیاتِ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

اور یاجوج ماجوج

تالیف: نوید احمد ربانی

تحقیق و تخریج: عبداللہ صدیق حیدر

برٹش میوزیم میں محفوظ دارا کے پہاڑوں کی محکم چٹانوں پر منقش کتبے کا منظر

دنیا کے عظیم فاتح حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے سلسلہ فتوحات کا نقشہ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴

”(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے۔“

(سورۃ الکہف، آیت ۸۳ تا ۸۴)

Hayat-e-Hazrat Zulqarnain ؑ aur Yajooj Majooj
Naveed Ahmed Rabbani
Jhelum: Book Corner Showroom.
2013. 528p.
1. Biography - History of Islam
ISBN: 978-969-9396-37-3

اشاعت	:	مارچ 2013ء
نام کتاب	:	حیاتِ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور یاجوج ماجوج
تالیف	:	نوید احمد ربانی
تحقیق و تخریج	:	عبداللہ صدیق حیدر
نظر ثانی	:	شہزاد محمد خان
پروف ریڈنگ	:	شاہد حمید
پکچرز ایڈیٹنگ	:	گگن شاہد۔ امر شاہد
سرورق	:	ابو امامہ
مطبع	:	بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

"بک کارنر شوروم، جہلم" کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوتی ہیں ان کا مقصد قطعاً کسی کی دل آزاری یا کسی کو نشانہ بنانا نہیں بلکہ اشاعتی دُنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے نظریات سے متفق ہوں۔ اللہ ربّ العزت کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتاب کی تصنیف، پروف ریڈنگ، پکچرز ایڈیٹنگ، طباعت اور جلد بندی میں مکمل احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہرحال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو براہِ کرم مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی عمل میں لائی جا سکے۔ ادارہ بک کارنر جہلم کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کیلئے بے حد شکرگزار ہیں۔ (ناشر)
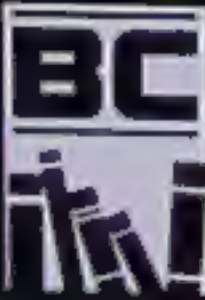
BC
Book Corner Showroom
Opposite Iqbal Library, Book Street, Jhelum, Pakistan
Ph: +92 (0544) 614977, 621953 - Mob: 0323-577931, 0321-5440882
http://www.bookcorner.com.pk - email: bookcornershowroom@gmail.com

سائرس اعظم

کورش کبیر جو سائرس اعظم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، قدیم ایران کا ایک عظیم بادشاہ تھا۔ اس نے ایران میں ہخامنشی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس کی قیادت میں ایران نے جنوب مغربی ایشیا، وسطی ایشیا، یورپ کے کچھ علاقے اور کوہ قاف فتح کیا۔ مغرب میں بحیرۂ روم اور دردِ دانیال سے لے کر مشرق میں دریائے سندھ تک کا علاقہ فتح کر کے سائرس نے اس وقت تک کی تاریخ کی عظیم ترین سلطنت قائم کی۔ سائرس کو یہودیت میں بھی احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ اس نے بابل فتح کر کے یہودیوں کو آزاد کرایا تھا جو اس وقت سلطنت بابل کے غلام تھے۔ اسی بادشاہ کے بارے میں یہ غالب گمان رکھا جاتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق یہی ہے۔

ایران کے شہر پاسارگار (Pasargadae) میں واقع سائرس اعظم کا مقبرہ
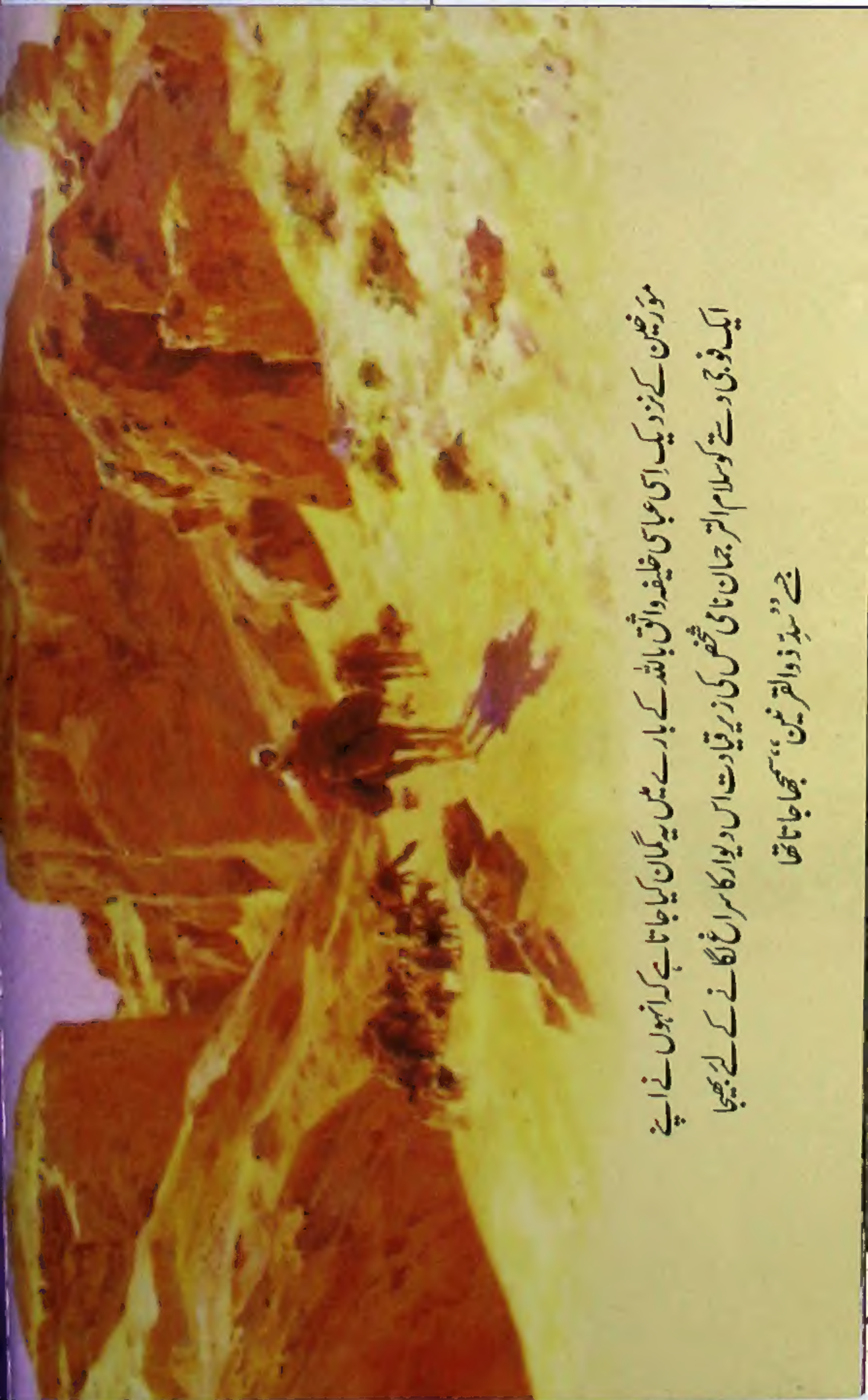
دیوار قفقاز

یہ وہی دیوار ہے جس کے متعلق متقدمین مفسرین اور دیگر مذہبی سکالرز کی ایک کثیر جماعت یہ رائے رکھتی ہے کہ یہی دیوار سد ذوالقرنین کی مصداق ہے لیکن حقیقت اسکے برعکس ہے۔

جبل قفقاز میں واقع درہ داریال کا منظر جہاں دیوار قفقاز تعمیر کی گئی

مؤرخین کے نزدیک اِسی عباسی خلیفہ واثق باللہ کے بارے میں یہ گمان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے
ایک فوجی دستے کو سلام الترجمان نامی شخص کی زیرِ قیادت اس دیوار کا سراغ لگانے کے لئے بھیجا
جسے "سدِّ ذوالقرنین" سمجھا جاتا تھا

عباسی خلیفہ واثق باللہ کے محل کا منظر

سلام الترجمان کے زیر قیادت دستے کا منظر

دیوارِ چین

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً دو سو سال قبل چین کے بادشاہ چن شی ہوانگ (Qin Shi Huang) نے اپنے ملک کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ کرنے کے لیے شمالی سرحد پر ایک دیوار بنانے کی خواہش کی۔ اس دیوار کی ابتدا چین اور منچوکو کی سرحد کے پاس سے کی گئی۔ چین کے دشمن اس زمانے میں ہن اور تاتار تھے جو وسط ایشیا میں کافی طاقتور سمجھے جاتے تھے۔ یہ دیوار خلیج لیاؤ تنگ سے منگولیا اور تبت کے سرحدی علاقے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً پندرہ سو میل ہے اور یہ بیس سے لے کر تیس فٹ تک اونچی ہے۔ چوڑائی نیچے سے پچیس فٹ اور اُوپر سے بارہ فٹ کے قریب ہے۔ ہر دو سو گز کے فاصلے پر پہریداروں کے لیے مضبوط پناہ گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ بعض اہل قلم کا یہ کہنا ہے کہ سدِ ذوالقرنین کی صفات اسی دیوار پر پوری اُترتی ہیں لیکن تاریخی حقائق اس کے برعکس نظر آتے ہیں۔

دیوارِ برلن

دوسری جنگِ عظیم میں جب جرمنی کو شکست ہوئی تو فاتح قوموں نے اس ملک پر کنٹرول قائم کرنے کی خاطر اس کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ شمالی علاقہ میں برطانیہ، وسطی علاقہ میں امریکہ، جنوبی علاقہ میں فرانس اور مشرقی علاقہ میں روس نے قبضہ جمالیا۔ برلن شہر کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو کسی بھی علاقہ میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ اس کو چار سیکٹروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ 1948ء میں تینوں مغربی طاقتوں اور رُوس کے درمیان اختلافات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ 1949ء میں تینوں مغربی حصوں پر ملک مغربی جرمنی اور رُوسی حصہ پر مشتمل مشرقی جرمنی وجود میں آ گئے اس طرح برلن شہر کے تینوں مغربی حصے مغربی برلن اور روسی سیکٹر مشرقی برلن کہلانے لگا۔ ابتداء میں تو برلن کے دونوں حصوں میں کوئی دیوار نہیں تھی چنانچہ جب 35 لاکھ لوگ مشرق سے مغرب منتقل ہو گئے تو بارڈر کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ آخر کار 13 اگست 1961ء مغربی برلن کے چاروں طرف مشرقی جرمنی کے علاقے میں 168 کلومیٹر لمبی دیوار کی تعمیر شروع ہوئی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس دیوار کی لمبائی 155 کلومیٹر ہے۔ چنانچہ 9 نومبر 1989ء کو مشرقی جرمنی کی عوام اِس دیوار کا پوری طرح خاتمہ کر دیا۔ یوں اس دیوار نے 28 سال تک جرمنی اور روس کے درمیان ایک بارڈر کا کردار ادا کیا۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہی سدِ ذوالقرنین ہے جس کی تفصیل اس کتاب میں زیرِ بحث ہے۔

مشرقی شہر "برلن" کی تقسیم کا منظر

KOH-E-TOOR (EGYPT)
کوہِ طور
مصر میں واقع کوہ طور کا منظر جہاں یاجوج
ماجوج کے خروج کے وقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
اپنے مومن ساتھیوں کے ساتھ پناہ لیں گے۔

طبریہ کی اُس جھیل کا منظر جس کے بارے میں احادیث پاک میں بیان کیا گیا ہے
کہ یاجوج ماجوج اپنے خروج کے وقت اس جھیل کا سارا پانی پی جائیں گے

یاجوج ماجوج کے خروج کا نقشہ
''حتیٰ کہ جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلند جگہ سے دوڑتے آئیں گے۔''
(الانبیاء، آیت ۹۶)
سائبیریا
یورپ
قسطنطنیہ
قازاقستان
منگولیا
دیوارِ چین
سنکیانگ
تبت
چین
افغانستان
کابل
بھارت
ممبئی
دہلی
بحیرۂ عرب
یمن
عدن
سودان
مصر
حبشہ
شام
جاپان
فلپائن
تائیوان
بنکاک
خلیج بنگال
بغداد
اصفہان
خراسان
سمرقند
بخارا
قازان
ماسکو
جرمنی

انتساب مبارک

میں اپنی اس کاوش کو دُنیا کی اس واحد عظیم المرتبت شخصیت

سرورِ کائنات، محسن انسانیت، امام الانبیاء، بدر الدجیٰ، سید الشہداء، حبیب خدا، ساقی کوثر، شافع محشر، خیر الناس، صاحب مقامِ محمود، صاحب التاج، صاحب المعراج، صاحب البرہان، صاحب البیان، صاحب القرآن، سراج المنیر، سید الثقلین، جد الحسن والحسین، سید المرسلین، سرورِ کونین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ

کے اسم گرامی سے بصد عقیدت و احترام منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں

﴿جن کی خاموشی بھی قانون کا درجہ رکھتی ہے﴾

زندگیاں بیت گئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اِک باب بھی پورا نہ ہوا

نوید احمد ربانی
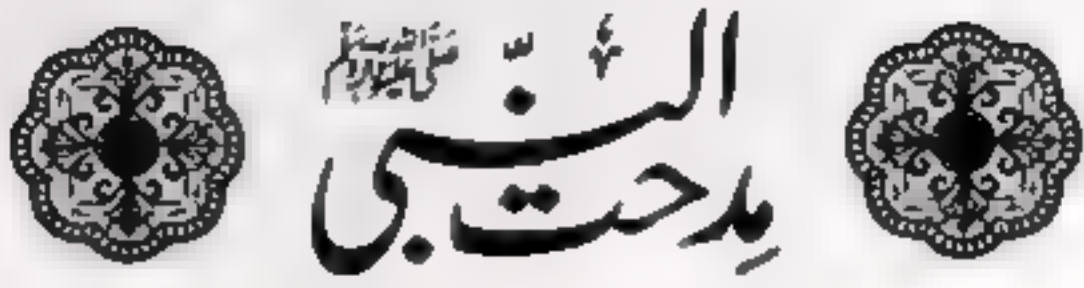
وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

"آپ ﷺ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا نہیں، آپ ﷺ کو ہر عیب سے مبرّا پیدا کیا گیا، گویا آپ ﷺ کی تخلیق آپ ﷺ کی مرضی اور چاہت کے عین مطابق کی گئی ہے۔"

(دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

فہرست

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن العزیز الحکیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

صدق اللہ العظیم

''(مسلمانو!) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی (سلسلہ نبوت ختم کرنیوالے) ہیں۔
اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (سورۃ احزاب ۳۳، آیت: ۴۰)

مُقدّمہ

روزِ اوّل سے ہر دَور میں بعض ایسی شخصیات نے جنم لیا ہے جن کے بعض کارناموں یا کچھ دیگر صفات نے ان کو دنیا میں مشہور ومعروف کر دیا ہے اور انہوں نے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ایسے نقوش چھوڑے جن کی بدولت ان کی شخصیت ہمیشہ کے لئے تاریخ کا حصہ بن کر رہ گئی ہے۔

ان میں سے بعض شخصیات کو تو اس دنیا سے رخصت ہوئے سینکڑوں صدیاں گزر چکی ہیں لیکن دنیا میں آج بھی ہر اہل علم کی زبان پر ان کا نام زدعام ہے یہ ایک الگ بحث ہے کہ بعض کو دنیا والے برے الفاظ میں یاد کرتے ہیں اور بعض کا نام بڑے ادب واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے مثلاً جب بھی ایسی شخصیات کا ذکر ہو جنہوں نے بنی نوع انسان پر ظلم وتشدد کے بے پناہ پہاڑ توڑے ہیں تو سکندر اعظم کا نام صف اول میں آتا پھر ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد ہٹلر نے اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انسانیت کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا ہے۔اسی طرح تاتاریوں کی قتل وغارت بربریت اور ظلم کی داستان تاریخ کا حصہ بنی۔

جب بھی کوئی اہل علم، اہل فلسفہ کو یاد کرے گا تو ارسطو کے نام کو ہرگز نہیں بھلائے گا کیونکہ وہ اس علم کے بانی تسلیم کیے جاتے ہیں جب کسی محفل کا موضوع اسلامی جرنیلوں کا ذکر کرنا ہوگا تو اس میں حضرت عمر فاروق اعظم، سیدنا علی المرتضی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم، سلطان محمد فاتح، محمود غزنوی، محمد بن قاسم اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہم اللہ کی خدمات کو کسی

صورت میں بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

جب دنیا کے جابر و ظالم حکمرانوں کو شمار کیا جائے تو نمرود، فرعون جیسے بدبخت نام فی الفور زبانوں پر آجاتے ہیں۔ بعینہٖ جب دنیا کے ان عظیم بادشاہوں کا ذکرِ خیر کیا جائے جن کے عدل وانصاف اور رحم و کرم کی مثالیں دی جاتی ہیں تو جہاں اس وصف میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بڑے نمایاں نام ہیں وہاں تاریخ اسلام کے اوراق میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام بادشاہ کا نام بھی بڑا روشن نظر آتا ہے جن کی شخصیت کو تمام بادشاہوں میں یہ ایک امتیازی مقام حاصل ہے کہ جنہوں نے زمین کی تینوں اطراف مشرق، مغرب اور شمال کی جانب آخری انتہا تک کا سفر زمانہ قدیم میں کیا ہے۔ پہلے تین سفر ان کی شخصیت کا ایسا درخشندہ باب ہے کہ جن سفروں میں رونما ہونے حیرت انگیز کارناموں نے ان کی ذات مبارک کو دنیائے کائنات کے سامنے نکھار کر پیش کیا ہے۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام بادشاہ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے آج سینکڑوں صدیاں گزر چکی ہیں لیکن ان کا نام مبارک تقریباً ہر مسلمان کی زبان پر زدِ عام ہے جس کی بنیادی وجہ ان کی سیرت طیبہ کے خلاصہ کو قرآن مجید نے اپنے اوراق کا حصہ بنانے کا شرف عظیم بخشا ہے، جس قصہ کی تلاوت کے ذریعہ ہر مسلمان ثواب حاصل کرتا ہے اس سلسلہ میں پرلطف بات یہ ہے کہ قصہ ذوالقرنین قرآن مجید کی جس سورۃ مبارکہ میں مذکور ہے وہ سورۃ الکہف ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة أضاء له من النور مابين الجمعتين."

''جس شخص نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھی اس کے لئے دو جمعوں کے درمیان نور چمکتا رہتا ہے۔''(۱)

اسی طرح جس گھر میں اس سورۃ کی تلاوت کی جائے وہاں سکینت واطمینان کا

نزول ہوتا ہے جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کے پہلو میں دو رسیوں کے درمیان ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اتنے میں اس شخص کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا پھر وہ بادل اس شخص کے اس قدر قریب ہونے لگا کہ یہ دیکھ کر اس کا گھوڑا بدکنے لگا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کو بیان کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تلك السكينة تنزلت بالقرآن."

"یہ سکینت (اطمینان) ہے جو کہ قرآن کے ساتھ نازل ہوا۔"(۲)

سورۃ الکہف کے ان فضائل کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت اس سورۃ مبارکہ کی تلاوت کرتی ہے جس سے قصہ ذوالقرنین علیہ السلام اکثر اوقات ان کی تلاوت کا حصہ بنا رہتا ہے۔

سوانح حیات کو قلمبند کرنے کا بنیادی مقصد

علمی دنیا میں سیرت نگاری کو ایک خاص اور اعلیٰ مقام حاصل ہے جہاں کسی بھی شخصیت کی سیرت وسوانح حیات کے مطالعہ کرنے کا مقصد ان کے بارے میں اہم معلومات کا حاصل کرنا ہوتا ہے وہاں ایک صالح انسان کے لیل ونہار کا بغور مطالعہ کرنے کا خاص اور بنیادی مقصد ان کی سیرت سے اپنے لیے کچھ کرنے کے کاموں کا انتخاب کیا جاتا

۱۔ السنن الکبریٰ للبیهقی: 353/3، رقم الحدیث: 5996، مشکوٰۃ المصابیح: 492/1، رقم: 2175، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 399/2، رقم: 3392

۲۔ صحیح بخاری: 201/4، رقم: 3614، صحیح مسلم: 547/1، رقم: 240، مسند احمد بن حنبل: 424/30، رقم: 18474، مشکوٰۃ المصابیح: 480/1، رقم: 2117

ہے جو لوگ اس دنیا میں کچھ بننا چاہتے ہیں یا اگر اہل اسلام روز قیامت خود کو سرخرو کرنا چاہتے ہیں وہ نیک وصالح شخصیات کی سیرت کا مطالعہ کرتے وقت اپنی عملی زندگی میں ان شخصیات سے رہنمائی حاصل کرتی رہتی ہیں۔

صد افسوس! لیکن دورِ حاضر کے مسلمانوں نے اس مقصد کو بھلا دیا ہے یہاں اس بات کو اچھے انداز میں سمجھنے کے لئے ہم حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی مثال لے لیتے ہیں کہ ہم جب بھی سیرت النبی ﷺ کے کسی واقعہ کا مطالعہ کرتے ہیں یا پھر کسی محفل میں بیان کرتے ہیں وہاں ہمارا طرزِ عمل اکثر اوقات یہی ہوتا ہے کہ واقعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ سبحان اللہ! ہمارے نبی کریم ﷺ کتنے اچھے اور عظیم ترین انسان تھے۔

اگر ہم سیرت النبی ﷺ کے کسی دردناک واقعہ کو بیان کرتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ آنکھوں سے ایک دو آنسو ٹپک پڑتے ہیں یا سیرت النبی ﷺ کا کوئی بھی واقعہ سن لیتے ہیں تو ہماری زبانوں سے پہلے یک زباں سبحان اللہ نکلتا ہے پھر نعرہ رسالت زندہ باد، حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے، کے نعرے لگنا شروع ہو جاتے ہیں لیکن جب بھی ہم اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی عملی زندگی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

لیکن اگر یہاں ہم ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے یہ بات بھی رقم کر دیں تو بات بے دلیل نہیں ہوگی کہ ایسے موڑ پر ہم میں سے اکثر حضرات کی زندگیاں تو زیادہ تر سیرت النبی ﷺ کے پہلوؤں کے متضاد نظر آتی ہیں۔ ایسا سب کچھ ہونے کے بعد ہم سب سے بڑے عاشقِ رسول ﷺ بھی کہلواتے ہیں اور نہ ہی ہمارے محبت رسول ﷺ کے دعویٰ میں کسی قسم کی کمی آتی ہے۔

قارئین کرام! ایسے موڑ پر یہ بات آخر کار ہر مسلمان کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے

کہ آخروہ کون سی صفت تھی جو آج سے چودہ، پندرہ سو سال پہلے کے مسلمانوں میں تو موجود تھی لیکن آج کا مسلمان اس سے محروم ہے تو پھر ہم باوثوق انداز میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر مسلمان اس فرق کو بآسانی تلاش کر سکتا ہے جو ہمارے اور چودہ پندرہ سو سال پہلے کے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے تو ہمیں یقین ہے کہ ہر مسلمان یک زبان یہ کہنے پر مجبور ہے کہ ان مسلمانوں نے صحیح معنی میں سیرت النبی ﷺ کو اپنے لیے اسوۂ حسنہ بنایا۔ انہوں نے صرف محبوب کائنات ﷺ کی ذات ہی سے پیار نہیں کیا بلکہ بات سے بھی محبت کی اور ان میں سے ہر ایک سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر نظر آتا ہے جہاں ان کی نبی کریم ﷺ کی ذات سے اس قدر محبت تھی کہ میدان احد میں جب اہل کفار کے تیر نبی کریم ﷺ کی طرف رخ کر رہے تھے تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا سینہ آپ ﷺ کے لئے ان تیروں کو روکنے کے لئے ایک مضبوط ڈھال کا کام کرتا ہوا تاریخ کا ایک روشن باب بن جاتا ہے۔

ادب واحترام کی بات آئے تو ہماری نظروں کے سامنے سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ آجاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو یوں نقل فرماتے ہیں:

''حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کئی دن تک نبی کریم ﷺ کی مجلس میں نظر نہ آئے اس پر ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس کے متعلق میں آپ کو بتاؤں گا (کہ وہ کیوں آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں ہو رہے) چنانچہ وہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے گھر آئے، دیکھا تو وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا حال ہے؟ جواب ملا برا حال ہے، میری آواز تو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند ہو جاتی تھی اس لیے میرے تو اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی ہو گیا یہ

شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا پھر تو وہ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔''(۱)

قارئین کرام! آپ نے جان لیا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ادب واحترام کا ان کے ہاں اس قدر لحاظ تھا کہ وہ اپنی آواز تک نبی کریم ﷺ سے بلند کرنا بے ادبی خیال کرتے تھے۔

اگر سنت رسول ﷺ کے ساتھ محبت کی بات آئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مبارک معمول سے اکثر حضرات آپ میں سے شاید واقف ہوں گے کہ نبی کریم ﷺ نے دورانِ سفر جس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا تو آپ ﷺ کے بعد جب بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس راستے سفر پر کیا تو سیرت النبی ﷺ کو اپنے لیے اسوۂ حسنہ اور اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی خوبصورت اداؤں پر عمل کرتے ہوئے مکمل ان کی کاپی کرتے اور دورانِ حج جہاں آپ ﷺ نے نمازیں ادا کیں تھیں انہوں نے بھی اسی مقام پر نمازیں ادا کرنے کو اپنا معمول بنایا۔

اس ضمن میں بھلا ہم سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ کیسے بھول سکتے ہیں کہ جب ایک غیر مسلم بادشاہ کے ساتھ وہ شاہی دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے تو لقمہ ہاتھ سے نیچے گرا تو

---

۱. صحیح بخاری کتاب التفسیر :137/6، رقم الحدیث:4846، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر :93/9، رقم الحدیث: 6640، شرح السنة للبغوی:196/14، رقم الحدیث: 3996، معجم لابن الاعرابی:1118/3، رقم الحدیث:2347

وہ اٹھا کر صاف کرنے کے بعد کھانے لگے تو ساتھ بیٹھے شخص نے ٹوکا کہ آپ شاہی دستر خوان کے مقام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لقمہ چھوڑ دیں تو فرمانے لگے:

''کیا میں اس شاہی دستر خوان کے مقام ومرتبہ کے لئے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟۔''

قارئین کرام! ہمارے اور گزشتہ پندرہ سو سال پہلے مسلمانوں میں یہی واضح فرق تھا کہ انہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل کرنے کے بعد سیرت کے پہلوؤں کو اپنی عملی زندگی میں ڈھالنے کی بھی کوشش کی۔ ان کی ہم پر اسی فوقیت نے ان کو دنیا میں بھی عروج دیا اور آخرت کے روز بھی کامیابی وکامرانی یقینی طور پر ان کا مقدر بنے گی۔ فی الوقت ہمارے زوال کا بنیادی سبب وسائل کی کمی نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات سے دوری ہمارے تمام مسائل ومصائب کی بنیادی وجہ ہے اس لئے ہر مسلم کو ایک دفعہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف آئینوں میں اپنا چہرہ دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اس بات کی ترجمانی کسی نے کیا خوب کی ہے:

ہتھیار ہیں، اوزار ہیں، افواج ہیں لیکن
غزوہ بدر کا وہ ۳۱۳ کا لشکر نہیں ملتا

پیارے قارئین! آج جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ بھی ایک ایسی شخصیت کی سوانح حیات ہے جن کا شمار دنیا کے عظیم ترین صالح بادشاہوں میں ہوتا ہے دوران مطالعہ ہر قاری اپنے انداز میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی سیرت سے اپنے لیے کچھ کرنے کے کام منتخب کر لے تو اس سے ہمارا بنیادی مقصد پورا ہوگا۔

اس کتاب میں جن باتوں کو ہم نے ملحوظ خاطر رکھا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلکی تعصب سے بالاتر رہ کر تمام مکاتب فکر کے علماء سے استفادہ کیا ہے۔

۲۔ اگر کسی بھی مذہبی سکالر سے اختلاف کیا ہے تو اسے صرف اختلاف ہی کی حد تک

رکھا ہے ان کی شخصیت پر کسی قسم کی تنقید سے مکمل اجتناب کیا ہے۔

۳۔ اپنے مؤقف کی دلیل صرف اس حدیث کو بنایا ہے جو سنداً صحیح اور حسن ہو۔

۴۔ ہر باب کے آخر میں اس سے متعلقہ روایات جو سنداً ضعیف تھیں ان کو آخر میں نقل کر کے تحقیق کا اعلیٰ معیار پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

۵۔ ہمارے کسی مؤقف کی دلیل اگر محض تاریخی روایات اور اسرائیلی لٹریچر تھا تو احتیاط کے تقاضا کے پیش نظر مکمل یقین و اعتماد سے رائے قائم کرنے سے پہلو تہی کی گئی ہے۔

۶۔ کسی کتاب کے حوالے سے اگر کوئی بات نقل کی ہے اس کا حوالہ رقم کرنے کی پوری پابندی کی گئی ہے۔ خصوصاً احادیث مبارکہ کی قدرے تفصیل کے ساتھ تخریج کی ہے۔

۷۔ حوالہ جات کی طرف قارئین کرام کی مراجعت کو آسان بنانے کے لئے کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کی بالتفصیل فہرست تیار کی گئی ہے۔

ہم یہاں ادارہ بک کارنر کے ڈائریکٹر جناب شاہد حمید صاحب کے صاحبزادے اور اپنے انتہائی قابل احترام دوست جناب امر شاہد کا بے حد شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس موضوع پر کچھ قلم بند کرنے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی اور اللہ تعالیٰ ہمارے مہربان دوست شہزاد محمد خان صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے کتاب کی نظر ثانی کے فرائض کو انتہائی عرق ریزی کے ساتھ سرانجام دیا۔

ہماری اس کاوش کو پاکستان کا معروف اشاعتی ادارہ بک کارنر جہلم اپنے خاص روایتی انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ اللہ سے ہماری دلی دعا ہے کہ شہر جہلم میں علم کے اس چراغ کو مزید روشنی عطا فرمائے۔ آمین!

قارئین کرام سے التماس ہے کہ ہماری اس کاوش کو ایک بشر کی تحریر سمجھتے ہوئے ہر

طرح سے تحقیقی اور تنقیدی نگاہ سے مطالعہ کریں کیونکہ ہر انسانی کام میں غلطی، اصلاح، بہتری اور مزید نکھار کی گنجائش باقی رہتی ہے اس لئے دوران مطالعہ جہاں کوئی بات اعتراض کے پیشِ نظر لگے تو اس کو ہماری طرف منسوب کرتے ہوئے ضرور ہمیں آگاہ کریں جس کو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں آپ ہی کے شکریے کے ساتھ ضرور کتاب کا حصہ بنایا جائے گا۔ مگر جہاں اس کتاب میں تحریر کا کوئی حصہ اچھا لگے تو اس پر اللہ رب العزت کی ذات مبارکہ کی حمد وثناء کریں کہ جس نے ہمیں وہ اچھی بات رقم کرنے کی توفیق بخشی۔ جزاکم اللہ!

آخر میں ہم اپنے مالکِ ارض وسماء سے دُعا گو ہیں:

اے اللہ میری اس ادنیٰ سی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرما، اس کو میرے، میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے دوستوں اور قارئین کے لئے ذریعہ نجات بنا۔

آمین یارب العالمین!

خادم العلم والعلماء

احقر العبد من العباد

نوید احمد ربانی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہِ رَبِّ العالمین والصّلوٰۃُ وَ السَّلامُ عَلٰی سیّد المرسلین و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

کتاب ہذا ''حیاتِ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور یاجوج ماجوج'' میرے عزیز دوست جناب نوید احمد ربانی حفظہ اللہ نے نہایت جامع اور مدلل تحقیق کر کے اس کتاب کو تالیف کیا اور علماء وسلف الصالحین کی تالیف کردہ کتب کے حوالہ جات دے کر اُن پر علمی نکتہ نظر سے خوب خوب بحث کرتے ہوئے اصل حقائق کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ جو ان کے عمیق مطالعہ کا مظہر ہے۔ دورانِ مطالعہ قاری کو کسی بھی مقام پر اُکتاہٹ کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ایک مضبوط ومربوط تسلسل کا گہرا ربط نمایاں ہے۔ جو ایک مصنف کی علمی قابلیت اور خوبی کو اجاگر کرتی ہے۔

درحقیقت مصنف نے اپنی تحقیقات کا حق یوں ادا کیا کہ کسی بھی مقام پر اس موضوع پر لکھنے والے اہل سلف محققین اور موجودہ دور کے مصنفین پر کوئی تنقیص نہ کی۔ بلکہ

اُن کی تحقیقات کو من وعن اپنی کتاب میں رقم کرنے کے بعد بااحسن انداز میں اُن کے جواب میں قرآن وحدیث کے حوالے دے کر اپنی شاندار علمی تحقیق کا کماحقۂ ثبوت باہم پہنچایا اور آخری باب میں اہل وطن کو قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر اُن کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کا درس دیا ہے۔

اللہ رب العالمین سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو مزید ہمت واستطاعت عطا فرمائے کہ وہ مزید اہل اسلام اور خصوصاً پاکستانی عوام کے لئے ایسی تالیفات کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ آمین! یاربّ العالمین!!!

والسلام

شہزاد محمد خان

باب ۱

قصہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

قصص القرآن میں قصہ ذوالقرنین مشہور و معروف قصص کی فہرست میں اپنا ایک منفرد نام رکھتا ہے جو کہ ایک جگہ صرف ایک قصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں اپنے الفاظِ قصہ کے پردہ میں اُمت محمدیہ کے نام بے شمار پند و نصائح جمع کئے ہوئے ہے۔ جن کو ہم کتاب ہٰذا کے آخری باب میں بالتفصیل رقم کریں گے لیکن ذیل میں ہم اس واقعہ کا پس نظر اور شان نزول عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاق بھری دعوت بڑی تیزی کے ساتھ اہل مکہ کے دلوں میں گھر کر رہی تھی جس کی وجہ سے ہر روز کوئی نہ کوئی شمع رسالت کا پروانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت میں جگہ حاصل کر رہا تھا۔ اسلام کے ترقی کی طرف اٹھتے ہوئے قدم سرداران مکہ کو بے چین کرنے لگے اور اس غور و فکر میں ان کی راتوں کی نیندیں اڑنے لگیں۔ جس کی بدولت وہ ہر آئے دن اس اسلامی سمندر کی لہروں کو روکنے کے لئے منصوبہ جات اور سازشیں کر رہے تھے لیکن آئے روز ناکامی و شکست ان کو تھپڑ کی طرح مزید شرمسار کر دیتی۔ جس کی وجہ سے ان کی انتقام کی آگ اور بھڑک اٹھتی۔

آخر کار وہ ایک دن اہل یہود کے پاس جا کر اپنی تمام ناکامی کی داستان سناتے

ہیں۔اسلام کی محبت بھری دعوت کوٹھکرا کر وہ اس قدر ذلیل ورسوا ہو چکے تھے کہ اس مقام پر ان کی عقل کا ماتم کرنے والا بھی کوئی نہ تھا کہ ذلیل (مشرکین مکہ) اپنے سے بڑے ذلیل (یہودیوں) سے جا کر اپنی مشکلات کا حل پوچھ رہے تھے جو ان سے زیادہ ہٹ دھرمی اور مذہبی تعصب کا شکار تھے۔لیکن آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض وعناد اور دشمنی کے اس مقام پر ان دونوں گروہوں کا نکتۂ نظر ایک ہو جاتا ہے۔بات مختصر اہل یہود مشرکین مکہ کو چند سوالات بتاتے ہیں کہ جن کی بناء پر وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے جھوٹے اور سچے ہونے کا جائزہ لے سکتے ہیں۔اس مقام پر محدثین ومفسرین علماء میں اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا یہ سوالات کرنے والے خود مشرکین مکہ تھے یا اہل یہود۔لیکن یہ بات طے اور متفق ہے کہ سورۃ الکہف مکہ ہی میں نازل ہوئی ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان سوالات کا سبب ضرور مشرکین مکہ ہی بنے ہیں۔

بدیں صورت جب سائلین آ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق سوال کرتے ہیں تو قرآن میں ایک مکمل رکوع ایک قصہ کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا ہے جس کو قرآن عظیم بدیں الفاظ بیان کرتا ہے:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُۥ فِى ٱلْأَرْضِ وَءَاتَيْنَٰهُ مِن كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ ٱلشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِى عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يَٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ إِمَّآ أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّآ أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُۥ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِۦ فَيُعَذِّبُهُۥ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا

مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ
مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ
وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾
كَذٰلِكَ ۚ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى
اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ
بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۚ حَتّٰٓى
اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۚ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ
قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ
مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا
بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِى الصُّوْرِ
فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ
عَرْضَا ﴿١٠٠﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِىْ غِطَآءٍ عَنْ
ذِكْرِىْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾

ترجمہ: ''اور یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ: ''میں ان کا کچھ حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔'' واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو زمین میں اقتدار بخشا تھا، اور انہیں ہر کام کے وسائل عطا کئے تھے، جس کے نتیجے میں وہ ایک راستے کے پیچھے چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج کے ڈوبنے کی جگہ پہنچے تو انہیں دکھائی دیا کہ وہ ایک دلدل جیسے (سیاہ) چشمے میں ڈوب رہا ہے، اور وہاں انہیں ایک قوم ملی۔ ہم نے (ان سے) کہا: ''اے ذوالقرنین! (تمہارے پاس دو راستے ہیں) یا تو ان لوگوں کو سزا دو، یا پھر ان کے معاملے میں اچھا رویہ اختیار کرو۔'' انہوں نے کہا: ''ان میں سے جو کوئی ظلم کا راستہ اختیار کرے گا، اسے تو ہم سزا دیں گے، پھر اسے اپنے رب کے پاس پہنچا دیا جائے گا، اور وہ اسے سخت سزا دے گا۔ البتہ جو کوئی ایمان لائے گا، اور نیک عمل کرے گا، تو وہ بدلے کے طور پر اچھے انجام کا مستحق ہوگا، اور ہم بھی اس کو اپنا حکم دیتے وقت آسانی کی بات کہیں گے۔'' اس کے بعد وہ ایک اور راستے کے پیچھے چل پڑے۔ یہاں تک کہ وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جسے ہم نے اُس (کی دُھوپ) سے بچنے کے لئے کوئی اوٹ مہیا نہیں کی تھی۔ واقعہ اسی طرح ہوا، اور ذُوالقرنین کے پاس جو کچھ (ساز و سامان) تھا، ہمیں اُس کی پوری پوری خبر تھی۔ اس کے بعد وہ ایک راستے کے پیچھے چل پڑے۔ یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انہیں ان پہاڑوں سے پہلے کچھ لوگ ملے جن کے بارے میں ایسے لگتا تھا کہ وہ کوئی بات نہیں سمجھتے۔ انہوں نے کہا: ''اے ذُوالقرنین! یاجوج ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں۔ تو کیا ہم آپ کو کچھ مال کی پیش کش کر سکتے ہیں، جس کے بدلے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں؟'' ذُوالقرنین نے کہا: ''اللہ نے مجھے جو اقتدار عطا فرمایا ہے، وہی (میرے لئے) بہتر ہے۔ لہٰذا تم لوگ (ہاتھ پاؤں کی) طاقت سے میری مدد کرو، تو میں تمہارے اور اُن کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔ مجھے

لوہے کی چادریں لادو۔" یہاں تک کہ جب انہوں نے (درمیانی خلا کو پاٹ کر) دونوں پہاڑی سروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تو کہا کہ: "اب آگ دہکاؤ" یہاں تک کہ جب اس (دیوار) کو لال انگارا کر دیا تو کہا کہ: "پگھلا ہوا تانبا لاؤ، اب میں اس پر انڈیلوں گا۔" چنانچہ (وہ دیوار ایسی بن گئی کہ) یاجوج ماجوج نہ اس پر چڑھنے کی طاقت رکھتے تھے، اور نہ اُس میں کوئی سوراخ بنا سکتے تھے۔ ذُوالقرنین نے کہا: "یہ میرے رَبّ کی رحمت ہے (کہ اس نے ایسی دیوار بنانے کی توفیق دی) پھر میرے رب نے جس وقت کا وعدہ کیا ہے، جب وہ وقت آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ڈھا کو زمین کے برابر کر دے گا، اور میرے رَبّ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔" اور اُس دن ہم ان کی یہ حالت کر دیں گے کہ وہ موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے، اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو ایک ساتھ جمع کر لیں گے۔ اور اُس دن ہم دوزخ کو ان کافروں کے سامنے کھلی آنکھوں لے آئیں گے، جن کی آنکھوں پر (دُنیا میں) میری نصیحت کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا، اور جو سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔"

(سورۃ الکہف، آیت 83 تا 101)

اس باب میں سنداً ضعیف اور کمزور روایات:

قصہ ذوالقرنین علیہ السلام کے شانِ نزول کے متعلق ایک روایت بہت معروف ہے جس کو امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر طبری میں نقل کیا ہے، جس کی سند اً حیثیت ضعیف ہے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر طبری میں، امام عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح مصر میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حدیث نمبر 1:

"كنت أخدم رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرجت ذات يوم فاذا

أنا برجال من أهل الكتاب بالباب معهم مصاحف فقالوا: من يستأذن لنا على النبى؟ فدخلت على النبى فأخبرته فقال: مالى ولهم، سألونى عما لا أدرى؟ انما انا عبدلاأعلم الاما أعلمنى ربى عزوجل، ثم قال: ابغنى وضوءًا فأتيته بوضوء فتوضأ ثم صلى ركعتين ثم انصرف فقال و أناأرى السرور والبشر فى وجهه. أدخل القوم على و من كان من اصحابى فأدخله أيضا على فأذنت لهم فدخلوا فقال ان شئتم أخبرتكم بما جئتم تسألونى عنه من قبل أن تكلموا و ان شئتم فتكلموا قبل أن أقول قالوا: بل أخبرنا قال: جئتم تسألونى عن ذى القرنين، ان أول أمره أنه كان غلاماً من الروم، أعطى ملكا فسار حتى أتى ساحل أرض مصرفابتنى مدينة يقال لهاأسكندرية فلما فرغ من شأنها بعث الله عزوجل اليه ملكا فعرج به فاستعلى بين السماء، ثم قال له: انظر ماتحتك فقال أرى مدينتى و ارى مدائن معها، ثم عرج به فقال: انظر! فقال: قداختلطت مع المدائن فلاأعرفها ثم زاد فقال انظر: قال: أرى مدينتى وحدها ولاأرى غيرها. قال له الملك: انها تلك الأرض كلها والذى ترى يحيط بها هو البحر و انما اراد ربك أن يريك الأرض و قد جعل لك سلطانا فيها، فسرفيها فعلم الجاهل و ثبت العالم،

فسار حتیٰ بلغ مغرب الشمس ثم سار حتیٰ بلغ مطلع الشمس ثم أتى السدين و هما جبلان لينان يزلق عنهما كل شئ فبنى السد ثم اجتاز يأجوج و مأجوج فوجد قوما وجوههم وجوه الكلاب يقاتلون يأجوج و مأجوج، ثم قطعهم فوجد أمة قصاراً يقاتلون القوم الذين وجوههم وجوه الكلاب، و وجد امة من الغرانيق يقاتلون القوم القصار، ثم مضى فوجد أمة من الحيات تلتقم الحية منها الصخرة العظيمة، ثم مضى الى البحر الدائر بالأرض فقالوا: نشهد أن أمره هكذا كما ذكرت، وانا نجده هكذا فی کتابنا."

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دن میں باہر نکلا تو دروازے پر اہل کتاب کے چند شخص موجود تھے جن کے پاس مصاحف بھی تھے انہوں نے کہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہماری حاضری کی اجازت کون طلب کرے گا؟ میں بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اہل کتاب کی آمد بتائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا انہیں میرے ساتھ کیا غرض ہے؟ وہ مجھ سے ایسی باتیں پوچھتے ہیں جو میں نہیں جانتا؟ میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ میں صرف وہی جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھلایا ہے۔ پھر فرمایا میرے لئے پانی تلاش کرو، میں پانی لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا تو فرمایا: ان لوگوں کو میرے پاس بلاؤ۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

چہرے پر خوشی اور بشاشت دیکھی تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے اصحاب میں موجود ہے انہیں میرے پاس بلاؤ۔ میں نے انہیں اجازت دے دی تو وہ اندر آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو میں ہی تمہیں تمہاری گفتگو سے پہلے بتا دوں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر تم چاہو تو میرے کہنے سے پہلے تم خود اپنا مدعا بیان کرو۔ اہل کتاب نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بتا دیں، ارشاد فرمایا تم مجھ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھنے آئے ہو۔ وہ ابتداء میں مملکت روم کے ایک نوجوان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہی عطا فرمائی وہ چلا حتیٰ کہ مصر کی زمین کے ساحل پر آیا۔ اس نے وہاں ایک شہر بنایا جسے سکندریہ کہا جاتا ہے جب وہ اس شہر کی تعمیر سے فارغ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ اسے اوپر لے آیا۔ وہ آسمان کے درمیان تک بلند ہوا۔ پھر اس نے کہا نیچے دیکھ۔ ذوالقرنین نے کہا میں نے اپنا شہر اور اس کے ساتھ دوسرے شہر دیکھے ہیں پھر وہ فرشتہ اسے مزید اوپر لے گیا اور کہا اب نیچے دیکھ، تو ذوالقرنین نے کہا میں صرف اپنا شہر دیکھ رہا ہوں اور مجھے کوئی شہر نظر نہیں آ رہا ہے فرشتے نے ذوالقرنین سے کہا یہ ساری زمین (کا نقشہ) ہے اور جو تجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اس نے زمین کو گھیرا ہوا ہے وہ سمندر ہے تیرے رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تجھے ساری زمین دکھائے، جب کہ اس نے تجھے اس میں بادشاہ بنایا ہے تو اس میں چل اور جاہل کو تعلیم دے اور عالم کو علم پر مضبوط کر۔ وہ چلا حتیٰ کہ سورج غروب ہونے کی جگہ تک جا پہنچا پھر وہ چلا تو سورج کی طلوع

ہونے کی جگہ تک جا پہنچا پھر وہ ان دونوں نرم و ملائم پہاڑوں کے
پاس آیا جن سے ہر چیز پھسل جاتی ہے اس نے ایک دیوار بنائی پھر وہ
یاجوج ماجوج کی طرف چلا۔ اس نے ایک قوم کو پایا جن کے چہرے
کتوں کی طرح تھے۔ وہ یاجوج ماجوج سے قتال کرتے تھے پھر اس
نے انہیں علیحدہ کر دیا پھر اس نے ایک چھوٹی قوم پائی جو اس قوم سے
جنگ کرتی تھی۔ جن کے چہرے کتوں کی طرح تھے پھر اس نے ایک
آبی پرندوں کی مثل ایک قوم دیکھی۔ جو اس چھوٹی قوم سے لڑتی تھی۔
پھر وہ چلا اس نے سانپوں کی امت دیکھی جن میں سے ایک سانپ
بڑی چٹان کو نگل جاتا تھا پھر وہ سمندر کی طرف چلا جو زمین کے اردگرد
تھا اہل کتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے۔(۱)

حدیث نمبر 2:

ایک دوسری روایت امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سدی سے نقل کی ہے فرماتے ہیں:

ا۔ الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی: 437,438/5، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: 48/11، العظمة لأبی الشیخ الأصبهانی. 1468/4، دلائل النبوة للبیهقی. 295,296/6، رقم: 2545، سلسلة الاحادیث الضعیفة للألبانی: 343,344/3، رقم: 1198، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: 338/17، فتوح المصر والمغرب لابن عبدالحکم المصری: 58,59/1، یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں عبداللہ بن عمر (یہ مشہور صحابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہیں ہیں) اور عبدالرحمن بن زیاد دونوں ضعیف راوی ہیں اور اس روایت کی سند میں سعید بن مسعود راوی کو بھی میں نہیں پہچانتا۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة للألبانی: ,343

344/3، رقم:1198

"قالت اليهود للنبی صلی اللہ علیہ وسلم يامحمد صلی اللہ علیہ وسلم انما تذكر ابراهيم و موسیٰ و عیسیٰ والنبيين أنك سمعت ذكر هم منا، فأخبرنا عن نبی لم يزكره الله فی التوراة الا فی مكان واحد، قال: و من هو؟ قالوا: ذوالقرنين قال: مابلغنی عنه شیء. فخرجوا فرحين و قد غلبوا فی انفسهم، فلم يبلغوا باب البيت حتی نزل جبريل بهؤلاء الآيات (ويسئلونك عن ذی القرنين قل ساتلو عليكم منه ذكرا)"

"یہود نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرتے ہو۔ ان کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سنا ہے۔ آپ ہمیں اس نبی کے متعلق بتائیں جس کا ذکر تورات میں صرف ایک جگہ آیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ کون سا نبی ہے؟ انہوں نے کہا ذوالقرنین۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے متعلق مجھے کوئی خبر نہیں پہنچی یہود خوش ہو کر باہر نکلے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آ گئے ہیں وہ ابھی دروازے تک نہ پہنچے تھے کہ جبرائیل امین علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

"وَ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ الخ."(۱)

---

۱. الدر المنثور فی التفسير المأثور للسيوطی: 435/5، تفسير ابن أبی حاتم: 2381/7، رقم: 12935، فتح القدير للشوكانی: 309/3، روح المعانی للآلوسی بغدادی: 350/8، یہ روایت بے سند ہے کیونکہ "سدی" سے لے کر آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

تک اس کی سند حذف ہے اور ''سدی صغیر'' بھی محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

حدیث نمبر 3:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عمر مولیٰ غفرہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''عن عمر مولیٰ غفرة قال: دخل بعض اهل الكتب على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فسألوه فقالوا: ياابالقاسم، كيف تقول فى رجل كان يسيح فى الارض؟ قال: لاعلم لى به فبينما هم على ذلك اذ سمعوا نقيضاً فى السقف، ووجد رسول اللّٰه غمة الوحى ثم سرى عنه فتلا (يسئالونك عن ذى القرنين)الآية. فلما ذكر السد قالوا: أتاك خبره ياابالقاسم، حسبك.''

''کچھ اہل کتاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے ابوالقاسم! (یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت تھی) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو ساری زمین کا سیاح تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ ابھی وہ وہاں ہی بیٹھے تھے کہ انہوں نے چھت سے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کا ذکر فرمایا تو اہل کتاب نے کہا اے ابوالقاسم! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اس کی خبر آچکی ہے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے کافی ہے۔''(۱)

---

۱. الدر المنثور فى التفسير المأثور للسيوطى:435/5، تفسير ابن ابى

حاتم: 2382/7، رقم: 12936، یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

باب ۲

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا تعارف

نام:

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے نام ونسب کے متعلق علماء ومورخین سے مختلف اقوال منقول ہیں اس سلسلہ میں عظیم عالم اسلام علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

''حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے نام کے متعلق علماء ومورخین میں چار اقوال منقول ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کا نام عبداللہ تھا۔

2۔ حضرت وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کا نام سکندر تھا۔

3۔ محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کا نام عیاش تھا۔

4۔ ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام مصعب بن جابر ذکر کیا ہے۔''(۱)

ابوریحان البیرونی نے اپنی مشہور کتاب ''الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ'' میں باقی علماء سے ایک منفرد رائے قائم کی ہے وہ فرماتے ہیں:

---

۱ التبصرۃ لابن الجوزی: 168/1، زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی: 105/3

''یہ ذوالقرنین جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ ابوبکر بن سمی بن عمر بن افریقیس حمیری ہے۔جس نے زمین کے مشارق ومغارب کو فتح کیا اور تبع حمیری یمنی نے اپنے اشعار میں اس پر فخر کیا ہے کہ میرے دادا ذوالقرنین مسلمان تھے۔ان کے اشعار یہ ہیں۔''

قد كان ذوالقرنين جدي مسلما
ملكا علا في الارض غير مبعد
بلغ المشارق والمغارب يبتغي
اسباب ملك من كريم سيد

''ذوالقرنین میرے دادا مسلمان بادشاہ تھے جو بغیر کسی مزاحمت کے زمین پر غالب آگئے اور وہ کسی کریم بادشاہ سے بادشاہی کے اسباب تلاش کرنے کے لئے زمین کے مشارق ومغارب تک جا پہنچے۔''

وہ ایک بوڑھی عورت کا اکلوتا بیٹا تھا جس کی ذوالقرنین کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی۔''(۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں:

"و يؤخذ من أكثر هذه الشواهد أن الراجح في اسمه الصعب."

''ان مذکورہ اکثر شواہد کی بنا پر یہ مؤقف اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ان کا نام مصعب تھا۔''(۲)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ان کے نام کے متعلق مختلف روایات نقل کی ہیں جن

---

۱ تفسیر مظہری از محمد ثناء اللہ پانی پتی، الدر المنثور للسیوطی 438/4

۲ فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر 385/6

روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم بادثوق انداز میں کسی ایک رائے کو راجح قرار نہیں دے سکتے اور یہاں اس مقام پر اس بات کو بھی واضح کیے دیتے ہیں کہ ان کے نام کے متعلق علماء و مؤرخین کے مابین سخت اختلاف و اضطراب کی اہم وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم اور کتب احادیث کے اوراق میں ان کے متعلق تفصیلی حالات نہیں ملتے لیکن پھر بھی ہم اتنا ضرور رقم کر سکتے ہیں کہ اکثر علماء و مؤرخین کے نزدیک ان کا نام سکندر ہے جیسا کہ امام مظہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بدیں الفاظ رقمطراز ہیں:

> ''ان کے نام کے متعلق اختلاف ہے بعض علماء نے فرمایا کہ ان کا نام مرزبان بن مرزبہ الیونانی ہے جو یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ بعض نے ان کا نام سکندر بن فیلقوس بن فیلقوس ذکر کیا ہے میرے نزدیک یہ دوسرا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ابن اسحٰق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور امام شیرازی نے الالقاب میں اور ابوالشیخ نے وہب بن منبہ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے اور وہب بن منبہ تاریخی باتوں کا بہت بڑا عالم تھا انہوں نے فرمایا کہ ذوالقرنین روم کا ایک شخص تھا۔''(۱)

اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا نام سکندر ہی ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''سکندر اوّل جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں جیسا کہ امام ازرقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔''(۲)

۱۔ التفسیر المظہری للمحمد ثناء اللّٰہ :62/6

۲۔ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر :170/5

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا نام سکندر بن دارا نقل کیا ہے۔(۱)

نسب

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے نسب کے متعلق علماء ومؤرخین کے نزدیک کوئی تفصیلی صراحت موجود نہ ہے۔ تاہم حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں ان کے نسب کے متعلق دو روایات نقل کی ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بدیں الفاظ رقم طراز ہیں::

''ذوالقرنین کے نام کے بارے میں مختلف روایات ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن ضحاک بن معد ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کا نام ونسب درج ذیل ہے۔''مصعب بن عبداللہ بن قنان بن منصور بن عبداللہ بن لازد بن عون بن نبت بن مالک بن زید بن کھلان بن سبا بن قحطان تھا اور ایک دوسری روایات امام دارقطنی اور ابن ماکولا کے حوالے سے نقل کی ہے کہ ان کا نسب ہرویس بن قیطون بن رومی بن لنطی بن کشلوخین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام ہے، لیکن یہ مذکورہ دونوں روایات سنداً اور سیاق وسباق کے اعتبار سے انتہائی کمزور ہیں بلکہ محض ان روایات کی قیاس آرائیوں کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں ہے واللہ اعلم۔''(۲)

لقبِ ذوالقرنین اور اس کی وجہ تسمیہ:

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لقب ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء

---

۱. مجموع الفتاویٰ لابن تیمیۃ :161/4

۲. البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر 123,124/2

کے دس اقوال ذکر کیے ہیں اور ان دس اقوال کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرطبی میں اور مشہور مفسرِ قرآن امام آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں نقل فرمایا ہے اور وہ دس اقوال امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اس ترتیب سے نقل فرماتے ہیں:

1۔ ''حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اللہ نے اس کو ایک قوم کی طرف دعوت دین کے لئے بھیجا تو اہل قوم نے ان کے سر کی دونوں طرف دو ضربیں لگائیں اس وجہ سے ان کا نام ذوالقرنین پڑ گیا اور ان کے ساتھ اہل قوم نے دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا۔

(جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری 657/7، رقم 23290)

2۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے لقب ذوالقرنین کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین کی دو انتہاؤں کی طرف گئے تھے اور مشرق ومغرب کا سفر کیا اور مشرق ومغرب کا درمیانی حصہ تمام ان کی مملکت میں تھا اور یہ قول امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔

3۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے سر کی دونوں جانب پیتل سے بنے ہوئے دو سینگ تھے۔ (یعنی ان کے سر پر پیتل سے بنا ہوا ایک خول تھا)

4۔ اس نے ایک رات خواب دیکھا کہ وہ سورج کی دونوں اطراف کو تھامے ہوئے ہیں تو جب انہوں نے یہ قصہ اپنی قوم کو سنایا انہوں نے اس پر ان کا نام ذوالقرنین رکھ دیا۔

5۔ اس لئے کہ وہ روم وفارس کے بادشاہ تھے۔

6۔ اس لئے کہ اس کے سر میں دونوں جانب سینگ کے مشابہ تانبے کی مثل دو غدود ابھرے ہوئے تھے یہ اوپر مذکورہ چار اقوال وہب بن منبہ سے مروی ہیں۔

7۔ وہ اپنے بالوں کو ہمیشہ دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کی مینڈیاں بنا کر کندھوں پر رکھتے تھے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس قول پر ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اہل عرب سر کے بالوں کی بنائی ہوئی مینڈیوں کو قرنین کا نام بھی دیتے ہیں۔''

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کا نام ذوالقرنین اس وجہ سے پڑ گیا کہ وہ روم و فارس کے بادشاہ تھے تو وہ اس وجہ سے کہ روم و فارس کی دونوں اطراف پہاڑی علاقے کی وجہ سے بلند ہیں جن کو قرنان کہا جاتا ہے تو اس لئے ان دونوں سلطنتوں کے بادشاہ کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔''

8۔ اس لئے کہ وہ کریم الطرفین تھے کہ ان کے والدین دو عزت مند گھرانے سے تعلق رکھنے والے تھے۔

9۔ اس لئے کہ وہ لوگوں میں دو قرن (صدیاں) زندہ رہے۔

10۔ اس لئے کہ انہوں نے زمین کی تاریکی اور روشنی دونوں حصوں کی سیر کی تھی۔''(۱)

مذکورہ بالا اقوال میں سے زیادہ تر اقوال علمائے محققین کی نقد و جرح سے خالی نہیں ہیں جس طرح کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد تمام پر نقد و جرح کی ہے اور صرف ان کے نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے کسی ایک رائے کو بھی ترجیح نہیں دی مگر پھر خود ہی رقمطراز ہیں:

"فهذه الآثار يشد بعضها بعضا و يدل على قدم عهد ذى القرنين."

---

۱. التفسير زاد المسير فى علم التفسير لابن الجوزى:105/3، التبصرة لابن الجوزى:168/1

''پس یہ آثار (مذکورہ) ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ذوالقرنین دورِ قدیم کا انسان ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔''(۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقوال مذکورہ کے متعلق اپنی راجح رائے کا اظہار بدیں الفاظ کرتے ہیں:

''ان تمام اقوال میں سب سے زیادہ معقول قول امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔''(۲)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہہ کو دوبارہ ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے::

''ذوالقرنین زمین کی دونوں انتہاؤں کی طرف گئے اور مشرق و مغرب کا سفر کیا اور مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ تمام ان کی مملکت میں تھا اور یہی تصدیق قرآن پاک سے بھی ثابت ہے:

''حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ.''

''یہاں تک کہ وہ سورج کے ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اور اسے ایک دلدل کے چشمے میں سورج غروب ہوتا دکھائی دیا۔''

(سورۃ الکہف ۱۸، آیت ۸۶)

پھر ان کا سفر مغرب کی جانب تھا اور ان کے سفر مشرق کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

''حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا.''

''یہاں تک کہ وہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا تو اسے ایک ایسی

---

۱. فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر 382/6

۲. البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر 123/2

قوم پر نکلتا پایا کہ ان کے لئے ہم نے اس سے علاوہ کوئی اور لباس نہیں بنایا۔''

(سورۃ الکہف:۱۸، آیت:۹۰)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہہ اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے مشرق ومغرب کے سفر کے متعلق قرآن کے الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک طرح سے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے قرآنی مضمون سے مماثلت اختیار کر جاتی ہے۔ بدیں وجہ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے قصص القرآن میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی اس ترجیحی رائے کو پسند فرمایا ہے۔(۱)

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق اس توجیہہ کی تصدیق فرمائی ہے۔(۲)

دورِ ذوالقرنین:

دورِ ذوالقرنین کے متعلق گزشتہ ابحاث کی مثل خلف وسلف علماء ومؤرخین میں کافی اختلاف ہے اس سلسلے میں امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

''دورِ ذوالقرنین کے متعلق علماء ومؤرخین میں تین اقوال ہیں:

1۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ قرن اوّل کے آدمی تھے اور یافث بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔

2۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ قوم ثمود کے بعد کے شخص تھے۔

3۔ وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

---

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوھاروی:95/2

۲ تفسیر معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی 15/5

درمیان دور فترۃ کے آدمی ہیں لیکن اس آخری رائے کے متعلق امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بعید از قیاس ہے۔"(۱)

بعض علماء کے نزدیک ان کا دورِ حیات سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ اطہر ہے کہ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور وہ ان کے صحابی ہیں اس رائے کا اظہار کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"سکندر اوّل تو بقول امام ازرقی وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھے انہوں نے آپ علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا آپ علیہ السلام پر ایمان لائے، آپ علیہ السلام کے تابعدار ہے۔انہی کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے اور سکندر ثانی کا وزیر ارسطا طالیس مشہور فلسفی تھا واللہ اعلم۔"

پھر آگے رقمطراز ہیں:

"سکندر اوّل جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے تھے جیسا کہ امام ازرقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تو اس کے بعد آپ علیہ السلام کے ساتھ طواف کیا اور اللہ کے نام پر بہت سی قربانیاں کی تھیں۔"(۲)

اسی رائے کا اظہار کرتے ہوئے شیخ الحدیث و التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

۱ التفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی 106/3، التبصرة لابن الجوزی 170/1

۲ . تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر 170/5

''ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر تھا ان پر ایمان لایا تھا ان کے صحابہ میں سے تھا۔ خانہ کعبہ کے سامنے ان سے ملا اور مصافحہ کیا اور دعا کی درخواست کی ان کی دُعا کی برکت سے مشرق و مغرب کا سفر اس پر آسان ہو گیا اور خارقِ عادت اور محیر العقول فتوحات پر اس کو قدرت حاصل ہوئی اور حضرت خضر علیہ السلام اس کے وزیر باتدبیر یا امیر لشکر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو بادشاہت کے ساتھ علم و حکمت بھی عطا فرمائی اور ہیبت کا لباس پہنایا کہ تمام روئے زمین کے بادشاہ ان کے تابع تھے اور اس سے ڈرتے تھے قریش نے یہود کی تلقین سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ کون سا بادشاہ ہے جس نے مشرق و مغرب کا سفر کیا اور اس کا قصہ کیا ہے ان آیات میں ان کے سوال کے جواب میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا کہ وہ ایک بادشاہ تھا اور مردِ صالح تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب کی حکومت اور خارقِ عادت شان و شوکت سے نوازا تھا اور ہر طرح کے ساز و سامان اس کے لئے مہیا کر دیئے تھے جیسا کہ ارشاد ہے:

" اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا. "

''ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے۔''

(سورۃ الکہف:۱۸، آیت:۸۴)(۱)

---

۱. عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی:338/7، زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی:184/5 بحوالہ تفسیر معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی:15-16/5

صاحب تفسیر نعیمی مولانا اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں تفاسیر و تواریخ میں بہت سے مختلف اقوال ملتے ہیں ہم سب سے پہلے وہ صحیح قول نقل کرتے ہیں جو احادیث اور مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یہ کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا نام سکندر تھا انہوں نے اپنے ہی نام پر وسط زمین بابل کے قریب سکندریہ شہر آباد فرمایا جو پایہ تخت (دارالخلافہ) تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحابی مومن ولی اللہ تھے۔ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، حبشی النسل تھے، والدین کے ایک ہی ولد تھے، کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے جب ان کو بادشاہت ملی تو پہلے وزیر حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے جو کچھ عرصہ رہے آپ علیہ السلام کی ولادت روم میں ہوئی اور وفات بیت المقدس میں اور مزار قریبی گاؤں زور میں ہے آپ علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چھ سو سال ہوئی ہے تین سو سال قبل از مسیح آپ علیہ السلام نے وفات پائی۔ روم کے باشندے تھے۔ ساری دنیا کے جنات اور انسانوں کے بادشاہ بنائے گئے۔ آپ علیہ السلام کے زمانہ شہنشاہی میں روئے زمین پر چار قومیں آباد تھیں:

1۔ جنوب میں قوم ھادیل

2۔ شمال میں یاجوج ماجوج

3۔ مغرب میں قوم تاویل

4۔ اور مشرق میں قوم ناسک آباد تھی۔''(۱)

۱۔ تفسیر نعیمی از مفتی اقتدار احمد خان نعیمی: 29/16

لیکن اس مذکورہ رائے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر ہیں ان کے صحابی ہیں اور ان کے ساتھ انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے اس پر مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اعتراض کیا ہے وہ انتہائی قابل توجہ اور قابل تحسین ہے موصوف اس رائے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے بدیں الفاظ رقمطراز ہیں:

''یہ اشکال حل نہیں ہوتا کہ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے عہد کا کافر بادشاہ نمرود کے حالات و واقعات قرآن کے علاوہ سیر اور تاریخ کی کتابوں کے ذریعے سے بھی بہت زیادہ روشنی میں آ چکے ہیں اور بائبل بھی اکثر حالات روشنی میں لاتی ہے تو اگر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام عہد ابراہیمی کی ایسی عظیم الشان ہستی تھی تو ان چند مختصر اور منتشر آثار کے علاوہ اس کے حالات و واقعات کیوں تاریخی حیثیت سے اس طرح سامنے نہیں آئے جس سے اس کی شخصیت صاف طور پر نمایاں نظر آتی۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے وابستہ ایسے جلیل القدر انسان کا ذکر قرآن نے کیوں واقعات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں نہیں کیا اور سورۂ کہف میں اس جانب کیوں اشارہ تک نہیں کیا گیا؟ کیا یہ بات قابل توجہ نہیں ہے کہ حضرت ابراہم علیہ السلام کے مخالف کافر بادشاہ کی مخالفت اور حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی کا تو قرآن شدومد سے ذکر کرے مگر مشارق و مغارب ارض پر حکمران ایسے بادشاہ کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر نہ کیا جائے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لایا ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کر کے ان کا مؤید ثابت ہوا اس لئے یہ کہنا شاید بے جا نہ ہوگا کہ قرآن، مرفوع احادیث، توریت اور تاریخ میں

عہد ابراہیمی کے اندر یا اس کے قریب کسی ایسے بادشاہ کا ذکر نہیں ملتا
جس کا ذکر سورۂ کہف میں ''ذوالقرنین'' کہہ کر کیا گیا ہے اور جو
اقوال وآثار اس سلسلہ میں مذکور ہیں وہ اس شخص کی تاریخی حیثیت
ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔''(۱)

ذوالقرنین اور سکندر مقدونی (رُومی)

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور سکندر مقدونی دو الگ شخصیات کے نام ہیں۔ اتفاق سے بعض حضرات نے غلطی سے سکندر مقدونی ہی کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام خیال کرلیا ہے جو سراسر غلط اور باطل نظریہ ہے۔ ہم کیسے ایک نیک الفطرت اور عظیم المرتبت شخصیت جن کا ذکر خیر قرآن پاک نے اپنے مبارک الفاظ میں کیا ہے ان کو ایک ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دے دی جائے جس کے جبر وظلم کو تاریخ اپنے اوراق میں واشگاف الفاظ میں بیان کرچکی ہے۔ اس لئے علماء مؤرخین نے اس نظریئے کا بڑے شدومد سے رَدّ فرمایا ہے۔ اپنے اس مدعا کو اور مزید مضبوط اور دلائل سے مزین کرنے کے لئے چند علماء کی آراء ذیل میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فأن ارسطو كان وزير الاسكندر بن فيلبس المقدونى وليس هذا ذالقرنين المذكور فى القرآن كما يظنه كثير منهم بل هذا كان قبل المسيح بنحو ثلاثمائة سنة.''

''بے شک ارسطو سکندر بن فیلبس مقدونی کا وزیر تھا اور یہ

۱ . قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی:96/2

(سکندر مقدونی) وہ ذوالقرنین نہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے جس طرح کہ اکثر لوگوں نے اس کے متعلق یہ گمان کیا ہے بلکہ یہ (سکندر مقدونی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو سال پہلے کا ہے۔"(۱)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر یوں فرماتے ہیں:

"والمشهور المتواتر أن أرسطو وزير الأسكندر بن فيلبس كان قبل المسيح بنحو ثلاثمائة سنة و كثير من الجهال يحسب أن هذا هو ذوالقرنين المذكور في القرآن و يعظم أرسطو بكونه كان وزيرا له كما ذكر ذلك ابن سينا و أمثاله من االجهال بأخبار الأمم."

"یہ بات تواتر کے ساتھ مشہور ہے کہ ارسطو سکندر بن فیلبس کا وزیر تھا اور اس کا زمانہ تین سو سال قبل از مسیح ہے جاہل لوگوں میں سے اکثر نے یہ خیال کر لیا ہے کہ (سکندر) قرآن میں مذکور ذوالقرنین کا مصداق ہے اور وہ ارسطو کی اپنا وزیر ہونے کی وجہ سے بڑی عزت کرتا تھا جس طرح کے ابن سینا اور ان کی مثل دوسرے تاریخ الامم سے بے بہرہ لوگوں نے یہ ذکر کیا ہے۔"(۲)

اسی کے مثل کچھ تفصیل کے ساتھ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات مجموع الفتاوی میں بھی مختلف مقامات پر موجود ہیں۔(۳)

سکندر مقدونی ہرگز قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق نہیں ہے

---

۱. الرد على المنطقيين لابن تيميه صفحه 28:

۲. الرد المنطقيين لابن تيمية :182

۳ مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية 4/161،11/171،17/332

جو حضرات یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ سکندر مقدونی ہی ذوالقرنین مذکور فی القرآن کا مصداق ہے ان کی مذمت کرتے ہوئے امام ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"و من ملوكهم الاسكندر المقدوني، و هو ابن فيلبس، و ليس هو بالأسكندر ذى القرنين الذى قص الله تعالىٰ نبأه فى القرآن، بل بينهما قرون كثيرة و بينهما فى الدين أعظم تباين، فذوالقرنين كان رجلا صالحا موحدا لله تعالىٰ، يؤمن بالله تعالىٰ و ملائكته، و كتبه، و رسله، واليوم الآخر، و كان يغزو عباد الاصنام، و بلغ مشارق الأرض و مغاربها، و بنى السد بين الناس و بين يأجوج و مأجوج، و أما هذا المقدونى فكان مشركا يعبد الاصنام هو و أهل مملكته. و كان بينه و بين المسيح نحو ألف سنة و ستمائة سنة. والنصارىٰ تؤرخ له و كان ارسطا طاليس وزيره و كان مشركا يعبد الصنام، و هو الذى غزا دارا بن دارا ملك الفرس فى عقر داره فثل عرشه، و مزق ملكه، و فرق جمعه، ثم دخل الى الصين و الهند، و بلاد الترك فقتل و سبى."

"اور ان (اہل فلاسفہ) کے بادشاہوں میں سے ایک سکندر مقدونی ہے جو فیلبس کا بیٹا ہے اور یہ وہ سکندر ذوالقرنین نہیں ہے جس کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے بلکہ دونوں کے درمیان کئی صدیوں کا فرق ہے اور دونوں کے دین میں بھی بہت زیادہ تباین

تھا۔ ذوالقرنین اللہ کا نیک، صالح اور موحد بندہ تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان کامل رکھتا تھا اور زندگی بھر بت پرستوں کے خلاف جنگ کرتا رہا اور اس مقصد کے لئے زمین کے مشرق ومغرب کناروں تک پہنچ گیا اسی نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لئے دیوار بنائی تھی اور یہ سکندر مقدونی مشرک تھا اور بتوں کی پرستش کرتا تھا اور اس کی مملکت کے لوگ بھی مشرک تھے اس کے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان تقریباً ایک ہزار اور چھ سو سال کا فاصلہ ہے اور عیسائی مؤرخین اس کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں کہ اس کا وزیر ارسطاطالیس تھا اور وہ مشرک بتوں کی پرستش کرتا تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے دارا ابن دارا پر حملہ کر کے اس کی سلطنت کو ختم کیا اور مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور اس کی جمعیت کو منتشر کیا پھر چین، ہند اور ترک میں داخل ہو کر لوگوں کا قتل عام کیا اور زندہ رہنے والوں کو قیدی بنایا۔"(۱)

جن حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ذوالقرنین ہی سکندر مقدونی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس نظریے پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کے مؤقف کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"و فی ایراد المصنف ترجمة ذی القرنین قبل ابراهیم اشارة الی توهین قول من زعم أنه الاسکندر الیونانی، لأن الأسکندر کان قریبا من زمن عیسیٰ وبین زمن ابراهیم وعیسیٰ أکثر من ألفی سنة."

۱۔ اغاثة اللهفان لابن قیم 263,264/2

''مصنف نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اس وجہ سے کیا ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کے اس قول پر رد کرنا چاہتے ہیں جو سکندر یونانی کو ذوالقرنین کہتے ہیں اس لئے کہ سکندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب زمانے کا آدمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔(اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا آدمی قرار دیتے ہیں)۔''(۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"فأما ذولقرنين الثانی فهو أسكندر بن فيلبس بن مصريم بن هرمس بن مطيون بن رومی بن لنطی بن يونان بن يافث بن يونة بن شرخون بن رومة بن شرفط بن توفيل بن رومی بن الاصفر بن يقز بن العيص بن اسحاق بن ابراهيم الخليل كذا نسبه الحافظ ابن عساكر فی تاريخه .

المقدونی اليونانی المصری بانی أسكندرية الذی يؤرخ بأيامه الروم، وكان متأخرا عن الأول بدهر طويل كان هذا قبل المسيح بنحو ثلاثمائة سنة وكان أرطاطاليس الفيلسوف وزيره وهو الذی قتل دارا بن دارا و أذل ملوك الفرس و أوطأ أرضهم. و انما نبهنا عليه لأن كثيرا من الناس يعتقد أنهما واحدا، و أن

---

۱ فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر :384/6

المذكور في القرآن هو الذي كان أرطاطاليس وزيره فيقع بسبب ذلك خطأ كبير و فساد عريض طويل كثير، فان الأول كان مؤمنا صالح و ملكا عادلا و كان وزيره الخضر، وقد كان نبيا على ما قررناه قبل هذا، وأما الثاني فكان مشركا وكان وزيره فيلسوفا وقد كان بين زمانيهما أزيد من ألفي سنة، فأين هذا من هذا لا يستويان ولا يشبهان الا على غبي لا يعرف حقائق الأمور."

''پس ذوالقرنین ثانی وہ سکندر بن فیلبس بن مصریم بن ہرمس بن میطون بن رومی بن لنطی بن یونان بن یافث بن شرخون بن رومہ بن شرفط بن توفیل بن رومی بن الاصفر بن یقز بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہے۔ جس طرح امام ابن عساکر نے ان کا نسب اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ یہ ذوالقرنین مقدونی، یونانی اور مصری ہے مشہور شہر سکندریہ کا بانی ہے اور روم کے تذکرے میں اسی کا نام آتا ہے۔ اس ذوالقرنین میں اور پہلے ذوالقرنین میں کافی طویل عرصہ ہے یہ ذوالقرنین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پرانا ہے۔ مشہور فلسفی ارسطاطالیس اس کا وزیر تھا اور اسی ذوالقرنین نے دارا بن دارا کو قتل کر کے فارس کو زیر نگیں کر کے اس پر قبضہ کیا تھا یہاں اس فرق کا ذکر ضروری تھا کیونکہ بہت سے لوگ دونوں کو ایک ہی شخص خیال کرتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ قرآن میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے یہ وہی ہے جس کا وزیر ارسطاطالیس

تھا اس طرح دونوں کو ایک ہی شخص خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہوگی اور یہ بڑی خرابی کی بات ہوگی کیونکہ پہلا ذوالقرنین بندہ مومن اور مرد صالح تھا اور نیک عادل حکمران تھا اور اس کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے بلکہ ہماری تحقیق کے وہ (حضرت خضر علیہ السلام) نبی تھے اس کے برعکس دوسرا ذوالقرنین مشرک تھا اس کا وزیر مشہور فلسفی ارسطا طالیس تھا۔ دونوں کے زمانے میں دو ہزار سال سے زیادہ کا فرق ہے لہٰذا ان دونوں میں بہت ہی زیادہ فرق ہے۔ اشتباہ کی کوئی گنجائش نہ ہے ہاں اگر کوئی دنیا ومافیہا سے بے خبر ہے تو اس کی بات الگ ہے۔"(۱)

اسی نظریئے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بدیں الفاظ فتح الباری، عمدۃ القاری اور ارشاد الساری کے حوالہ جات سے اپنا اظہار خیال کرتے ہیں:

"یہ ذوالقرنین جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور جس کو سکندر بھی کہا گیا ہے یہ سکندر یونانی کے علاوہ دوسرا بادشاہ ہے اور سکندر یونانی سے دو ہزار قبل گزرا ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ یہ ذوالقرنین وہی سکندر یونانی تھا جس نے سکندریہ کو تعمیر کیا سو یہ گمان بالکل غلط ہے اس لئے کہ ذوالقرنین جس کا قصہ قرآن میں بیان ہوا وہ مرد مؤمن اور دیندار اور انصاف شعار بادشاہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر تھا اور حضرت خضر علیہ السلام اس کے وزیر باتدبیر یا امیر لشکر تھے اور سکندر یونانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو ہزار سال بعد پیدا ہوا اور وہ

۱۔ البدایة والنہایة لابن کثیر 2/125

کافر اور مشرک تھا اور ارسطاطالیس اس کا وزیر تھا اور وہ فقط بیت المقدس تک پہنچا تھا۔ مشرق ومغرب تک نہیں پہنچا تھا اور اس نے یاجوج ماجوج کے روکنے کے لئے دیوار نہیں بنائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ ذکر کیا ہے نہ کہ سکندر یونانی کا لہٰذا دونوں ایک کیسے ہوسکتے ہیں۔"(۱)

برصغیر پاک وہند میں قصہ ذوالقرنین کے عظیم محقق مولانا ابوالکلام آزاد جن کی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق تحقیق کو علماء کی نظروں میں بڑا سراہا جاتا ہے وہ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

"سب سے پہلا حل طلب مسئلہ جو مفسرین کے سامنے آیا وہ اس کے لقب کا تھا عربی میں بھی اور عبرانی میں بھی "قرن" کے صاف معنی سینگ کے ہیں پس ذوالقرنین کا مطلب ہوا سینگوں والا لیکن چونکہ تاریخ میں کسی ایسے بادشاہ کا ذکر نہیں ملا جس کا ایسا لقب ہو اس لئے مجبوراً "قرن" کے معنی میں طرح طرح کے مکلفات کرنے پڑے پھر چونکہ فتوحات کی وسعت اور مغرب ومشرق کی حکمرانی کے لحاظ سے سکندر مقدونی کی شخصیت سب سے زیادہ مشہور رہی ہے اس لئے متاخرین کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سکندر ہی کو ذوالقرنین قرار دیا اور اگرچہ حسب عادت وہ تمام اعتراضات نقل کردیئے ہیں جو اس تفسیر پر وارد ہوتے ہیں لیکن پھر

---

۱ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی 337/7، فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر: 270/6، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری 111/7 بحوالہ تفسیر معارف القرآن از محمد ادریس کاندھلوی 16/5

حسب عادت ان کے بے محل جوابات پر مطمئن بھی ہو گئے ہیں
حالانکہ کسی اعتبار سے بھی قرآن کا ذوالقرنین سکندر مقدونی نہیں ہو
سکتا نہ تو وہ خدا پرست تھا نہ عادل تھا نہ مفتوح قوموں کے لئے فیاض
تھا اور نہ اس نے کوئی سد ہی بنائی۔''(۱)

عظیم مفکرِ اسلام، ترجمان القرآن اور صاحب تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ میں تحقیق ہدیہ قارئین کی جارہی ہے مولانا یوں رقمطراز ہیں:

''یہ مسئلہ قدیم زمانے سے اب تک مختلف فیہ رہا ہے کہ یہ ذوالقرنین
جس کا ذکر ہو رہا ہے کون تھا قدیم زمانے میں بالعموم مفسرین کا
میلان سکندر کی طرف تھا لیکن قرآن میں اس کی جو صفات بیان کی گئی
ہیں وہ مشکل ہی سے سکندر پر چسپاں ہوتی ہیں۔''(۲)

سکندر مقدونی:

سکندر مقدونی کے متعلق جیسا کہ گزشتہ بحث میں مختصر انداز میں رقم کیا جاچکا ہے اس بحث میں خاص سکندر مقدونی ہی کے متعلق تفصیل رقم کی جارہی ہے کہ وہ بے دین، مشرک اور انتہائی متکبر انسان تھا۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مقالہ نگار اس کے متعلق بدیں الفاظ رقم طراز ہے:

''جب سکندر دریائے ستلج کے کنارے پہنچا تو اس نے اپنی فوج کو دریا
عبور کرنے کا حکم دیا لیکن فوج نے دریا عبور کرنے سے انکار کر دیا اس
پر سکندر نے اپنے افسروں کے سامنے مزید فتوحات کی سکیم پیش کی

۱۔ تفسیر ترجمان از امام الھند مولانا ابو الکلام آزاد 464,465/2

۲۔ تفہیم القرآن از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی 42,43/3

لیکن یہ بے سود ثابت ہوئی تب سکندر نے حسب دستور دریا کے پاس
دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھائی اور (اپنے عقیدے کے مطابق) دیوتاؤں
کی اجازت نہ سمجھتے ہوئے پیش قدمی سے باز آیا اور واپس لوٹ گیا۔"(۱)

بستانی کے انسائیکلوپیڈیا میں اس کے عقائد ونظریات کی ان الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے:

"سکندر جب مصر پہنچا تو لیبیا کے کاہنوں اور باشندوں کو خوش کرنے
کے لئے ان کے معبود (مشتری) کی پرستش کی۔"(۲)

بستانی کے بیان کے مطابق سکندر مقدونی نے جو اپنی موت کے وقت وصیت کی اس سے یہ بات واشگاف الفاظ میں احاطہ قلم لائی جاسکتی ہے کہ سکندر مقدونی اپنے کفر وشر اور بے دینیت کے نظریات کے ساتھ ہی دنیا سے رُخصت ہوا۔

بستانی اس کی وصیت کو بدیں الفاظ رقم کرتا ہے:

"پھر جب سکندر نے دیکھا کہ اب زیست کی کوئی امید باقی نہیں رہی
اور اس کی موت کا وقت قریب آ گیا تو اس نے اپنی انگلی سے شاہی مہر
نکال کر اپنے امیر بردیکاس کو دی اور اس کو وصیت کی کہ مجھ کو
سیوہ (SIWA) کے اطراف میں مشتری دیوتا کے ہیکل میں بتوں
کے درمیان دفن کیا جائے۔"(۳)

---

۱ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: 484/1 بحوالہ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 87/2

۲. دائرۃ المعارف للبستانی 546/3 بحوالہ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی: 86/2

۳ دائرۃ المعارف للبستانی 548/3 بحوالہ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی: 548/3

اس کے اعتقادات کے متعلق اب ذیل میں مزید دو عبارتیں بحوالہ پیش کی جارہی ہیں جن سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ وہ اپنی بے اعتقادی اور غرور وتکبر میں کس حد تک جاچکا تھا کہ وہ نمرود و فرعون کی مثل خدائی دعویٰ پر اُتر آیا تھا۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مقالہ نگار یوں لکھتا ہے:

''جب سکندر باختریا بلخ (BACTRA) لوٹ آیا اور اوکریانس کی بیٹی روکزانا (ROXA NA) سے شادی کی تو شادی کی دعوت کے موقع کو غنیمت جان کر اس نے اپنے یونانی اور مقدونی پیروؤں سے اپنی خدائی کا اعتراف کروانا چاہا۔''(۱)

بستانی اپنے الفاظ میں اس کی فرعونیت ونمرودیت کا اظہار یوں کرتا ہے:

''یونان اور اسپایان کے لوگوں کو اپنے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا اور اپنے تئیں معبود کہلاتا تھا۔''(۲)

ان تمام مذکورہ عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا بے دین، ملحد اور فرعونیت و نمرودنیت جیسے خدائی دعوے کرنا ایک متفق تاریخی حقیقت ہے۔ اب ہم اس بات کو ہدیہ قارئین کرنے جارہے ہیں کہ جہاں اس کی لادینیت ایک تاریخی حقیقت ہے وہاں اس کا بنو آدم سے کئے جانے والا ظلم بھی ایک مسلمہ تاریخی باب ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مقالہ نگار یوں لکھتا ہے:

''درحقیقت اس کے دماغ کا توازن شروع ہی سے بگڑ گیا تھا۔ یہ ظالم اور جابر انسان جو اپنے آپ کو خدا (نعوذ باللہ) سمجھتا تھا جو اپنے دوست کے سینے میں برچھی گھونپ کر مسرور ہوتا تھا جو ایک دوسرے

---

۱. انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: 484/1

۲. دائرۃ المعارف للبستانی: 547/2

دوست کو سخت ترین جسمانی سزا پہنچا کر اس کی چیخ پر حقارت آمیز انداز میں متبسم ہوتا تھا وہ ایک عادل دماغ فرمانروا اور مدبر ہونے سے بہت دور تھا۔''(۱)

مزید مقالہ نگار بدیں الفاظ رقمطراز ہے:

''ہر شخص اس سے خوشامدانہ انداز میں بات کرنے پر مجبور تھا پلوٹارک (PLOTAROK) لکھتا ہے کہ اس کو اپنی پرانی عادت یعنی انسانوں کا شکار کرنے میں بڑی تسلی و تشفی اور سکون حاصل ہوتا تھا۔''(۲)

اس کا غرور و تکبر اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ وہ زندہ نسل بنی آدم کو اپنے جبر و ظلم کا نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ فوت شدگان اور اہل قبور کے ساتھ توہین آمیز حرکات سے باز نہ رہا اس کے اس سارے ظلم و تشدد اور نوع انسانی کے ساتھ اندازِ برتاؤ یہ واضح کرتا ہے کہ وہ ''انا لا غیری'' (میں ہوں میرے علاوہ دوسرا کوئی نہیں) کے اس عربی مقولے کو اپنے ذہن میں بطور اعتقاد ثبت کر چکا تھا اس کی انہی توہین آمیز اور ظالمانہ حرکات کا جائزہ لیتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

''آخر کار وہ پسرگیڈا (اصطخر) (PASARGADAE) پہنچا اور سائرس کی قبر کا پتہ لگا کر اسے کھدوایا اور لوٹا اور اس کی توہین کی۔''(۳)

---

۱. انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا 485/1 بحوالہ قصص القرآن از حفظ الرحمن سیوہاروی:88/2

۲. انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا:485/1

۳. انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا:484/1

مزید مقالہ نگار رقم طراز ہے:

''پسر گیڈا میں (قابض ہو جانے کے بعد) اس کو بے شمار مال و دولت اور اسباب ہاتھ آیا جس کی قیمت کا اندازہ ایک کروڑ تیس لاکھ پونڈ کے قریب کیا جاتا ہے اس دولت کو لوٹنے کے بعد اس نے شہر کے تمام مردوں اور اولادِ ذکور کو تہ تیغ کیا، عورتوں اور اولادِ اناث کو باندیاں بنالیا۔''(۱)

سکندر مقدونی کے متعلق اوپر مذکور تاریخی حالات سے خلاصہ بحث یا حاصل کلام کے طور پر مندرجہ ذیل باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

1۔ سکندر مقدونی بے دین و مشرک اور انتہائی مغرور و متکبر انسان تھا۔

2۔ وہ نوع انسانی کے حقوق کا غاصب و دشمن اور انتہائی جابر و ظالم انسان تھا۔

3۔ وہ اللہ رب العزت کی بنائی ہوئی زمین پر اس قدر سرکش ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی حدود کو تجاوز کرتے ہوئے۔ اس قدر علم بغاوت کر چکا تھا کہ وہ نمرود و فرعون کی طرح خدائی دعویٰ کرنے لگا۔

4۔ اس کی تاریخی فتوحات کے ذکر میں کسی ایسی دیوار کی تعمیر کا ذکر نہیں آتا جو اس نے کسی قوم پر حملے کے بچاؤ کے لئے کسی دوسری قوم کے سامنے تعمیر کی ہو۔

5۔ اس کی مکمل تاریخ میں اس کا یاجوج ماجوج کی مثل قوم کے ساتھ مقابلہ کا ذکر دُور دُور تک ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔

6۔ اس کی فتوحات کا دائرہ اس قدر وسیع نہ تھا اور خصوصاً مغرب کی طرف اس کی کسی خاص تاریخی مہم کا ذکر کرنے سے تاریخ کے اوراق قاصر نظر آتے ہیں جس

---

۱ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا 483/1 بحوالہ قصص القرآن از حفظ الرحمن سیوہاروی 88/2:

قدر قرآن میں مذکور سیدنا ذوالقرنین علیہ السلام کی فتوحات کا سلسلہ زمین کی چاروں اطراف مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں پھیلا ہوا تھا۔

قرآنِ عظیم میں مذکور ذوالقرنین کی صفات:

سکندر مقدونی کے متعلق گزشتہ بحث کے آخر میں خلاصہ بحث اور حاصل کلام کے طور پر جو چھ باتیں ذکر کی گئی تھیں ان کو ذہن نشین کر لینے کے بعد حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق قرآن کی بیان کردہ صفات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کوئی اہل علم وعقل، اہل ارباب و دانش اور صاحب انصاف سکندر مقدونی کو ہرگز قرآن میں مذکور ذوالقرنین کا مصداق کہنے کی علمی غلطی اور علمی خیانت نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن کی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی بیان کردہ صفات کسی صورت میں بھی سکندر مقدونی پر چسپاں نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ اگر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور سکندر کی صفات کا بنظر غائیر اور بنظر انصاف مطالعہ کیا جائے تو سکندر مقدونی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام جیسی مبارک شخصیت سے بالکل برعکس شخص نظر آتا ہے اس لئے کسی بھی شخص کو قرآن میں مذکور ذوالقرنین کا مصداق کہنے کا دعویٰ کرنے سے پہلے اس مبارک شخصیت کا درج ذیل صفات سے متصف ہونا لازمی ہے۔

ان صفات کو مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنی انداز تحریر میں یوں رقم فرماتے ہیں:

1۔ ''اس کا مطلب ذوالقرنین (لغوی معنی ''دو سینگوں والا'') کم از کم جن کے متعلق یہودیوں نے اس کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، ضرور معروف ہونا چاہیے اس لئے لامحالہ ہمیں یہ معلوم کرنے کے لئے اسرائیلی لٹریچر کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کہ وہ ''دو سینگوں والے'' کی حیثیت سے کس شخصیت یا سلطنت کو جانتے ہیں۔

2۔ وہ ضرور کوئی بڑا فرمانروا اور فاتح ہونا چاہیے جس کی فتوحات مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوں اور تیسری جانب شمال یا جنوب میں بھی وسیع ہوئی ہوں ایسی شخصیتیں نزولِ قرآن سے پہلے چند ہی گزری ہیں اور لامحالہ انہی میں سے کسی میں اس کی دوسری خصوصیات ہمیں تلاش کرنی ہوں گی۔

3۔ اس کا مصداق ضرور کوئی ایسا فرمانروا ہونا چاہیے جس نے اپنی مملکت کو یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچاؤ کے لئے کسی پہاڑی درے پر ایک مستحکم دیوار بنائی ہو اس علامت کی تحقیق کے لئے ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہو گا کہ یاجوج ماجوج سے مراد کون سی قومیں ہیں اور پھر یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ ان کے علاقے سے متصل کونسی ایسی دیوار کبھی دنیا میں بنائی گئی ہے اور وہ کس نے بنائی ہے؟

4۔ اس میں مذکورہ بالا خصوصیات کے ساتھ ایک یہ بھی خصوصیت پائی جانی چاہیے کہ وہ خدا پرست اور عادل فرمانروا ہو، کیونکہ قرآن یہاں سب سے بڑھ کر اس کی اسی خصوصیت کو نمایاں کرتا ہے۔"(۱)

قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات طیبہ کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد یوں رقم فرماتے ہیں:

"قرآن نے ذوالقرنین کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے اس پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل امور سامنے آتے ہیں:

اوّلاً: جس شخصیت کی نسبت پوچھا گیا ہے وہ یہودیوں میں ذوالقرنین کے نام سے مشہور تھی یعنی ذوالقرنین کا لقب خود قرآن نے تجویز نہیں کیا ہے، پوچھنے والوں کا مجوزہ (تجویز کردہ) ہے کیونکہ فرمایا (وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ)(83)۔

---

۱. تفہیم القرآن از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی:43/3

ثانیاً: اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اسے حکمرانی عطا فرمائی تھی اور ہر طرح کا ساز وسامان جو ایک حکمران کے لئے ہوسکتا تھا اس کے لئے فراہم ہوگیا تھا۔

ثالثاً: اس کی بڑی تین مہمیں تھیں: پہلے مغربی ممالک فتح کیے، پھر مشرقی، پھر ایک ایسے مقام تک فتح کرتے ہوئے چلا گیا جہاں پہاڑی درہ تھا اور اس کی دوسری طرف یاجوج ماجوج آکر لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔

رابعاً: اس نے وہاں ایک نہایت محکم سد تعمیر کردی اور یاجوج ماجوج کی راہ بند کردی۔

خامساً: وہ ایک عادل حکمران تھا جب وہ مغرب کی طرف فتح کرتا ہوا دور تک چلا گیا تو ایک قوم ملی جس نے خیال کیا کہ دنیا کے تمام بادشاہوں کی طرح ذوالقرنین بھی ظلم وتشدد کرے گا لیکن حضرت ذوالقرنین نے اعلان کیا کہ بے گناہوں کے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ جو لوگ نیک عملی کی راہ چلیں گے ان کے لئے ویسا ہی اجر بھی ہوگا البتہ ڈرنا انہیں چاہیے جو جرم وبد عملی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (85)

سادساً: وہ خدا پرست اور راست باز انسان تھا اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا تھا۔

سابعاً: وہ نفس پرست بادشاہوں کی طرح طامع اور حریص نہ تھا جب ایک قوم نے کہا یاجوج ماجوج ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک سد تعمیر کردیں ہم خراج دیں گے تو اس نے کہا (ما مکنی فیہ ربی خیر) جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہی میرے لئے بہتر ہے میں تمہارے خراج کا طامع نہیں، یعنی میں خراج کی طمع سے یہ کام نہیں کروں گا اپنا فرض سمجھ کر سر انجام دوں گا۔"(1)

سکندر مقدونی کے مختصر حالاتِ زندگی اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات مبارکہ کا جائزہ لیتے ہوئے اس بحث کے اختتام پر ہم اپنے مؤقف کو تشفی قلب کے ساتھ اور

1 ترجمان القرآن از امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد 464/2

واشگاف الفاظ میں رقم کر سکتے ہیں کہ سکندر مقدونی جیسا بے دین وملحد اور جابر وظالم انسان ہرگز اور قطعاً حضرت ذوالقرنین علیہ السلام جیسی مبارک خداپرست اور راست باز شخصیت کا مصداق نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں متقدمین و مؤرخین مفسرین علماء میں سے جن بعض حضرات نے سکندر مقدونی ہی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے وہ اس تاریخی بحث کی تحقیق میں خطا اور بھول کا شکار ہوئے ہیں۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

اور سکندر مقدونی کی صفات کا تقابلی جائزہ

قرآن حکیم میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفاتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے کا بعد جب سکندر مقدونی کے حالاتِ زندگی کے لئے تاریخی اوراق کا جائزہ لیا جائے تو دونوں شخصیات کی صفات میں مشرق ومغرب کی دُوری اور تضاد بیانی کا شکار نظر آتی ہیں تو اس ساری مسلمہ حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے سکندر مقدونی ہی کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق قرار دینا یہ نظریہ وخیال انتہائی بعید از عقل اور بعید از قیاس نظر آتا ہے اس بات کو مزید واضح اور عام فہم انداز میں سمجھانے کے لئے دونوں شخصیات کی صفات کا تقابلی جائزہ ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

1۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو لقب ذوالقرنین کے ساتھ اہل یہود کے ہاں پہچانا جاتا تھا۔

اس کے برعکس سکندر مقدونی اہل یہود کے ہاں سکندر اعظم کے لقب سے تو یاد کیا جاتا ہے لیکن اہل یہود کے ہاں اس کا لقب ذوالقرنین بتانے کے لئے تاریخی اوراق خالی نظر آتے ہیں۔

2۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک حکمران کے تمام ساز وسامان سے

نوازا تھا یہاں تک کہ ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا گیا تھا۔
اس کے برعکس سکندر مقدونی لوہے کو نرم کر دیئے جانے والی صفت سے محروم تھا۔

3۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی تین بڑی مہمیں تھیں پہلی مغربی ممالک کی فتوحات، پھر مشرقی اور پھر ایک ایسے مقام کی طرف فتح کرتے ہوئے چلے گئے جہاں پہاڑی درہ تھا اور اس کی دوسری طرف یاجوج ماجوج آ کر لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔
اس کے برعکس سکندر مقدونی خواہ کتنا بڑا فاتح تھا لیکن مغربی ممالک کی طرف سلسلہ فتوحات اس کی فتوحاتی سرگرمیوں کے تاریخی باب میں یکسر خالی نظر آتا ہے۔

4۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے اس پہاڑی درے کے پاس یاجوج ماجوج کا راستہ بند کرنے کے لئے ایک مضبوط دیوار تعمیر کی تھی۔
اس کے برعکس سکندر مقدونی کے حالات زندگی پر مشتمل تاریخی اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ اس نے اس طرح کی کوئی دیوار تعمیر نہیں کی اور نہ ہی اس کا یاجوج ماجوج کی مثل کسی قوم کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تھا۔

5۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ایک عادل و نیک حکمران اور اس کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے داعی تھے۔
اس کے برعکس سکندر مقدونی انسانی حقوق کا غاصب و دشمن اور ایک جابر و ظالم حکمران تھا وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا داعی ہونے کی بجائے خود بد عملی اور بد کرداری کا مجسمہ اور بتوں کا پجاری تھا۔

6۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ایک خدا پرست، راست باز اور آخرت پر یقین رکھنے والے انسان تھے۔

اس کے برعکس سکندر مقدونی ایک بت پرست انسان تھا اور سرکشی کی حدود کو تجاوز کرتے ہوئے اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ فرعون و نمرود کی مثل خدائی دعویٰ کر بیٹھا اور اس کے حالاتِ زندگی کے لئے تاریخی اوراق کا مطالعہ کیا جائے تو اس کا نوع انسانی پر ظلم و تشدد اور اس فعل قبیحہ پر غرور و تکبر کرنا اور اس طرح کے دیگر اعمال سیئہ کا مرتکب ہونا اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ یوم آخرت کے دن کا منکر تھا۔

7۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نفس پرست بادشاہوں کی طرح طامع اور حریص نہ تھے۔

اس کے برعکس سکندر مقدونی صرف نفس پرست، طامع اور حریص حکمران ہی نہ تھا بلکہ وہ لوگوں کے مال و دولت کو لوٹنے میں تشفی قلب محسوس کرتا تھا۔

8۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام بعض علماء کے نزدیک نبی تھے۔

اس کے برعکس سکندر مقدونی کا نبی ہونا تو دور کی بات ہے وہ کافر و ملحد اور بے دین انسان تو کسی نبی کا پیروکار بھی نہ تھا۔

اس باب میں سنداً کمزور اور ضعیف روایات

۱. ''عن سالم بن ابی الجعد قال: سئل علی عن ذی القرنین: انبی هو؟ فقال: سمعت نبیکم یقول هو عبد ناصح الله نصحه.''

''حضرت سالم بن ابوالجعد سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا وہ نبی تھے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ تھا کہ جو پیکر اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی قدر فرماتا تھا۔''(۱)

۲. ''عن الاحوص بن حکیم عن ابیه، ان النبی سئل عن ذی القرنین فقال: هو ملک مسح الارض بالاحسان.''

---

۱. التفسیر المظهری للمحمد ثناء الله المظهری:62/6، الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی:631/9، التفسیر روح المعانی للآلوسی بغدادی:352/8، یہ روایت ضعیف ہے۔

ترجمہ: ''احوص بن حکیم کے باپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بادشاہ تھا، اس نے زمین میں احسان پھیلایا تھا۔''(۱)

۳. ''عن خالد بن معدان الکلاعی ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سئل ذی القرنین فقال: ملك مسح الارض من تحتھا بالاسباب.''

''حضرت خالد بن معدان کلاعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بادشاہ تھا جس نے زمین کے نیچے سے اسباب کے ذریعے برکت حاصل کی تھی۔''(۲)

٤. ''فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحم اللّٰہ أخی ذاالقرنین، دخل الظلمۃ و خرج منھا زاھدًا. لانہ لوخرج منھا راغبا لما ترك منھا صخراً الا أخرجہ.''

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی

---

۱. الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی 632/9، التفسیر ابن ابی حاتم:2382/7، رقم:12938، فتح القدیر للشوکانی:310/3

۲. معانی القرآن للنحاس:284/4، الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی:632/9، جامع البیان فی تأویل القرآن للبطری:47/18، رقم:17584، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی.46/11، کتاب العظمۃ لأبی الشیخ الأصبھانی:1479/4

ذوالقرنین پر رحم فرمائے وہ ظلمت میں داخل ہوئے اور اس سے عدم دلچسپی کے ساتھ باہر نکلے وہ اگر اس سے رغبت کرتے ہوئے باہر نکلتے تو اس کا کوئی بھی پتھر نہ چھوڑتے مگر باہر لے آتے۔"(۱)

۵. "قال ابو جعفر ان رسول اللہ ﷺ قال: رحم اللّٰہ أخی ذاالقرنین، لوظفر بالزبر جد فی مبداہ ماترك منه شیئا حتی یخرجه الی الناس: لانه کان راغبا فی الدنیا. و لکنه ظفر به وھو زاھد فی الدنیا لاحاجة له فیھا."

"حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی ذوالقرنین پر رحم فرمائے اگر وہ زبرجد کو ابتداء میں پا لیتے تو کوئی چیز بھی اس میں نہ چھوڑتے حتیٰ کہ وہ لوگوں کی طرف نکال کر لاتے کیونکہ ابتداء میں وہ دنیا کی طرف راغب تھے لیکن وہ اس کے پانے پر اس وقت کامیاب ہوئے جب کہ ان کی دنیا سے دلچسپی ختم ہو چکی تھی اور انہیں دنیا کی کوئی حاجت نہ تھی۔"(۲)

۶. "قال رسول اللہ ﷺ ماقام بدومة الجندل فعبداللّٰہ فیھا حتیٰ مات."

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دومۃ الجندل میں ٹھہرے اس

---

۱ الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی: 657/9، اس روایت امام سیوطی نے "الدر المنثور فی التفسیر الماثور" میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

۲ الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی:657/9، کتاب العظمة لأبی الشیخ:1467/4، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر:350/17، مختصر تاریخ دمشق الکبیر لابن منظور:121/3

میں اللہ کی عبادت کرتے رہے حتیٰ کہ وصال کر گئے۔"(۱)

۷. "عن عمر انه سمع رجلًا ينادي بمنى: ياذاالقرنين، فقال له عمر: هل انتم قد سميتم باسماء الانبياء، فما بالكم و اسماء الملائكة؟"

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو یاذاالقرنین کہتے سنا تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے تم نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء کے ساتھ اپنے نام رکھے اس پر اکتفا نہ کیا حتیٰ کہ تم نے فرشتوں کے نام رکھنے شروع کر دیئے۔"(۲)

۸. "عن سليمان بن الاشج صاحب كعب الاحبار، ان

---

۱. الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی:657/9، اس روایت کو امام سیوطی نے "الدر المنثور فی التفسیر الماثور" میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

۲. التفسیر المظهری:62/6، الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی:633/9، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل و عيون الأقاويل فی وجوه التأويل للزمخشری:743/2، المحرر الوجيز فی التفسير الكتاب العزيز لابن عطية الأندلسی:538/3، معالم التنزيل فی التفسير القرآن للبغوی:212/3، التفسير الخازن للامام خازن:175/3، التفسير الكبير للامام الرازی:494/21، جامع البيان فی تفسير ای القرآن للطبری:390/15، رقم:23505، الجامع لاحكام القرآن للقرطبی:46/11، تفسير فتح القدير للشوكانی:310/3، روح المعانی فی التفسير القرآن العظيم والسبع المثانی للآلوسی بغدادی.346/8، كتاب العظمة لأبی الشيخ:1479/4، البداية والنهاية لابن كثير:122/2 یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے جیسا کہ علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: هذا قول غريب بل لا يكاد يصح، یہ قول سنداً کمزور ہے بلکہ یہ صحتِ سند کے قریب بھی نہیں ہے۔

ذاالقرنين كان رجلًا طوافاً صالحاً فلما وقف على جبل آدم الذى هبط عليه و نظر الى اثره هاله، فقال له الخضر: و كان صاحب لوائه الاكبر، مالك ايهاالملك؟ قال: هذا اثرالآدميين اری موضع الكفين والقدمين و هذه القرحه، و ارى هذه الاشجار هوله قائمة يابسة يسيل منها ماء احمر، ان لها لشاناً. فقال له الخضر، و كان قد اعطى العلم والفهم، ايهاالملك الاترى الورقة المعلقة النخلة الكبيرة قال: بلى قال فهى تخبرك بشان هذا الموضع و كان الخضر يقرا كل كتاب، فقال ايهاالملك، ارى كتاباً فيه! بسم اللّٰه الرحمن الرحيم هٰذا كتاب من آدم ابى البشر، اوصيكم ذريتى و بناتى ان تحذرو عدوى و عدوكم ابليس الذى كان يلين كلامه و فجورامنيته، انزلنى من الفردوس الى تربة الدنيا والقيت على موضعى هذا لايلتفت الى مائتى سنة بغطيئة واحدة حتى درست فى الارض و هذا اثرى و هذه الاشجار من دموع عينى فعلى فى هذه التربة انزلت التوبة، فتوبوا من قبل ان تندموا و بادر و من قبل ان يبادر بكم و قدموا من قبل ان يقدم بكم فنزل ذوالقرنين فمسح موضع جلوس آدم فاذا هو ثمانون و مائة ميل، ثم احصى الاشجار فاذا هى تسمائة شجرة كلها من د مو ع آدم نبتت، فلما قتل

قابیل هابیل تعولت یابسة و هی تبکی دماً احمر فقال ذوالقرنین للخضر: ارجع بنا فلا طلبت الدنیا بعد ها."

''سلیمان بن اشج صاحب کعب الاحبار سے روایت ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک اور زمین کا چکر لگانے والا شخص تھا۔ جب وہ اس پہاڑ پر کھڑا ہوا جس پر آدم علیہ السلام اتارے گئے تھے تو اس نے آپ کے اثر اور نشانات کو دیکھا حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو کہا بڑے جھنڈے والے اے بادشاہ تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا یہ انسانوں کے نشانات ہیں، میں ہاتھوں اور قدموں کے نشانات دیکھ رہا ہوں یہ سفید زمین ہے میں اس کے اردگرد خشک درخت دیکھ رہا ہوں جن سے سرخ پانی بہہ رہا ہے، اس کی کوئی بڑی شان ہے حضرت خضر علیہ السلام نے اسے کہا آپ کو علم اور فہم عطا کیا گیا ہے اے بادشاہ! کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک پتہ بڑی کھجور کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ ذوالقرنین بادشاہ نے کہا: وہ تو میں دیکھ رہا ہوں یہ تجھے اس کی شان کی خبر دے رہا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام ہر کتاب پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں ایک کتاب دکھاتا ہوں جس میں یہ لکھا ہوا ہے ''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے یہ کتاب ابوالبشر آدم کی طرف سے ہے میں اپنی اولاد اور اپنی بیٹیوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ابلیس کو میرا اور اپنا دشمن سمجھو جو اپنے کلام اور اپنی غلط خواہشات کو بڑے نرم لہجہ میں پیش کرتا ہے۔ اس نے مجھے جنت الفردوس سے دنیا کی مٹی کی طرف اتارا اور مجھے اس جگہ پر ڈال دیا کہ میری ایک خطا کی وجہ سے دو سو سال میری طرف توجہ تک نہیں کی گئی حتیٰ کہ میں نے زمین کو روندا

اور یہ میرا نشان ہے اور یہ درخت میرے آنسوؤں کے پانی سے پیدا ہوئے ہیں اسی مٹی پر میری توبہ نازل ہوئی پس تم شرمندہ ہونے سے پہلے توبہ کرو اور جلدی کرو اس سے پہلے کہ تمہارے لئے جلدی کی جائے اور اعمال پیش کرو اس سے پہلے کہ تمہیں پیش کیا جائے۔ ذوالقرنین اترے۔ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹھنے کی جگہ کو چھوا وہ ایک سو اسی میل تھی پھر درخت شمار کیے تو وہ نو سو درخت تھے۔ تمام کے تمام حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے اُگے تھے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو یہ سب درخت خشک ہو گئے اور یہ سرخ خون رونے لگے، حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا ہمارے پاس لوٹ آؤ۔ اس کے بعد دنیا طلب نہیں کی جائے گی۔''(۱)

۱. تاریخ دمشق لابن عساکر: 418/7، الدرالمنثور فی التفسیر الماثور للسیوطی: 437/4 یہ قول کعب الاحبار کا ہے جو کہ اکثر اوقات بے سند بنی اسرئیلی روایات بیان کرتا ہے اور اس روایت میں بیان کردہ بعض الفاظ اکثر احادیث صحیحہ کے متضاد بھی ہیں جن کی بناء پر یہ روایت ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ یہ محدثین کے ہاں ایک مسلمہ قانون ہے کہ جو بھی بنی اسرائیلی روایت احادیث صحیحہ کے خلاف آئے گی اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

باب ۴

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور سائرس اعظم

گزشتہ اوراق میں ہم مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کر چکے ہیں کہ نزول قرآن سے قبل ایسی شخصیات کم ہی ہیں جن کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہی وہ شخصیت قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی مصداق ہے اس سلسلہ تحقیق میں ہم قبل از اوراق سکندر مقدونی کی شخصیت کا تذکرہ بھی کر چکے ہیں کہ اس کے متعلق ایک عظیم فاتح ہونے کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اسی سکندر مقدونی کا تذکرہ ایک عظیم فاتح کی حیثیت سے قرآن حکیم میں لقب ذوالقرنین کی صورت میں کیا گیا ہے لیکن اس کے متعلق ہم گزشتہ اوراق میں بالتفصیل عرض کر چکے ہیں کہ اس کو کسی صورت میں بھی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کی صفات کا حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات پر چسپاں ہونا تو دور کی بات ہے بلکہ سکندر مقدونی کی شخصیت تو بالکل حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت کے برعکس معلوم ہوتی ہے۔

تو پھر اسی تحقیق کے سلسلہ میں اس بات کا سراغ لگانا ہے کہ آخر بنی اسرائیل میں وہ کون سی مبارک شخصیت ہے جس پر قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات چسپاں ہوتی ہیں کیونکہ لامحالہ اس شخصیت کا تعلق بنی اسرائیل ہی سے ہے تو اس تحقیقی بحث

میں یہ بات بھی لازم وملزوم ہے کہ اس کے لئے ہمیں اسرائیلی لٹریچر کا بغور مطالعہ کرنا پڑے گا۔ تو بات مختصر مؤرخین اور علمائے مفسرین کی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت کے تعین تحقیق میں زیادہ تر نظریں ایک دوسری شخصیت کی طرف اٹھتی ہیں وہ شخصیت کتب بنی اسرائیل اور دیگر کتب تواریخ میں اپنا نام ''سائرس'' رکھتی ہے انہی کے متعلق ہم ذیل میں تحقیق کرنے جارہے ہیں کہ کیا یہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق ہیں یا نہ ہیں۔ یہی وہ شخصیت ہے جس کو عیسائی ''خورس''، اہل عرب ''کیخسرو'' اور اہل یہودان کو ''سائرس'' کے نام سے اپنی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ اہل یہود کی نظروں میں سائرس ایک عظیم المرتبت شخصیت ہیں۔ ان کی نظروں میں ان کے مقام ومرتبہ کی وجہ وہ تاریخی حقیقت ہے کہ انہی کی وجہ سے مہبط بنی اسرائیل (یروشلم) اور قوم بنی اسرائیل کو ایک جابر وظالم اور بت پرست بادشاہ کی غلامی سے نجات ملی اور جو خدا کے کلمہ کو بلند کرنے میں انبیائے بنی اسرائیل کا معاون ومددگار ثابت ہوا اسی تاریخی داستان کو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں بغیر کسی اضافہ وترمیم سے ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ 700 ق م عراق میں دو عظیم الشان حکومتیں اپنے قاہرانہ وجابرانہ تسلط کے ساتھ قائم تھیں۔ ایک آشوری حکومت اور اس کا دارالحکومت نینویٰ تھا اور دوسری بابلی حکومت اور اس کا دارالحکومت بابل تھا لیکن 612 ق م میں نینویٰ کی حکومت کو زوال آگیا اور اب بابلی حکومت بلاشرکت غیرے دونوں حکومتوں کے مقبوضات کی مالک اور وقت کی بہت بڑی طاقت بن گئی یہی زمانہ تھا جب کہ بابل کے تخت پر بخت نصر (نبوکدنذر اس نام کی املا دو طرح منقول ہے ''نبوکدزار'' ''نبوکدنذر'') سریر آرائے سلطنت ہوا،

یہ بادشاہ ذاتی طور پر بہادر اور صاحب تدبیر تھا مگر ساتھ ہی سخت جابر وظالم بھی تھا کتب تاریخ میں مشہور ہے کہ یہ صرف ملکوں کو فتح ہی نہیں کرتا تھا بلکہ قوموں کو غلام بنا کر بھیڑوں کی طرح بابل لے جاتا اور بڑے بڑے متمدن اور بے نظیر شہروں کو برباد کر کے کھنڈر چھوڑ جاتا تھا۔

ادھر ایک عرصہ سے بنی اسرائیل کی روحانی، اخلاقی اور اجتماعی زندگی کو گھن لگ چکا تھا اور بداعمالیوں اور بدکرداریوں نے اس درجہ ان کو ذلیل وخوار کر دیا تھا کہ جو انبیاء ان کی رشد وہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور ان کی بدکرداریوں پر ان کو وعظ ونصیحت اور تنبیہ کرتے تو یہ ان کو قتل کر دینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بخت نصر خدا کا عذاب بن کر ان پر چڑھ آیا اور ایک لاکھ سے زائد بنی اسرائیل کو غلام بنا کر بکریوں کے گلہ کی طرح ہنکا کر لے گیا اور بیت المقدس جیسے خوبصورت اور مقدس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یہ حادثہ بنی اسرائیل کے لئے ایسا ہوش ربا تھا کہ اس نے ان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو تباہ وبرباد کر ڈالا اور وہ انتہائی مایوسی کی حالت میں بابل کے اندر غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

بنی اسرائیل پر گزرے ہوئے ان واقعات کی خبر اگرچہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے حضرت یسعیاہ علیہ السلام (شعیا) اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے وحی والہام کے ذریعے سے پیش آنے سے قبل ہی سنا دی تھی مگر وہ اس زمانے میں اپنی نافرمانیوں میں اس درجہ سرشار وسرمست تھے کہ انہوں نے ان پیشین گوئیوں کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ اب جب کہ یہ

ہولناک واقعات سر پر سے گزرنے لگے تو ان کی آنکھیں کھلیں مگر ایسے وقت کھلیں کہ رنج وافسوس اور حزن وملال سب بیکار تھا اور کوئی ترکیب نہیں تھی کہ وہ اس عذاب سے نجات پاسکیں۔

لیکن ان تمام مایوسیوں کی سخت اور ہولناک تاریکی میں ان کے لئے اگر کوئی شعاع کی امید باقی تھی تو وہ انہی انبیاء کی پیشین گوئیوں کا حصہ تھا جس میں حضرت یسعیاہ علیہ السلام نبی نے تقریباً ایک سو ساٹھ سال قبل اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام نبی نے ساٹھ سال قبل یہ بشارت بھی دی تھی کہ بیت المقدس کی تباہی سے ستر سال کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ اپنے وطن میں آزاد ہو کر واپس آجائیں گے اور خدا کا ایک مسیح (مبارک) خدا کا چرواہا (پیغمبر) کہ جس کا نام خورس ہوگا وہ بنی اسرائیل کی نجات اور یروشلم کی دوبارہ آبادی کا باعث بنے گا اور اس کے ہاتھوں یہود کی اجتماعی زندگی کا نیا دور شروع ہوگا۔

بخت نصر جب بیت المقدس کے تمام اسرائیلیوں کو غلام بنا کر لے گیا تو ان میں بعض انبیائے بنی اسرائیل بھی تھے جو بابل جا کر اپنے حکیمانہ اقوال اور کریمانہ اخلاق کی وجہ سے اس درجہ ہردلعزیز بنے کہ دشمن بھی ان کی عزت کرنے پر مجبور ہوا چنانچہ حضرت دانیال علیہ السلام بابلی حکومت کے آخری دور میں مشیر خاص تھے۔

اب جبکہ وہ وقت قریب آیا کہ بنی اسرائیل غلامی سے نجات پائیں تو انہی برگزیدہ نبی (حضرت دانیال علیہ السلام) کو الہام ومکاشفہ کے ذریعے سے اس نجات دہندہ کو ایک تمثیل کی شکل میں دکھایا گیا اور ساتھ ہی جبرائیل علیہ السلام (ناموس اکبر) نے حضرت دانیال علیہ السلام نبی کو اس کی تعبیر

بھی بتائی جو اس خورس کے حق میں تھی جس کا ذکر حضرت یسعیاہ علیہ السلام
نبی کی پیشین گوئی میں آچکا تھا۔“(۱)

سائرس اعظم اور انبیائے بنی اسرائیل کی پیشین گوئیاں:

سائرس کے متعلق انبیائے بنی اسرائیل کی کثرت کے ساتھ ان کی کتب میں ان کی جانے والی پیشین گوئیاں مرقوم ہیں اور اس سلسلۂ تحقیق میں امام الہند ابوالکلام آزاد یوں رقمطراز ہیں:

”بابل کی اسیری کا زمانہ یہودیوں کے لئے نہایت مایوسی کا زمانہ تھا ان کی قومیت پامال ہو چکی تھی۔ ان کا ہیکل منہدم ہو چکا تھا ان کے شہر اجاڑے جا چکے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اس ہلاکت کے بعد ان کی زندگی کا کیا سامان ہو سکتا ہے۔ اسی زمانہ میں حضرت دانیال علیہ السلام کا ظہور ہوا جو اپنے علم و حکمت کی وجہ سے شاہانِ بابل کے دربار میں نہایت مقرب ہو چکے تھے۔ انہی کی نسبت تورات میں بیان کیا گیا ہے کہ بیلش فار شاہ بابل کی سلطنت کے تیسرے برس انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا اور اس خواب میں انہیں آنے والے واقعات کی بشارت دی گئی تھی۔“(۲)

یہ ہی وہ خواب ہے جس میں سائرس کے متعلق پیشین گوئی تھی اور حضرت دانیال علیہ السلام کا وہ خواب درج ذیل ہے:

”بیل شاندار (بخت نصر کا جانشین) بادشاہ کی سلطنت کے تیسرے

---

۱. قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 97,98/2

۲. ترجمان القرآن از امام الهند ابو الکلام آزاد 465/2

سال مجھ دانیال کو ایک خواب آیا اور میں نے عالم رؤیت میں دیکھا
اور جس وقت میں نے وہ خواب دیکھا ایسا معلوم ہوا کہ میں سوسن
کے قصر میں تھا جو صوبہ عیلام میں ہے پھر میں نے رؤیت کے عالم
میں دیکھا کہ میں اولائی کی ندی کے کنارے پر ہوں تب میں نے
اپنی نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ ندی کے کنارے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس
کے دو سینگ ہیں۔ دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے
بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے پیچھے تھا میں نے دیکھا کہ پچھم، اتر اور
دکھن کی طرف وہ سینگ مارتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے
سامنے کھڑا نہ رہ سکا اور وہ بہت بڑا ہو گیا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ
دیکھتا ہوں کہ ایک بکرا پچھم کی سمت سے آکر تمام روئے زمین پر ایسا
پھرتا ہے کہ زمین کو بھی نہیں چھوا۔ اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے
درمیان ایک عجیب طرح کا سینگ تھا وہ دو سینگ والے مینڈھے کے
پاس آیا اور اس پر غضب سے بھڑکا اور اس کے دونوں سینگ توڑ
ڈالے اور دوسرے مینڈھے کو جرأت نہ تھی کہ وہ اس کا مقابلہ
کرے۔"(۱)

اور حضرت دانیال علیہ السلام کے اس خواب یا مکاشفہ کی تعبیر مندرجہ ذیل ہے:

"اور ایسا ہوا کہ جب میں دانیال نے یہ خواب دیکھا تھا تو میں اس کی
تعبیر تلاش کرتا تھا تو دیکھا کہ میرے سامنے کوئی کھڑا ہے جس کی شکل
وصورت آدمی کے مثل تھی اور میں نے ایک آدمی کی آواز سنی کہ اولائی
کے درمیان پکار کے کہا کہ اے جبرائیل اس شخص کو اس کے خواب کی

۱۔ دانیال کی کتاب: باب نمبر 8: آیات 1-7

تعبیر بیان کر، چنانچہ جہاں وہ کھڑا تھا میرے قریب آیا جب میرے
پاس پہنچا تو میں ڈر گیا اور اوندھے منہ گرا۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ
اے آدم زاد سمجھ کیونکہ اس خواب کی تعبیر آخری زمانہ میں اپنے تکمیلی
مراحل کو پہنچے گی وہ مینڈھا جسے تو نے دیکھا تھا کہ اس کے دو سینگ
ہیں تو اس سینگوں والے مینڈھے سے مراد مادہ (میڈیا) اور فارس کی
بادشاہت ہے اور بالوں والا بکرا یونان کا بادشاہ اور وہ بڑا سینگ جو
تجھے اس کی دو آنکھوں کے درمیان دکھائی دیا ہے وہ اس کا پہلا بادشاہ
ہوگا۔"(۱)

اور اسی سلسلہ میں حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی پیشین گوئی جو انہوں نے اہل یہود کے
یوم نجات سے ایک سو ساٹھ سال قبل ان کو سنائی تھی وہ مندرجہ ذیل ہے:

"اے بنی اسرائیل تجھ کو مجھے فراموش نہیں کرنا چاہیے میں نے تیری
خطاؤں کو بادل کی مانند اور تیرے گناہوں کو گھٹا کی مانند مٹا ڈالا۔ پھر
خداوند نے یہ کہا ... خداوند تیرا نجات دینے والا جس نے تجھے شکم
مادر میں بنا ڈالا یوں فرماتا ہے: کہ میں خداوند سب کا خالق ہوں میں
نے اکیلے ہی آسمان کو بطور چھت بنایا اور تنہا میں نے ہی زمین کو بطور
فرش بچھایا ہے دروغ گوؤں کے نشانوں کو باطل ٹھہراتا اور فال
گیروں کو دیوانہ بناتا ہوں اور حکمت والوں کو رد کر دیتا اور ان کی
حکمت کو حماقت ٹھہراتا ہوں جو اپنے بندے کی کلام کو ثابت کرتا اور
اپنے رسولوں کی مصلحت کو پورا کرتا ہوں کہ سوکھ جا اور میں تیری
ندیاں سکھا ڈالوں گا جو خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ وہ میرا

۱. دانیال کی کتاب: باب نمبر 8: آیات 15-21

چرواہا ہے اور وہ میری ساری مرضی پوری کرے گا اور یروشلم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ آباد کیا جائے گا اور ہیکل کی بابت کہ اس کی بنیاد ڈالی جائے گی۔"

خداوند اپنے مسیح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ:

"میں نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا کہ امتوں کو اس کے قابو میں کروں اور بادشاہوں کی کمریں کھلوا ڈالوں اور دہرائے ہوئے دروازے اس کے لئے کھول دوں اور وہ دروازے بند نہ کیے جائیں گے۔ میں تیرے آگے چلوں گا اور لوہے کی بینڈیوں کو کاٹ ڈالوں گا اور میں گاڑے ہوئے خزانے اور پوشیدہ خزانوں کی چابیاں تجھے دوں گا تا کہ تو جان جائے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تیرا نام لے کر بلایا ہے میں نے اپنے بندے یعقوب اور اپنے برگزیدہ بندے اسرائیل کے لئے تجھے تیرا نام صاف صاف لے کر بلایا میں نے تجھے مہربانی سے پکارا گو کہ تو مجھ کو نہیں جانتا۔"(۱)

دوسری پیشین گوئی حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی ہے جو بشارت کے وقوع سے تقریباً ساٹھ سال قبل کی گئی تھی:

"وہ کلام جو خداوند نے بابل کی بابت اور کسریوں کی سرزمین کی بابت حضرت یسعیاہ علیہ السلام نبی کی معرفت فرمایا تم قوموں کے درمیان بیان کرو اور اشتہار دو اور جھنڈا کھڑا کرو، منادی کرو، مت چھپاؤ کہو کہ بابل لے لیا گیا بعل رسوا ہوا، مردوک سراسیمہ۔ کیا گیا اس کے

۱ یسعیاہ نبی کا صحیفہ باب نمبر 44 آیات نمبر 22-28، باب نمبر 45 آیات نمبر 1-4

بت ذلیل ہوئے اس کی مورتیں پریشان کی گئیں کیونکہ اتر (شمال)
ایک قوم اس پر چڑھتی ہے جو اس کی سرزمین کو اجاڑ کرے گی یہاں
تک کہ کوئی اس میں نہ رہے گا وہ بھاگے ہیں وہ روانہ ہوئے کیا
انسان کیا حیوان ان دونوں میں اور اسی وقت خدا کہتا ہے بنی
اسرائیل آئیں گے وہ اور بنی یہوداہ ایک ساتھ روتے ہوئے چلے
جائیں گے اور وہ اپنے خدا کو ڈھونڈیں گے وہ اس طرف متوجہ ہو کر
صیہون کا راستہ پوچھیں گے کہ آؤ ہم آپ ہی خداوند سے مل کر اس
کے ساتھ ایک ابدی عہد کریں جو کبھی فراموش نہ ہو۔'' (۱)

مزید ان کے متعلق حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے صحیفے میں مندرجہ ذیل باتیں رقم ہیں:

''بابل میں سے بھاگو اور کسریوں بابلیوں کی سرزمین سے نکلو اور ان
بکریوں کی مانند ہو جو ریوڑ کے آگے آگے جاتی ہیں کہ دیکھو میں
اتر (شمال) کی سرزمین سے بڑی قوموں کے ایک گروہ کو برپا کروں
گا اور بابل پر لے آؤں گا۔'' (۲)

''قوموں کو مادیون (میڈیا) کے بادشاہوں کو اور اس کے عالموں کو
اس کے حاکموں اور اس کی سلطنت کی ساری سرزمین کو مخصوص کرو کہ
اس پر چڑھیں۔'' (۳)

''ربّ الافواج یوں کہتا ہے کہ بابل کے بھاری شہر کی دیواریں سراسر
ڈھادی جائیں گی اور اس کے بلند پھاٹک آگ سے جلا دیئے

---

۱ یسعیاہ نبی کا صحیفہ، باب نمبر 50 آیات نمبر 1-5
۲ یسعیاہ نبی کا صحیفہ، باب نمبر 50 آیات نمبر 8-9)
۳. یسعیاہ نبی کا صحیفہ، باب نمبر 51 آیات نمبر 28

جائیں گے۔"(۱)

مزید حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے سائرس کے متعلق بدیں الفاظ پیشین گوئی بیان فرمائی:

"کیونکہ خداوند یہ کہتا ہے کہ جب بابل میں ستر برس گزریں گے تو میں تمہاری خبر لینے آؤں گا اور تمہیں اس مکان میں دوبارہ لانے سے اپنی اچھی بات تم پر قائم کروں گا۔ خداوند کہتا ہے اور میں تمہاری اسیری کو موقوف کراؤں گا اور تمہیں ساری قوموں میں سے اور سب جگہوں میں سے جن میں میں نے تم کو ہانک دیا ہے جمع کروں گا۔ خداوند کہتا ہے اور میں تمہیں اس مکان میں جہاں سے میں نے تمہیں اسیر کرا کے بھیجا دوبارہ لے آؤں گا۔"(۲)

عزرا نبی کی کتاب میں سائرس کے متعلق مندرجہ ذیل پیشین گوئیاں مرقوم ہیں:

"اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو اس کے منہ سے نکلا تھا پورا ہو خداوند نے شاہ فارس خورس کا دل ابھارا کہ اس نے اپنی مملکت میں منادی کرائی اور قلمبند کر کے بھی یوں فرمایا کہ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا ہے کہ یروشلم میں بھیج جو یہوداہ میں ہے اس کے لئے ایک مسکن بناؤں پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہے اس کا خدا اس کے ساتھ ہے اور وہ یروشلم جو کہ شہر یہوداہ ہے وہاں

۱. یسعیاہ نبی کا صحیفہ، باب نمبر 51 آیات نمبر58

۲. یسعیاہ نبی کا صحیفہ، باب نمبر29 آیات نمبر10-14

جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر (بیت المقدس) دوبارہ تعمیر
کرے کہ وہی خدا ہے جو یروشلم میں ہے۔"(۱)

انہی کی کتاب میں سائرس کے متعلق ایک دوسرے مقام پر بایں الفاظ پیشین گوئی مرقوم ہے:

"اور خورس بادشاہ ہی خداوند کے گھر کے ان برتنوں کو جنہیں "نبوکدنذر" یروشلم میں سے لے گیا تھا اور اپنے دیوتاؤں کے گھر میں لکھا تھا اور شاہ فارس خورس نے انہیں خزانچی مترادف کے ہاتھوں نکلوالیا اور اس نے انہیں یہوداہ کے امیر شیش بصر کو گن دیا۔"(۲)

حضرت زکریا علیہ السلام کی کتاب میں ان کے متعلق پیشین کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"رب الافواج فرماتا ہے کہ دیکھ وہ شخص جس کا نام مشاخ ہے وہ اپنی جگہ سے اٹھے گا اور خداوند کے ہیکل کو بنائے گا ہاں وہی خداوند کے ہیکل کو بنائے اور وہ صاحب شوکت ہوگا۔"(۳)

سائرس کے متعلق مذکورہ بالا پیشین گوئیوں کو ذکر کرنے کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ خلاصۂ بحث اور حاصل کلام کے طور پر یوں فرماتے ہیں:

"ان واضح اور صاف پیشین گوئیوں کی اگر تحلیل کی جائے تو ان سے حسب ذیل اہم امور ثابت ہوتے ہیں:

1۔ جس ہستی نے بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات دی اس کا نام خورس تھا اور

---

۱. عزرا نبی کی کتاب باب نمبر 1 آیات نمبر 1-4
۲. عزرا نبی کی کتاب باب نمبر 1 آیات نمبر 7-8
۳. زکریا نبی کی کتاب باب نمبر 6 آیات نمبر 12-13

وہ فارس اور میڈیا دو ملکوں کا متفقہ بادشاہ تھا۔

2۔ دانیال نبی کے مکاشفہ اور جبریل علیہ السلام کی تعبیر ان دو حکومتوں کے اتحاد کی بنا پر ہی خورس کو دو سینگوں والا (ذوالقرنین) بادشاہ کہا اور اسی تخیل کی بنا پر بنی اسرائیل میں اس کا لقب ذوالقرنین مشہور ہوا۔

3۔ انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفوں میں اس بادشاہ کو خدا کا مسیح بنی اسرائیل کا نجات دہندہ اور خدا کا چرواہا کہا گیا ہے۔

4۔ یہودیوں میں قومی عصبیت اور نسلی تعصب شدید سے شدید تر ہونے کے باوجود انہی واقعات کی بنیاد پر وہ غیر اسرائیلی شخص کو ایسے اوصاف سے یاد کرتے ہیں جو صرف اپنے انبیاء کے حق میں ہی کہنے کے عادی ہیں۔

5۔ واقعاتِ تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ انبیاء کی پیشین گوئیوں کے مطابق خورس ہی نے یہودیوں کو بابل کی غلامی سے نجات دلائی اور بیت المقدس دوبارہ آباد کیا۔

6۔ یسعیاہ نبی کے صحیفے میں اس کا اتر (شمال) سے آنا بتایا گیا ہے۔ خورس بابل سے اتر (شمال) ہی کی جانب (فارس و میڈیا) سے آیا تھا اس لئے وہی اس پیشین گوئی کا مصداق ہے۔

7۔ زکریا علیہ السلام نبی کی پیشین گوئی میں اس کو "اگنے والی شاخ" بتایا گیا ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ اس کی نمود اور اس کا ظہور غیر معمولی صورت حال میں ہوگا۔ جیسا کہ عموماً ایسی شخصیتوں کے متعلق خدائے تعالیٰ کی جانب سے ہوتا رہا ہے کہ جن سے اس کو کوئی خاص کام لینا ہوتا ہے۔"(۱)

انبیائے بنی اسرائیل کی سائرس کے متعلق بیان کی جانے والی ان مذکورہ پیشین گوئیوں کی توثیق ثابت کرتے ہوئے اور ان کی تاریخی حیثیت نقل کرتے ہوئے امام الہند

---

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی۔2/102-101

ابوالکلام آزاد یوں رقمطراز ہیں:

''تورات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب سائرس نے بابل فتح کیا تو دانیال نبی نے (جو شاہان بابل کے وزراء میں داخل ہو گئے تھے) اسے یسعیاہ علیہ السلام نبی کی پیشین گوئی دکھائی کہ ایک سو ساٹھ برس پہلے اس کے ظہور کی خبر دے دی گئی تھی یہ بات دیکھ کر وہ بے حد متاثر ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اسی کا نتیجہ وہ فرمان تھا جو اس نے تعمیر ہیکل کے لئے جاری کیا۔ زمانہ حال کے نقادان پیشین گوئیوں کی اصلیت پر مطمئن نہیں ہیں وہ کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں واقعات کے ظہور کے بعد بڑھا دی گئی ہوں خصوصاً یسعیاہ کی پیشین گوئی جس میں صراحتاً خورس (سائرس) کا نام موجود ہے لیکن وہ اس اشتباہ کی تائید میں عقلی استغراب کے سوا اور کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے اور محض عقلی استغراب ان صحائف کے خلاف حجت نہیں ہو سکتا جن کی نسبت یقین کیا گیا ہے کہ الہام سے لکھے گئے تھے علاوہ بدیں تورات کی آخری صحائف جو فتح بیت المقدس کے اثناء میں یا اسیری بابل کے زمانے میں لکھے گئے ہیں۔ تاریخی حیثیت سے متداول رہے اور کوئی حادثہ ایسا رونما نہیں ہوا کہ ان کے نسخے نابود ہو گئے ہوں۔ ممکن ہے کہ یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی میں بھی دانیال نبی کے خواب کی طرح خورس کا نام بتلایا گیا ہو صرف قوم و ملک کا ذکر ہو اور بعد کو یہ نام بڑھا دیا گیا ہو لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہودیوں کا عام اعتقاد برابر یہی رہا کہ سائرس کا ظہور انبیاء کرام کی پیشین گوئی کے مطابق ہوا تھا اور وہ خدا کی ایک پسندیدہ ہستی تھی جو اسی لئے پیدا کی گئی تھی کہ

مظلوموں کی داد رَسی اور بابلیوں کے ظلم وشرارت سے قوموں کو نجات ملے۔"(۱)

سائرس اور تاریخی مصادر:

سائرس کے حالات زندگی کے ان اجزاء پر بحث کرنے سے قبل چند تاریخی مصادر کا پیش نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے جن کا اس بحث وتحقیق کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس سلسلہ تحقیق میں سائرس کے تاریخی مصادر کے متعلق مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہدیہ قارئین کی جارہی ہے:

"محققین تاریخ نے فارس کی تاریخ کو تین عہدوں میں تقسیم کیا ہے ایک حملہ سکندر سے پہلے کا عہد، دوسرا طوائف الملوکی کا عہد اور تیسرا سال سالی سلاطین کا عہد اور یہ بھی تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ان تینوں عہدوں میں سے فارس کی عظمت اور اس کے عروج کا عہد خورس (سائرس) کے عہد حکومت سے شروع ہوتا ہے اور اس عہد کے حالات فارس کے رقیب یونان کے مؤرخین کے ذریعے سے ہی روشنی میں آسکے ہیں، جن میں سے بعض سائرس کے ہم عصر بھی ہیں اس بادشاہ کو یہودی خورس، یونانی سائرس، فارسی گورش، اور عرب کیخسرو کہتے ہیں۔

عرب مؤرخین کے ہاں بھی حکومت فارس کے یہ تین عہد جدا جدا نظر آتے ہیں چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ان تینوں عہدوں کے متعلق جو اشارات کئے ہیں وہ اسی کی تائید کرتے ہیں

---

۱ ترجمان القرآن از امام الهند ابو الکلام آزاد: 470-471/2

کیونکہ وہ طوائف الملوکی سے قبل کے حالات میں کسریٰ وفارس کی درباری عظمت وشوکت کا جس طرح ذکر کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ یہ دورِ حکومت فارس کے عروج وعظمت کا دور تھا وہ فرماتے ہیں کہ طوائف الملوکی کا وسطی عہد فارس کے لئے بہت خراب اور زوال کا عہد تھا۔

لیکن اردشیر بن بابک ساسانی نے اس کو ختم کر کے فارس کو اسی عروج پر دوبارہ پہنچا دیا جس عروج پر پہلے عہد (عہد خورس) میں تھا۔

"فاستمر الامر کذلك قریباً من خمس مائة سنة حتیٰ کان ارد شیر بن بابك من بنی ساسان فاعاد ملکهم الیٰ ما کان علیه و رجعت الممالك بر متها الیه."

"اور ملوک الطوائف کا عہد تقریباً پانچ سو سال تک رہا تا آنکہ اردشیر بن بابک ساسانی نے ظہور کیا تب اس نے کھوئے ہوئے ملکوں کو واپس لیا اور پہلے عہد کی حالت پیدا کر دی اور تمام تقسیم شدہ حصہ ملک پھر ایک مستقل حکومت کا جزو ہو گئے۔"

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: 183-184/2)

اسی طرح ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "القصد والامم" میں ان پر سہ عہدوں کا ذکر کرتے ہوئے افریدون اور منوچہر کے تذکرہ میں یہ فرمایا ہے:

"و هٰذه الطبقة الاولی الی ان غلب الاسکندر دارا اور تب ملوك الطوائف ثم ملکت الکسرٰی اولهم اردشیر بن بابك."

"فارس کے بادشاہوں کا یہ پہلا طبقہ ہے جو دارا پر سکندر کے حملہ تک شمار ہوتا ہے۔ درمیان میں ملوک الطوائف کا دور رہا اور اس کے بعد

شاہانِ کسریٰ کا زمانہ ہے جو اردشیر سے شروع ہوتا ہے۔''

(القصد والامم صفحہ:31)

622 قبل مسیح میں بابل اور نینویٰ کی حکومتیں بہت عروج واقبال پر تھیں اور خورس سے قبل اسی دور میں ایران کی حکومت دو جدا جدا حکومتوں میں تقسیم ہوئی تھی۔شمال مغربی حصہ کو میڈیا (ماہات) کہتے تھے اور مغربی حصہ کو فارس اور دونوں حصوں میں قبائلی سردار حکومت کرتے تھے اور یہ قبائلی حکومتیں ان کے زیر اثر اور تابع تھیں لیکن 612 قبل مسیح میں جب نینویٰ کی آشوری حکومت تباہ ہوگئی تو اگرچہ میڈیا آزاد ہوگیا اور قبائلی حکومت کی جگہ آہستہ آہستہ شاہی حکمرانی کی داغ بیل پڑنے لگی تھی تاہم بابل کے بادشاہ بخت نصر کے قاہرانہ اقتدار کے سامنے ایران کے ابھرنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا مگر انہی حالات کے اندر 559 ق م میں قدرت نے ان میں ایک نیز یا ہنجامنش خاندان کی ایک غیر معمولی ہستی کو نمایاں کیا جو ابتداء میں اگرچہ ایک چھوٹی سی ریاست ''نشان'' کا رئیس تھا مگر 559 ق م میں حیرت زدہ طور پر اس کے عدل و انصاف، سیاست وتدبر، خداترسی وحلم نے فارس اور ماہات دونوں حکومتوں کو بغیر جنگ وجدل کے اس کے قبضہ میں دے دیا اور دونوں حکومتوں کے قبائلی حکمرانوں نے برضائے رغبت اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا یہی وہ ہستی ہے جس کو اہل فارس ''گورش'' یا ''کورش'' اور یہود ''خورس'' کہتے ہیں۔''(۱)

---

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی:102-103/2

اور اسی بحث کی تحقیق کے متعلق برصغیر پاک و ہند میں پہلے محقق امام الہند ابوالکلام آزاد بدیں الفاظ رقمطراز ہیں:

''زمانہ حال کے محققین تاریخ نے فارس کی تاریخ کو تین عہدوں میں تقسیم کیا ہے پہلا عہد حملہ سکندر سے پہلے کا ہے دوسرا پارتھوی یا ملوک الطوائف کا۔ تیسرا ساسانی سلاطین کا۔ فارسی شہنشاہی کی عظمت کا اصل عہد وہی ہے جو حملہ سکندر سے پہلے گزرا اور جس کی تاریخ سائرس کے ظہور سے شروع ہوتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس عہد کے حالت معلوم کرنے کے براہ راست ذرائع مفقود ہو گئے ہیں جس قدر بھی حالات روشنی میں آئے ہیں تمام تر یونانی تحریروں میں ماخوذ ہیں ان میں زیادہ تر معتمد مؤرخ تین ہیں:

ہیروڈوٹس (Herdotus) ٹی سیاز (Ctesias) اور زینوفون (Xenophon)

فتح ایران کے بعد جب عرب مؤرخین نے ایران کی تاریخ مرتب کرنی چاہی تو انہیں جس قدر مواد ہاتھ آیا وہ تمام تر پارسیوں کی قومی روایات پر مشتمل تھا۔ ان روایات میں حملہ سکندر سے پہلے کا زمانہ اسی طرح کے قومی افسانوں کی نوعیت رکھتا ہے جس طرح ہندوستان میں پرانوں کے افسانے یا مہابھارت اور راماین کے قصے ہیں۔ البتہ پچھلے دو عہدوں کی روایتیں تاریخی بنیادوں پر مبنی تھیں۔ جب دقیقی اور فردوسی نے شاہنامہ نظم کرنا چاہا تو انہیں عربی میں یہی مواد ملا اور اسی کو انہوں نے نظم کا جامہ پہنا دیا پس یہ تمام ذخیرہ قبل از سکندر عہد کے لئے کچھ سودمند نہیں سمجھا جاتا ہے اور سائرس کے حالات کے

لئے تمام تر یونانی مؤرخین کی شہادت پر ہی اعتماد کرنا پڑتا ہے۔
حضرت مسیح علیہ السلام سے پانچ سو ساٹھ برس پہلے ایران کی سرزمین دو مملکتوں میں بٹی ہوئی تھی جنوبی حصہ پارس کہلاتا تھا اور شمالی میڈیا۔
چونکہ ان کے ہمسایہ میں آشوری اور بابلی حکومتیں انتہا عروج تک پہنچ چکی تھیں اس لئے قدرتی طور پر ان سے دبی ہوئی تھیں۔ دونوں مملکتوں میں مختلف قبائل کے امراء تھے جو اپنے اپنے حلقوں میں قبائلی حکومت رکھتے تھے۔ 612 قبل مسیح میں جب نینویٰ تباہ ہوگیا اور آشوری فرماں روائی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی تو میڈیا کے باشندے آزاد ہوگئے اور بتدریج ایک قومی حکومت نشوونما پانے لگی۔
اس طرح پارس کے امرائے قبائل میں سے بھی بعض امیروں کو سر اٹھانے کا موقع ملا اور حکمران خاندان پیدا ہوگیا تاہم یہ دونوں مملکتیں وقت کی بے اثر حکومتیں تھیں اور بابل کی شہنشاہی جسے ''نبوکدازر'' (بخت نصر) کی قہارانہ فتح مندیوں نے تمام ایشیا میں سربلند کر دیا تھا، سب پر چھائی ہوئی اور سب کو مقہور کئے ہوئے تھی۔'' (۱)

اب ہم ذیل میں سائرس کے مختصر حالات زندگی کا جائزہ لے رہے ہیں۔

ابتدائی حالاتِ زندگی:

دنیا کی تمام غیر معمولی شخصیتوں کی طرح سائرس کے ابتدائی حالات نے بھی پراسرار افسانہ کی نوعیت اختیار کر رکھی تھی اور ہمیں اس کی جھلک شاہنامہ کے افسانوں میں

---

۱ ترجمان القرآن از امام الهند ابو الکلام آزاد 466-467/2

صاف صاف نظر آجاتی ہے۔اس کی اُٹھان زندگی کے عام اور معمولی حالت میں نہیں ہوئی بلکہ ایسے عجیب حالت میں جو عام طور پر پیش نہیں آتے اور جب کبھی پیش آتے ہیں تو یہ قدرت کی ایک غیر معمولی کرشمہ سنجی ہوتی ہے قبل اس کے کہ وہ پیدا ہو اس کے نانا اسٹیاگس (Astyages) نے اس کی موت کا سامان کر دیا تھا لیکن وہ ایک حیرت انگیز طریقہ پر بچا لیا جاتا ہے اور اس کی ابتدائی زندگی جنگلوں، اور پہاڑوں میں گزرہوتی ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ اس کی غیر معمولی قابلیتیں اور اعلیٰ اخلاق و خصائل اسے ملک میں نمایاں کرتے ہیں اور اس کی خاندانی حیثیت پہچان لی جاتی ہے۔اب اسے پورا موقع حاصل تھا کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے لیکن اسے ایک لحہ کے لئے بھی اس کا خیال نہیں گزرتا۔حتیٰ کہ خود اسٹیاگس کی زندگی بھی اس کے ہاتھوں محفوظ رہتی ہے۔(۱)

مجسمہ سائرس کا انکشاف:

گزشتہ صدی سے پیوستہ صدی کے ایک انکشاف نے سائرس کے متعلق تحقیق کو آسان کر دیا اور اسی انکشاف کے بعد ماہرینِ جغرافیہ نے سائرس کے متعلق بہت سے نتائج کو دنیائے کائنات کے سامنے پیش کیا اور اسی تحقیق کو اہم نکات کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ترجمان القرآن میں رقم کیا ہے جس کو ذیل میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔مولانا ابوالکلام آزاد یوں رقم طراز ہیں:

> ''1838ء کے ایک انکشاف نے جس کے نتائج بہت عرصہ کے بعد منظر عام پر آئے، اس قیاس کو ایک تاریخی حقیقت ثابت کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین تھا اور یہ محض یہودیوں کا کوئی مذہبی تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا یا باشندگان

۱۔ ترجمان القرآن از امام الھند ابوالکلام آزاد:468/2

فارس کا مجوزہ (تجویز کردہ) اور پسندیدہ نام تھا۔ اس انکشاف نے شک و تخمین کے تمام پردے اٹھا دیئے۔ یہ خود سائرس کی ایک سنگی تمثال تھی۔ جو اصطخر کے کھنڈروں میں دستیاب ہوئی۔ اس میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرف عقاب کی طرح ''پر'' نکلے ہوئے ہیں اور ''پر'' مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں۔ اوپر خط میخی میں جو کتبہ کندہ تھا اس کا بڑا حصہ ٹوٹ کر ضائع ہو چکا ہے مگر جس قدر باقی ہے وہ اس کے لئے کافی ہے کہ تمثال کی شخصیت واضح ہو جائے اس سے معلوم ہو گیا کہ میڈیا اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دینے کا تخیل ایک مقبول اور عام تخیل تھا اور یقیناً سائرس کو ''ذوالقرنین'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ تمثال میں پروں کا ہونا اس کے ملکوتی صفات و فضائل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نہ صرف پارسیوں میں بلکہ تمام معاصر قوموں میں یہ اعتقاد عام طور پر پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی نوعیت کا انسان ہے۔

دو سینگوں کا تخیل ابتداء میں کیونکر پیدا ہوا؟ کیا اس کی بنیاد دانیال نبی کا خواب تھا یا بطور خود سائرس نے یا باشندگان پارس نے یہ تصور پیدا کیا؟ اس کا فیصلہ مشکل ہے لیکن اگر تورات کی روایات تسلیم کر لی جائیں تو سائرس سے لے کر ارتازرکسیز (۱) (ارتخششت) اول تک

---

(۱)۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شاہان فارس کے ناموں نے مختلف زبانوں میں مختلف صورتیں اختیار کر لی ہیں اور اس کی وجہ سے مؤرخین نے سخت غلطیاں کی ہیں۔ سائرس کا اصلی نام غالباً گورو یا گورش تھا جیسا کہ دارا کے کتبہ کے ستون سے معلوم ہوتا ہے لیکن یونانی اسے سائرس (Cyrus) کہنے لگے اور یہودیوں نے اس کا تلفظ خورس کی شکل میں کیا، چنانچہ یسعیاہ اور ارمیاہ کے صحائف میں جا بجا یہ نام آیا ہے اور یہی گورش ہے جس

تمام شہنشاہان پارس انبیائے بنی اسرائیل سے عقیدت رکھتے تھے اور اس لئے ہوسکتا ہے کہ اسی خواب سے ''ذوالقرنین'' کا لقب پیدا ہو گیا ہو۔ بہرحال اب اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ سائرس کو ذوالقرنین سمجھا جاتا تھا اور عرب کے یہودی بھی اسے اسی لقب سے پکارا کرتے تھے۔ اس حقیقت کی وضاحت کے بعد جب سائرس کے ان حالات پر نظر ڈالی جاتی ہے جو یونانی مؤرخوں کی زبانی ہم تک پہنچے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے بیان کی ہو بہو تصویر ہے اور دونوں بیان اس درجہ باہم مطابقت رکھتے ہیں کہ ممکن نہیں کسی دوسری شخصیت کا وہم وگمان بھی کیا جاسکے۔''(۱)

سائرس کا دورِ حیات:

559 قبل از مسیح میں ایک غیر معمولی شخصیت غیر معمولی حالات کے اندر ابھری اور اچانک دنیا کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ یہ پارس کے ''ایکے می نیز(۱)

حاشیہ بقیہ صفحہ: نے عربی میں کیخسرو کی شکل اختیار کرلی چنانچہ عرب مؤرخ اسے کیخسرو کے نام سے پکارتے ہیں۔ سائرس کا لڑکا کیم بی سیز (Combyses) ہوا یہ بھی یونانی تلفظ ہے اسی کا پارسی نام کمبوجیہ تھا جس نے یہودیوں اور عربوں پر کیقباد کی شکل اختیار کرلی۔ شاہنامہ نے بھی اسی کو اختیار کیا کیونکہ اس کی بنیاد عربی تراجم پر تھی۔ کیقباد کے بعد دارا یوش ہوا جسے عام طور پر دارا کے نام سے پکارا جاتا ہے اور تورات میں بھی یہی نام آیا ہے دارا کے بعد ارتازرکسیز ہے اسے تورات میں ارتخششت کے نام سے یاد کیا ہے اور عربوں میں اردشیر کے نام سے مشہور ہوگیا۔'' (حاشیہ ترجمان القرآن از امام الہند ابوالکلام آزاد: 466/2)

۱. ترجمان القرآن از امام الہند ابو الکلام آزاد: 466/2

(۱)۔ دارا نے بے ستون کے کتبہ میں اپنا سلسلہ نسب ہخامنش نامی بادشاہ سے ملایا ہے یہی ہخامنش یونانی (Achaemenes) ہوگیا ہیرو ڈوٹس کی روایت کے مطابق یہ سائرس کا پڑدادا تھا یعنی ''ایکے می نیز'' سے ٹیز پیز (جائش پش) پیدا ہوا اس سے کم بی سیز (کمبوجیہ یا کیقباد) اول اور کم بی سیز سے سائرس۔ سائرس نے اپنے بڑے لڑکے کا نام بھی کم بی سیز رکھا تھا۔ (حاشیہ ترجمان القرآن از امام الہند ابوالکلام آزاد: 467/2)

خاندان کا ایک نوجوان گورش تھا جسے یونانیوں نے سائرس، عبرانیوں نے خورس اور عربوں نے کیخسرو کے نام سے پکارا۔ اسے پہلے پارس کے تمام امیروں نے اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ پھر بغیر کسی خون ریزی کے میڈیا کی مملکت پر فرماں روا ہو گیا اور اس طرح دونوں مملکتوں نے مل کر ایران کے اس عظیم الشان شہنشاہی کی صورت اختیار کر لی۔ پھر اس کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا وہ فتوحات نہیں جو ظلم وقہر کی خون ریزیوں کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی تھیں۔ بلکہ انسانیت وعدالت کی فتوحات جو تمام تر اس لئے تھیں کہ مظلوم قوموں کی دادرسی اور پامال ملکوں کی دستگیری ہو۔ چنانچہ ابھی بارہ برس کی مدت بھی پوری نہ ہوئی تھی کہ بحر اسود سے لے کر بکٹریا (باختر) تک ایشیا کی تمام عظیم الشان مملکتیں اس کے آگے سر بہ سجود ہو چکی تھیں۔"(۱)

سائرس کی فتوحات:

اب ہم ذیل میں اس بڑے فاتح کی عظیم فتوحات کا ذکر کرنے جا رہے ہیں جن کو تاریخ کے اوراق میں دنیائے کائنات کا سب سے بڑا فاتح ہونے کا لقب حاصل ہے۔ خالق کائنات کی طرف سے ملنے والی اس شان وعظمت کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت اس وقت مزید نکھر کر ہمارے سامنے آ جاتی ہے کہ جب تاریخی روایات ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر ان کے متعلق یہ بات ہمارے سامنے واضح کرتی ہیں کہ وہ عظیم فاتح اس صفت طیبہ سے بھی متصف تھا کہ وہ ایک عظیم فاتح ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت عاجزی وانکساری کا پیکر تھا۔

---

۱. ترجمان القرآن از امام الهند ابو آزاد کلام 2/467-468

ان کی فتوحات کا مقصد سکندر مقدونی کی طرح نوع انسانی کو اپنے جبر وقہر کا نشانہ بناتے ہوئے اپنا غلام بنانا مقصود نہیں تھا بلکہ ان کی فتوحات عدالت وانسانیت کی فتوحات تھیں جن کا مقصد مظلوم اقوام کی دادرسی اور پامال ممالک کی دستگیری تھا ان کا سلسلۂ فتوحات مختصراً پیش کیا جاتا ہے:

لیڈیا کی فتح:

مولانا ابوالکلام آزاد یوں رقم طراز ہیں:

"تخت نشینی کے بعد سب سے پہلی جنگ جو اسے پیش آئی وہ لیڈیا (Lydia) کے بادشاہ کروئیسس (Croesus) سے تھی لیکن تمام مورخین متفق ہیں کہ حملہ کروئیسس کی طرف سے ہوا تھا اور اس نے سائرس کو دفاع کرنے پر مجبور کیا تھا۔ لیڈیا سے مقصود ایشیائے کوچک کا مغربی اور شمالی حصہ ہے جو یونانی تمدن کا ایشیائی مرکز بن گیا تھا اور اس کی حکومت بھی اپنے تمام خصائص میں ایک یونانی حکومت تھی۔ جنگ میں سائرس فتح یاب ہوا۔ لیکن رعایا کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی نہیں کی گئی۔ انہیں محسوس بھی نہیں ہوا کہ ملک ایک انقلاب انگیز جنگ کی حالت سے گزر رہا ہے۔ البتہ کروئیسس کی نسبت یونانی روایت یہ ہے کہ اس کے عزم وہمت کی آزمائش کے لئے سائرس نے حکم دیا تھا چتا تیار کی جائے اور اسے جلا دیا جائے لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ مردانہ وار چتا پر بیٹھ گیا ہے تو فوراً اس کی جان بخشی کر دی اور اس نے بقیہ زندگی عزت واحترام کے ساتھ بسر کی۔"(۱)

---

۱. ترجمان القرآن از امام الہند ابوالکلام آزاد: 468/2

مشرقی فتوحات:

مولانا ابوالکلام آزاد یوں رقم طراز ہیں:

''اس جنگ کے بعد اسے مشرق کی طرف متوجہ ہونا پڑا کیونکہ گیڈرو سیا (مکران) اور بکٹریا (بلخ) کے وحشی قبائل نے سرکشی کی تھی یہ مہم 545 اور 540 قبل مسیح کی درمیانی مدت میں واقع ہوئی ہو گی۔''(۱)

مغربی فتوحات:

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں۔

''خورس (سائرس) نے جب فارس اور میڈیا کی حکومتوں کو متحد کر کے فرماں روائی کا اعلان کیا تو اس سے قریب ہی زمانہ میں اس کو ایک ''مغربی مہم پیش آئی اور اس وجہ سے پیش آئی کہ خورس (سائرس) سے بہت پہلے میڈیا اور ایران کے مغرب میں واقع حکومت لیڈیا ایشیائے کوچک کے درمیان رقیبانہ جنگ رہتی تھی مگر خورس (سائرس) کے نانا اسٹیاگس کے باپ سے صلح کر لی تھی اور باہم ازدواجی رشتہ قائم کر کے مستقل طور پر جنگ کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اب جب کہ خورس (سائرس) نے فارس اور میڈیا دونوں کو متحد کر کے ایک مضبوط سلطنت قائم کر لی تو ایشیائے کوچک کا بادشاہ کروئسیس اس کو برداشت نہ کر سکا۔ اور اس نے اپنے باپ کے کئے ہوئے تمام عہد و پیمان کو توڑ کر میڈیا کے سرحدی شہر پٹیریا پر قبضہ کر

---

۱ ترجمان القرآن از امام الہند ابو الکلام آزاد 468/2

لیا۔ تب گورش (سائرس) بھی مجبوراً اپنے دارالحکومت ہمدان سے تیزی کے ساتھ آگے بڑھا، اور دو ہی جنگوں کے بعد تمام ایشیائے کوچک پر قبضہ کرلیا۔ چنانچہ مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ گورش (سائرس) کی یہ مہم ایسی عجیب اور معجزانہ تھی کہ پٹیریا کے معرکے سے صرف چودہ دن کے اندر اس نے لیڈیا کی مستحکم اور مضبوط سلطنت کو مسخر کرلیا اور کروئسیس قید ہو کر مجرم کی حیثیت سے اس کے سامنے کھڑا نظر آیا۔ اب اگرچہ بحر اسود تک تمام ایشیائے کوچک اس کے زیر نگیں تھا مگر پھر بھی وہ آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مغربی ساحل پر جا پہنچا یعنی دارالحکومت سے چودہ سو میل کا فاصلہ طے کر کے مغربی جانب جا کھڑا ہوا۔

اہل جغرافیہ کہتے ہیں کہ خورس (سائرس) نے اگرچہ ''ایشیائے کوچک'' کو مردانہ وار فتح کرلیا لیکن وقت کے دوسرے بادشاہوں کی طرح اس نے مفتوحہ ممالک پر ظلم روا نہیں رکھا اور نہ ان کو وطن سے بے وطن کیا حتیٰ کہ سارڈیس کی پبلک کو یہ بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ یہاں کوئی انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ انقلاب ہوا مگر فقط شخصیت کا۔ یعنی ان کو کروسیس کی جگہ خورس (سائرس) جیسا عادل بادشاہ مل گیا چنانچہ ہیروڈوٹس لکھتا ہے:

''سائرس (خورس) نے اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ دشمن کی فوج کے سوا اور کسی انسان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور دشمن کی فوج میں سے جو کوئی نیزہ جھکا دے اسے ہرگز قتل نہ کیا جائے اور کروئسیس اگر تلوار چلائے تب بھی اس کو کوئی گزند نہ پہنچائی جائے۔''

(انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مضمون ''سائرس'')

نیز حکومت کے متعلق اس کا عقیدہ وہی تھا جو ایک صالح اور نیک بادشاہ کا ہونا چاہیے چنانچہ یونانی مورخ ٹی سیاز لکھتا ہے:

''اس کا عقیدہ یہ تھا کہ دولت بادشاہوں کے ذاتی عیش و آرام کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کی جائے اور ماتحتوں کو اس سے فائدہ پہنچے۔''(۱)

شمالی فتوحات:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں:

''بابل کی فتح کے علاوہ تاریخ گورش (سائرس) کی ایک اور مہم کا ذکر کرتی ہے اور یہ ایران سے شمال کی جانب پیش آئی اس مہم میں وہ بحر کاسپین (خزر) کو داہنی جانب چھوڑتا ہوا کاکیشیا کے پہاڑی سلسلہ تک پہنچا ہے انہی پہاڑوں میں اس کو ایک درہ ملا ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان پھاٹک کی طرح نظر آتا ہے اس مقام پر جب وہ پہنچا ہے تو ایک قوم نے اس سے یاجوج ماجوج قبائل کے تاراج کی شکایت کی ہے کہ وہ اس درہ میں نکل کر حملہ آور اور تاخت و تاراج کر کے ہم کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں چنانچہ اس نے لوہا اور تانبا استعمال کر کے اس پھاٹک کو بند کر دیا اور دھات کی ایک سد (دیوار) قائم کر دی جس کے آثار و نشان اس وقت بھی موجود ہیں چنانچہ ہیروڈوٹس اور زینوفن دونوں یونانی مورخ تصریح کرتے ہیں کہ گورش (سائرس)

۱ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مضمون ''سائرس'' (بحوالہ قصص القرآن از حفظ الرحمٰن سیوہاروی 103/2)

نے فتح لیڈیا کے بعد سیتھین قوم کے سرحدی حملوں کی روک تھام کے لئے خاص انتظامات کئے اور یہ حقیقت عنقریب واضح ہو جائے گی کہ گورش (سائرس) کے زمانہ میں یاجوج ماجوج قبائل میں سے یہی سیتھین (۱) تھے جو حملہ آور ہو کر قریب کی آبادیوں کی تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔"(۱)

اب ہم ذیل میں سائرس کی اس فتح عظیم کا تذکرہ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اہل یہود کی نگاہوں میں سائرس کا مقام بہت بلند ہوا اس فتح کی وجہ سے اہل یہود اپنے مذہبی تعصب کے باوجود ان کو بڑے اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں اور وہ ان کی فتح بابل ہے جس فتح میں انہوں نے اہل یہود کو بابلیوں کے ظلم و تشدد اور ان کی غلامی سے نجات دلائی۔

فتح بابل

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں.

"سائرس سے تقریباً پچاس برس پہلے بابل کی حکومت پر نبوکدنذر (بخت نصر) نظر آتا ہے اور اسی زمانہ کے صنمی عقائد کے مطابق وہ نہ صرف بادشاہ بلکہ بابلی اصنام میں سے سب سے بڑے صنم کا مظہر اور دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا اور اس لئے اس کا حق تھا کہ وہ جس حکومت کو چاہے اپنے قہر و غضب کا شکار بنا کر اس کے باشندوں

---

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 104/2

(۱)۔ مولانا موصوف کی اس آخری رائے کہ انہوں نے یاجوج ماجوج کا مصداق سیتھین کے قبائل کو قرار دیا ہے ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اس بحث کا تفصیلی بیان آئندہ اوراق میں مرقوم بحث "یاجوج ماجوج اور ان کے حالات و واقعات پر ایک نظر" کے بیان میں آ رہا ہے۔ (از مؤلف)

کو ہولناک اور سخت عذاب میں مبتلا کرے ان کو ہلاک کرے یا غلام بنا کر ان پر وحشیانہ مظالم کو روا رکھے اس لئے اس بادشاہ کے مظالم بے پناہ اور اس کے تسخیر ممالک کا طریقہ سخت وحشیانہ تھا جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے اس نے اپنے دورِ حکومت میں یروشلم (بیت المقدس) پر تین حملے کیے اور فلسطین کو تباہ و برباد کر کے تمام باشندوں کو مویشیوں کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا اور ایک یہودی مورخ جوزیفس کہتا ہے کہ کوئی سخت سے سخت بے رحم قصائی بھی اس وحشت وخون خواری کے ساتھ بھیڑوں کو مذبح (ذبح خانہ) نہیں لے جاتا جس طرح نبوکدنذر بنی اسرائیل کو بابل میں ہنکا کر لے گیا۔''

(دائرۃ المعارف للبستانی)

بابل کی آشوری حکومت کی تباہی کے بعد اور بھی زیادہ مضبوط اور قاہر سلطنت ہوگئی تھی اور اسی زمانے میں قرب وجوار کی طاقتوں میں کسی کو بھی یہ جرأت نہیں تھی کہ وہ اس جابر حکومت کے قہر وظلم کا استیصال کر سکیں لیکن فتح بیت المقدس کے کچھ عرصہ بعد بخت نصر مر گیا اور اس کا جانشین یونانی دس مقرر ہوا مگر اس نے حکومت کا تمام بھار شاہی خاندان کے ایک شخص بیل شازار پر ڈال دیا یہ شخص اگرچہ بہت عیاش اور ظالم تھا مگر بخت نصر کی طرح بہادر اور جری نہیں تھا اس کے زمانے میں بنی اسرائیل کے قیدیوں میں سے حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنی حکیمانہ فراست سے بابلی دربار اور عیاشانہ زندگی کے خلاف تہدید و تنبیہ کی مگر اس نے کچھ شنوائی نہیں کی حتی کہ انہوں نے حکومت کے

معاملات سے کنارہ کشی کرلی۔ تورات کے بیان کے مطابق اسی زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ بیل شازار نے اپنی ملکہ کے اکسانے پر ایک شب یہ حکم دیا کہ یروشلم سے جو ہیکل کے مقدس ظروف نبوکدزار لوٹ کرلایا تھا وہ لائے جائیں اور ان میں شراب پلائی جائے یہ جشن ہورہا تھا کہ کسی غیبی ہاتھ نے بادشاہ کے سامنے دیوار پر ایک نوشتہ لکھ دیا تورات میں ہے:

''اسی گھڑی میں کسی آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ظاہر ہوئیں اور انہوں نے شمعدان کے مقابل بادشاہی محل کی دیوار کے گچ پر لکھا اور بادشاہ نے ہاتھ کا وہ سر جو لکھتا تھا دیکھا تب بادشاہ کا چہرہ متغیر ہوا اور اس کے اندیشوں نے اسے گھبرادیا اور نوشتہ جو لکھا گیا سو یہ ہے ''منی منی تقبل اور فرسین۔''

(دانیال نبی کا صحیفہ باب نمبر 5 آیات:25)

تب بادشاہ نے گھبرا کر نجومیوں اور فال گیروں کو بلایا مگر کوئی اس کا مطلب نہ بتاسکا آخر ملکہ کے مشورہ سے حضرت دانیال علیہ السلام کو بلایا انہوں نے اوّل اس کے مظالم اور اس کی عیاشی کے خلاف پندونصیحت فرمائی پھر بتایا کہ تو نے چونکہ بیت المقدس کے ظروف کی توہین کر کے اس ظلم کی تکمیل کردی اس لئے نوشتہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے تیری مملکت کا حساب کیا اور اسے تمام کرڈالا تو ترازو میں تولا گیا اور کم نکلا تیری مملکت پارہ پارہ ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دے دی گئی۔

ادھر یہ واقعہ پیش آیا کہ اہل بابل عرصہ دراز بیل شازار کے مظالم

سے چھٹکارا پانے کی تجاویز سوچ رہے تھے کہ ان کے بعض سرداروں نے مشورہ کیا کہ قریب کی زبردست طاقت ایران سے مدد حاصل کی جائے اور اس کے عادل فرماں روا سے یہ عرض کیا جائے کہ وہ ہم کو بیل شازار کے مظالم سے نجات دلائے اور اس کو یہ اطمینان دلایا جائے کہ اہل بابل ہر طرح سے اس کی مدد کرنے کو آمادہ ہیں چنانچہ 540 قبل مسیح میں بابلی سرداروں کا ایک وفد خورس کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ اپنی مشرقی مہم میں مصروف تھا خورس (سائرس) نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو اطمینان دلایا کہ وہ اپنی اس مہم سے فارغ ہو کر ضرور بابل پر حملہ کرے گا اور ان کو بیل شازار جیسے ظالم و عیاش بادشاہ سے نجات دلائے گا۔

سائرس جب اپنی مہم سے فارغ ہو گیا تو حسب وعدہ اس نے بابل پر حملہ کر دیا تمام مؤرخین باتفاق کہتے ہیں کہ:

اس عہد میں بابل سے زیادہ ناقابل تسخیر کوئی مقام نہیں تھا اس لئے کہ اس شہر کی پناہ اس درجہ تہہ در تہہ موٹی اور مستحکم تھی کہ کوئی فاتح اس کی تسخیر کی جرأت نہیں کر سکتا تھا لیکن سائرس کی عدل گستری اور رحم کے حالات دیکھ کر بابل کی رعایا خود اس درجہ اس کی گرویدہ تھی کہ حکومت بابل کا ایک گورنر گوبریس خود اس کے ہمراہ تھا اور بقول ہیروڈوٹس اسی ہی نے دریا میں نہر کاٹ کر اس کا بہاؤ دوسری جانب کر دیا اور دریا کی جانب فوج شہر میں داخل ہوئی اور سائرس کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی شہر فتح ہو گیا اور بیل شازار مارا

گیا۔'' (۱) (۲)

بنی اسرائیل کی آزادی اور ہیکل کی تعمیر:

تورات کی شہادت یہ ہے کہ سائرس کا ظہور اور بابل کی فتح بنی اسرائیل کے لئے زندگی اور خوشحالی کا نیا پیغام تھی اور یہ ٹھیک اسی طرح ظہور میں آئی۔ جس طرح حضرت یسعیاہ علیہ السلام نبی نے ایک سو ساٹھ برس پہلے اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے ساٹھ برس پہلے وحی الٰہی سے مطلع ہو کر خبر دے دی تھی چنانچہ سائرس نے حضرت دانیال علیہ السلام نبی کی نہایت توقیر کی۔ یہودیوں کو یروشلم میں بسنے کی اجازت دے دی نیز اپنی مملکت میں اعلان کیا:

> ''خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ یروشلم میں اس کے لئے ایک ہیکل بناؤں (یعنی قدیم برباد شدہ ہیکل سلیمان کو از سر نو تعمیر کروں) پس تمام لوگوں کو ہر طرح کا ساز و سامان اس کے لئے مہیا کرنا چاہیے۔''
> اس نے سونے چاندی کے وہ تمام ظروف جو نبوکدنذر ہیکل سے لوٹ کر لایا تھا بابل کے خزانہ سے نکلوائے اور یہودیوں کے ایک امیر شیش بضر کے حوالے کر دیئے کہ ہیکل کی تعمیر کے بعد اس میں بدستور رکھ دیئے جائیں گے۔''

(عزرا نبی کا صحیفہ باب اوّل)

---

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 104-105/2

۲۔ اس مقام پر تورات نے دارا کو فاتح بابل کہا ہے یہ سخت التباس ہے جو تورات کے بیان میں پیدا ہو گیا ہے اور جگہ جگہ خورس کی جگہ دارا اور دارا کی جگہ خورس (سائرس) کا ذکر کر کے معاملہ خلط ملط کر دیا ہے دراصل بابل کو پہلے خورس (سائرس) ہی نے فتح کیا ہے اس کے بعد جب اہل بابل نے بغاوت کر دی تو دارا نے دوبارہ حملہ کر کے اس بغاوت کو فرو کیا۔ (حاشیہ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 105/2)

انہی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد یوں رقم طراز ہیں:

''بابل کی فتح کے بعد سائرس کی عظمت تمام مغربی ایشیا میں مسلم ہو گئی۔ 539 قبل مسیح میں صرف اس کی تنہا شخصیت عظمت وحکمرانی کے عالمگیر تخت پر نمایاں نظر آتی ہے۔ بارہ برس پہلے وہ پارس کے پہاڑوں کا ایک گمنام انسان تھا لیکن اب ان تمام مملکتوں کا تنہا فرمانروا ہے جو صدیوں تک قوموں کی ابتدائی عظمتوں اور فتح مندیوں کا مرکز رہ چکی ہیں فتح بابل کے بعد وہ تقریباً دس برس تک زندہ رہا اور 529 قبل مسیح میں انتقال کر گیا۔''(۱)

سائرس کے عقائد ونظریات:

کسی بھی شخصیت کو قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق ٹھہرانے کی متعلقہ بحث میں اس بات کی تحقیق ایک لازمی جزو ہے کہ معلوم کیا جائے کہ جس شخصیت کو قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق ٹھہرایا جائے اس کے عقائد ونظریات کیا ہیں؟ کیونکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی مصدقہ شخصیت کو جہاں ان کے ساتھ بقیہ صفات میں مماثلت رکھنا ضروری ہے وہاں ان دونوں شخصیات کے عقائد ونظریات کا مماثل ہونا بھی ایک ضروری امر ہے۔ اس لئے سائرس کے مختصر ابتدائی حالات زندگی اور ان کے سلسلہ فتوحات کے تذکرہ کرنے کے بعد اب ہم ذیل میں ان کے عقائد ونظریات کو ذکر کرنے جا رہے ہیں اس سلسلہ تحقیق میں امام الہند ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ کی تحقیق انتہائی قابل توجہ اور قابل تحسین ہے جو دلائل وبراہین کی قوت کے لحاظ سے یہ تسلیم

---

۱ ترجمان القرآن از امام الہند ابوالکلام آزاد 469/2

کرنا پڑتا ہے کہ ان کی تحقیق بلاشبہ صحیح اور قرآن کے بیان کردہ اوصاف اور تاریخی حقائق کی مطابقت کے پیش نظر ہر طرح سے لائق ترجیح ہے اور تحقیق ہذا میں ان کا نکتہ نظر علمائے سلف سے بالکل مختلف ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود جب اس معاملہ میں ان کی تحقیق کا غور وخوض اور بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو قاری اس کی صحت کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب ذیل میں سائرس کے عقائد ونظریات کے حوالہ سے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے:

سائرس کا مذہب:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں.

''خورس (سائرس) کے مذہب کے متعلق تورات اور تاریخ دونوں متفق ہیں کہ جس طرح اس نے ایران کے منقسم حصوں اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو متحد کر کے ایک بڑی شہنشاہیت قائم کی اور دوسروں کی سطوت وحکومت کے تابع ہونے کے بجائے بابل ونینوی کی زبردست طاقتوں کو اپنا تابع فرمان بنایا اور جس طرح وقت کے جابر وقاہر شہنشاہوں کے برعکس اس نے عدل ورحم پر اپنی حکومت کو مستحکم اور استوار کیا اسی طرح وہ دین ومذہب کے بارے میں بھی ایران کے مروجہ مذہب کے خلاف دین حق کا تابع اور ایمان باللہ اور توحید الٰہی کا داعی تھا۔''

چنانچہ عزرا (عزیز علیہ السلام) کی کتاب میں تعمیر بیت المقدس سے متعلق اس کا واضح اور صاف اعلان مذکور ہے:

''اور شاہ فارس خورس (سائرس) کی سلطنت کے پہلے برس میں اس

خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ علیہ السلام کے منہ سے نکلا تھا پورا ہوا۔ خداوند نے شاہ فارس خورس (سائرس) کا دل ابھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں یہ منادی کرائی اور اسے قلمبند بھی کرایا فرمایا ''شاہ فارس خورس ''سائرس'' یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا ہے کہ یروشلم کے بیچ جو یہوداہ میں ہے اس کا خدا اس کے ساتھ ہو اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوداہ ہے جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بنائے کہ وہی خدا ہے جو یروشلم میں ہے۔''

(عزرانبی کا صحیفہ باب نمبر 1 آیات نمبر 4-1)

ایک دوسرے مقام پر بائبل میں سائرس کے یہ الفاظ مذکور ہیں:

''مجھ خورس (سائرس) بادشاہ نے خدا کے گھر کی بابت جو یروشلم میں ہے حکم کیا کہ وہ گھر اور وہ مکان جہاں قربانیاں کرتے ہیں بنایا جائے اور خدا کے گھر کے سنہرے اور وہ پہلے برتن بھی جنہیں نبوکدنذر یروشلم کی ہیکل میں سے نکال لایا اور یروشلم کے ہیکل میں اپنی اپنی جگہ میں پہنچائے جائیں اور خدا کے گھر میں رکھ دیئے جائیں۔''

(باب نمبر 6 آیات نمبر 5-3)

خورس (سائرس) کی منادی اور نوشتہ کے نشان زدہ جملوں کو پڑھیے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ ان مضامین میں صرف یہ اعلان نہیں ہے کہ یہود کو نجات دلا کر بیت المقدس کی تعمیر کی بھی اجازت دی جاتی ہے بلکہ اس سے زیادہ یہ بھی ہے کہ مجھ کو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر دوبارہ تعمیر کروں اور یہ کہ خدا اسی ہستی کا نام ہے جو یروشلم کا خدا ہے

اور بیت المقدس خدا کا مقدس گھر ہے۔

اب اسی کے ساتھ اس کے جانشین دارائے اوّل کا وہ فرمان بھی ملاحظہ ہو جو یہودیوں کی اس عرض کے جواب میں دیا گیا ہے جس میں بعض صوبہ داروں کی شکایت کی کہ وہ بیت المقدس کی تعمیر میں آڑے آتے ہیں دارا لکھتا ہے:

''پس نہر پار کے صوبہ دار تتنی اور شتر بوزنی اوران کے افارسکی رفیق جو نہر پار ہوں تم وہاں سے دور ہو جاؤ تم اس بیت اللہ کے کام میں دست اندازی مت کرو یہودیوں کا ناظم اور یہودیوں کے بزرگ لوگ خدا کے گھر کو اس کی جگہ تعمیر کریں۔ پر وہ خدا جس نے اپنا نام وہاں رکھا ہے سب بادشاہوں اور لوگوں کو اس حکم کو بدل کے خدا کا وہ گھر جو یروشلم میں ہے بگاڑنے کو ہاتھ بڑھاتے ہوں غارت کرے پس دارا حکم دے چکا اس پر جلد عمل کرنا چاہیے۔''

(عزرا نبی کا صحیفہ باب نمبر 6)

اس فرمان دارا نے بلند آہنگی کے ساتھ یہ ظاہر کیا ہے کہ بیت المقدس بلاشبہ بیت اللہ ہے اور وہ بددعا کرتا ہے کہ بادشاہ ہو یا معمولی شخص جو بھی اس بیت اللہ کو خراب کرنے کا ارادہ کرے خدا اس کو غارت کر دے۔

تورات کی ان صاف اور واضح شہادتوں کے بعد ''خورس (سائرس) کا مسلمان ہونا ظاہر کرتی ہیں۔

اب چند تاریخی شہادتیں بھی قابل مطالعہ ہیں:

دارا نے اپنے زمانہ حکومت میں ایک اہم تاریخی کام یہ کیا تھا کہ

پہاڑوں کی مضبوط چٹانوں پر کتبے نقش کرا دیئے تھے جو اس کے اور خورس (سائرس) کے عہد زریں کو روشنی میں لاتے تھے ان مختلف کتبات میں سے ایک کتبہ ایران کے مشہور شہر اصطخر میں دریافت ہوا ہے یہ کتبہ قدیم تاریخ کا نادر ذخیرہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں دارا نے اپنے تمام مفتوحہ ممالک اور صوبوں کے نام تک گنا دیئے ہیں اور ایسی تفصیلات دی ہیں جن سے اس کے مذہب وعقیدہ اور طریق حکومت تک کی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اسی کتبہ میں دارا کا یہ عقیدہ مذکور ہے:

''خدائے برتر ایہورموزدہ ہے اسی نے زمین پیدا کی اسی نے آسمان بنایا اسی نے انسان کی سعادت بنائی اور وہی ہے جس نے دارا کو بہت سے لوگوں کا تنہا حکمران اور آئین ساز بنایا۔''

''ایہورموزدہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بادشاہت دی اور اسی کے فضل سے میں نے زمین میں امن وامان قائم کیا میں ایہورموزدہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے میرے خاندان کو اور ان تمام ملکوں کو محفوظ رکھے اے ایہورموزدہ میری دُعا قبول کر۔''

''اے انسان! ایہورموزدہ کا تیرے لئے حکم ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر، صراط مستقیم کو نہ چھوڑ، گناہ سے بچتا رہ۔''

دارا کے کتبات میں اصطخر کے کتبہ سے بھی زیادہ اہمیت اس کے کتبہ بے ستون کو حاصل ہے اس میں اس نے گوماتہ مجوسی کی بغاوت اور اپنے سریر آرائے سلطنت ہونے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

دارا نے اس کتبہ میں گوماتہ کو گوموش (مجوسی) اور اس کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہونے کو اہورموزدہ کے فضل کی جانب منسوب کیا ہے اور ہیروڈوٹس اور دوسرے یونانی مؤرخ یہ اور اضافہ کرتے ہیں کہ دارا کے خلاف یہ بغاوت میڈیا (ایران) کے قدیم مذہب کے پیروؤں (مجوسیوں) کی جانب سے ہوئی تھی دارا کے زمانے میں گوماتہ کے علاوہ پر اورتش اور چترت خمہ اور مجوسیوں (موگوشوں) نے علم بغاوت بلند کیا اور دارا کے ہاتھ سے پہلا ہمدان میں اور دوسرا اربیل میں قتل ہوا۔

(دائرۃ المعارف للبستانی (ایران))

پھر خورس (سائرس) اور دارا کے ''مومن'' ہونے اور ایران کے قدیم مذہب ''مجوسی'' سے بیزار رہنے پر سب سے بڑی شہادت دارا کا وہ تبلیغی اعلان ہے جو اس نے دانیال علیہ السلام کے دشمنوں کے خلاف اس وقت شائع کیا تھا جب کہ دانیال نبی کو ان کے دشمنوں نے شیر ببر کے سامنے ڈال دیا تھا اور دانیال معجزانہ طور پر صحیح وسالم بچ گئے تھے:

''تب دارا بادشاہ نے ساری قوموں اور گروہوں اور اہل لغت کو جو روئے زمین پر بستے تھے نامہ لکھا ''تمہاری سلامتی ترقی پائے میں یہ حکم کرتا ہوں کہ میری مملکت کے ہر ایک صوبے کے لوگ دانی ایل کے خدا کے آگے ترساں ولرزاں ہوں کیونکہ یہ وہی زندہ خدا ہے جو ہمیشہ قائم اور اس کی سلطنت لازوال ہے اور آخر تک رہے گی وہی چھڑاتا اور بچاتا ہے اور آسمان وزمین میں وہی نشانیاں دکھلاتا اور عجائب وغرائب کرتا ہے اسی نے دانی ایل کو شیر ببروں کے جنگل سے

چھڑایا ہے پس یہ دانی ایل دارا کی سلطنت اور خورس (سائرس)
فارس کی سلطنت میں کامیاب رہا۔"

(دانیال نبی کی کتاب باب نمبر 6 آیات نمبر 28-25)

"ان تاریخی مصادر سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ دارا اور اس کے پیشترو خورس (سائرس) کا مذہب ایران کے قدیم مذہب "موگوش" (۱) (مجوسی مذہب) سے جدا اور مخالف تھا اور یہ کہ دارا جس ہستی کو اہورموزدہ کہہ کر پکارتا ہے اور اس کے جو اوصاف بیان کرتا ہے اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا پیشترو "دین برحق" پر تھے اور عربی کا "اللہ" سریانی کا "ایوہیم" اور عبرانی کا "ایل" اور ایران کا "اہورموزدہ" ایک ہی مقدس ہستی کے نام ہیں کیونکہ دارا کہتا ہے کہ وہی یکتا اور بے ہمتا ہے اور وہی خالق کائنات ہے اور خیر وشر تنہا اسی کے ہاتھ میں ہے نیز وہ توحید خالص پر ایمان کے ساتھ ساتھ آخرت پر ایمان رکھتا اور صراط مستقیم کی تلقین اور گناہوں سے اجتناب کی تعلیم کا اظہار کرتا تھا اور ظاہر ہے کہ عقائد کی یہ تفصیلات مجوسی مذہب کے بالکل خلاف ہیں اور اسی لئے دارا مجوسیوں پر کامیابی حاصل کرنے کو اہورموزدہ کا فضل وکرم قرار دیتا ہے۔" (۱)

اسی طرح اب ہم ذیل میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی سائرس کے متعلق رائے کو نقل کر رہے ہیں جس کا اظہار انہوں نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ترجمان القرآن

---

(۱)۔ موگوش فارسی لفظ ہے اور مجوش اس کا معرب ہے

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 2/108-106

میں تفصیلاً کیا ہے تو سائرس کے متعلق تحقیق میں ان کے عقائد و نظریات کی مکمل بحث کو یہاں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے موصوف یوں رقم طراز ہیں:

سائرس کے دین کا تعین:

''لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائرس کے دینی عقائد کے بارے میں ہماری کیا معلومات ہیں۔ تاریخی حیثیت سے یہ بات قطعی ہے کہ سائرس زردشت کا پیرو تھا جسے یونانیوں نے زاروستر کے نام پکارا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ غالباً اور میڈیا میں نئی شہنشاہی کی بنیاد ہی نہیں رکھی تھی بلکہ قدیم مجوسی دین کی جگہ نئے روشن دین کی بھی تخم ریزی کی تھی وہ ایران میں نئی شہنشاہی اور نئے دین دونوں کا بانی تھا۔''

زردشت کے ظہور کا زمانہ:

''زردشت کی ہستی کی طرح اس کے ظہور کا زمانہ اور محل بھی تاریخ کا ایک مختلف فیہ موضوع بن گیا ہے اور انیسویں صدی کا مختلف نظریوں اور قیاسوں کے ردوکد میں بسر ہو چکا ہے۔ بعضوں کو اس کی تاریخی ہستی ہی سے انکار ہوا۔ بعضوں نے شاہنامہ کی روایت کو ترجیح دی اور گشتاسپ والا قصہ تسلیم کر لیا۔ بعضوں نے اس کا زمانہ ایک ہزار برس قبل مسیح قرار دیا۔ بعضوں نے یہ مدت دو ہزار برس قبل مسیح تک بڑھا دی۔ اسی طرح محل کے تعین میں بھی اختلاف ہوا، بعضوں نے باختر، بعضوں نے خراسان، بعضوں نے میڈیا اور شمالی ایران قرار دیا۔ لیکن اب بیسویں صدی کی ابتداء سے اکثر محققین تاریخ گلڈنر کی رائے پر متفق ہو گئے ہیں اور عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ زردشت کا

زمانہ وہی تھا جو سائرس کا تھا اور گشتاسپ والی روایت اگر صحیح ہے تو
اس سے مقصود وہی گشتاسپ ہے جو دارا کا باپ اور ایک صوبے کا
گورنر تھا۔ زردشت کا ظہور شمال مغربی ایران یعنی آذربائیجان میں ہوا
جسے اوستا کے حصہ ''ویندی داد'' میں ''ایریانہ ویجو'' سے تعبیر کیا ہے
البتہ کامیابی باختر میں ہوئی جس کا گورنر گشتاسپ تھا۔
اس تحقیق کے مطابق زردشت کا سال وفات تقریباً 550 قبل مسیح
سے لے کر 583 قبل مسیح تک ہونا چاہیے اور سائرس کی تخت نشینی
بالاتفاق 550 قبل مسیح میں ہوئی۔ یعنی زردشت کی وفات سے بیس
سال بعد، یا عین اسی سال۔

سائرس دین زردشتی کا پہلا حکمران تھا:

لیکن اگر سائرس زردشت کا معاصر تھا تو کیا کوئی براہ راست تاریخی
شہادت موجود ہے جس سے اس کا دین زردشتی قبول کرنا ثابت ہو؟
نہیں ہے لیکن اگر وہ تمام قرائن جمع کیے جائیں جو خود تاریخ کی روشنی
نے مہیا کر دیئے ہیں تو یقیناً ایک بالواسطہ شہادت نمایاں ہو جاتی ہے اور
اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ سائرس نہ صرف دین زردشتی پر عمل پیرا
تھا بلکہ اس کا پہلا حکمران داعی تھا اور اس نے یہ ورثہ اپنے جانشینوں کے
لئے چھوڑا جو دوسو برس تک بلا استثناء دین زردشتی پر عمل پیرا رہے۔
اس سلسلہ میں سب سے زیادہ روشنی جن واقعات سے پڑتی ہے وہ دو
ہیں اور دونوں کی تاریخی نوعیت مسلم ہے پہلا واقعہ ''گوماتہ'' کی بغاوت
کا ہے جو سائرس کی وفات کے آٹھ برس بعد ظہور میں آیا۔ دوسرے دارا

کے کتبے ہیں جن سے اس کے دینی عقائد کی نوعیت آشکارا ہوگئی ہے۔

سائرس کا بالاتفاق 529 قبل مسیح انتقال ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کم بی سیز (کمبوچیہ یا کیقباد) تخت نشین ہوا۔ اس نے 525 قبل مسیح میں مصر فتح کیا۔ لیکن ابھی مصر ہی میں تھا کہ معلوم ہوا کہ ایران میں بغاوت ہوگئی ہے اور ایک شخص ''گوماتہ'' نامی نے اپنے آپ کو سائرس کا دوسرا لڑکا سمرڈیز (فارسی: بردیہ) مشہور کردیا ہے جو بہت پہلے مر چکا تھا یا مارڈالا گیا تھا۔ (کم بی سیز) یہ خبر سن کر مصر سے لوٹا لیکن ابھی شام میں تھا کہ 522 قبل مسیح میں اچانک انتقال کر گیا۔ اب چونکہ سائرس کی براہ راست نسل سے کوئی شہزادہ موجود نہ تھا اس لئے اس کا عم زاد بھائی دارا ابن گشتاسپ تخت نشین ہوگیا۔ دارا نے بغاوت فرو کی۔ گوماتہ کو قتل کیا اور نئی مملکت کو اس کے عروج و کمال تک پہنچا دیا دارا کی تخت نشینی بالاتفاق 521 قبل مسیح میں ہوئی پس اس کا عہد سائرس کے انتقال سے آٹھ برس بعد شروع ہوگیا تھا۔

یونانی مؤرخوں کی شہادت موجود ہے کہ یہ بغاوت میڈیا کے قدیم مذہب کے پیروؤں کی بغاوت تھی اور خود دارا اپنے کتبے بے ستون میں ''گوتامہ'' کو ''گوموش'' لکھتا ہے یعنی مجوسی اور مجوسی مذہب سے مقصود قدیم مذہب ہے۔ (۱)

---

(۱)۔ موگوش کا لفظ ایک جگہ اوستا میں بھی آیا ہے اور یہ بات اب قطعی طور پر تسلیم کرلی گئی ہے کہ ''موگوش'' سے مقصود میڈیا کے اس مذہب کے پیرو ہیں جو زردشت کے ظہور سے پہلے وہاں رائج تھا۔ چونکہ میڈیا کے باشندے بابل اور شام میں موگوش مشہور ہوگئے تھے اس لئے عربوں میں بھی یہی نام مشہور ہوگیا اور موگوش نے مجوسی کی شکل اختیار کرلی پھر تمام ایرانیوں کو مجوس کہنے لگے۔ زردشتی اور غیر زردشتی کا امتیاز باقی نہ رہا۔ حالانکہ اصلاً مجوسی زردشتیوں کے مخالف تھے۔

تاریخ میں اس کا بھی سراغ ملتا ہے کہ پرانے مذہب کے پیروؤں کی سرکشی اس کے بعد بھی جاری رہی۔ چنانچہ دوسری بغاوت ''پراوتش'' نامی مجوس نے کی تھی جسے دارا نے ہمدان میں قتل کیا اور تیسری ''چترت خمہ'' نامی نے جواربل میں قتل ہوا۔

دوسرا واقعہ دارا کے کتبوں سے روشنی میں آیا ہے یہ دنیا کی خوش قسمتی ہے کہ دارا نے بعض کتبے پہاڑوں کی محکم چٹانوں پر نقش کرائے جنہیں سکندر کا حملہ بھی برباد نہ کرسکا ان میں سب سے اہم کتبہ بے ستون تھا۔ جس میں دارا نے گوماتہ مجوسی کی بغاوت اور اپنی تخت نشینی کی سرگزشت قلمبند کی ہے دوسرا اصطخر کا ہے۔ جس میں اپنے تمام ماتحت ممالک کے نام گنوائے ہیں ان دونوں میں وہ بار بار ''اہورموزدہ'' کا نام لیتا ہے اور اپنی تمام کامرانیوں کو اس کے فضل وکرم سے منسوب کرتا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ ''اہورموزدہ'' زردشت کی تعلیم کا ''اللہ'' ہے۔

ان دونوں واقعات پر ایک تیسرے واقعہ کا بھی ذکر کردینا چاہیے یعنی تاریخ میں کوئی اشارہ اس کا نہیں ملتا کہ کم بی سیز نے کوئی نیا دین قبول کیا تھا یا دارا کو کوئی اس طرح کا معاملہ پیش آیا تھا۔ ہیرو ڈوٹس نے دارا کی وفات سے پچاس برس بعد اپنی تاریخ لکھی تھی۔(۱)

اس کے لئے دارا کے عہد کے واقعات بالکل قریبی زمانے کے واقعات تھے اور لیڈیا میں فارسی حکومت قائم ہو جانے کی وجہ

(۱)۔ دارا کی وفات بالاتفاق 486 قبل مسیح میں ہوئی، اور ہیروڈوٹس 484 قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ یعنی دارا کی وفات سے صرف دو سال بعد۔

یونانیوں اور فارسیوں کے تعلقات بھی روز بروز بڑھ رہے تھے۔
تاہم وہ کسی ایسے واقعہ کا ذکر نہیں کرتا۔ پس سائرس کی وفات اور دارا کی تخت نشینی کے درمیان آٹھ برس کی جو مدت گزری ہے ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس عرصہ میں کسی نئی مذہبی دعوت کے ظہور و قبول کا کوئی واقعہ نہیں گزرا۔
اب غور کریں ان واقعات کا لازمی نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر سائرس کے بعد کم بی سیز اور دارا نے کوئی نئی دعوت قبول نہیں کی تھی اور دارا دین زردشتی پر عامل تھا تو کیا اس سے ثابت نہیں ہو رہا کہ دارا اور کم بی سیز سے پہلے زردشتی دین خاندان میں آ چکا ہے؟ اگر سائرس کی وفات کے چند سال بعد قدیم مذہب کے پیرو اس لئے بغاوت کرتے ہیں کہ کیوں ایک نیا مذہب قبول کر لیا گیا ہے تو کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ سائرس نیا مذہب قبول کر چکا تھا اور تبدیلیٔ مذہب کا معاملہ نیا نیا پیش آیا تھا؟ پھر اگر زردشت سائرس کا معاصر تھا تو کیا اس بات کا مزید ثبوت نہیں ہے؟ کہ سب سے پہلے سائرس ہی نے یہ دعوت قبول کی تھی اور وہ فارس اور میڈیا کا نیا شہنشاہ بھی تھا اور نئی دعوت کا پہلا حکمران داعی بھی۔

زردشت اور سائرس:

اتنا ہی نہیں بلکہ ہم غور کرتے ہیں تو اس زنجیر کی کڑیاں اور آگے تک بڑھ جاتی ہیں البتہ ہم اسے ایک قیاس سے زیادہ کہنے کی جرأت نہیں کریں گے اگر سائرس زردشت کا معاصر تھا اور سائرس کا ابتدائی

زمانہ خاندان سے الگ اور گمنامی میں بسر ہوا تو کیا اسی زمانہ میں دونوں شخصیتیں ایک دوسرے کے قریب نہیں پہنچ جاتیں؟ اور کیا ایسا نہیں سمجھا جاسکتا کہ اسی زمانہ میں سائرس زردشت کی تعلیم وصحبت سے بہرہ مند ہوا؟ سائرس کی ابتدائی زندگی سرگزشت تاریخ کی ایک گمشدہ داستان ہے پھر کیا اس داستان کا سراغ ہمیں ان دونوں شخصیتوں کی معاصرات کے واقعہ میں نہیں مل جاتا؟

مؤرخ زینوفن نے سائرس کی ابتدائی زندگی کا افسانہ ہمیں سنایا ہے اس افسانہ میں ایک پراسرار شخص کی پرچھائیں صاف نظر آرہی ہیں جو دشت وجبل کے اس پروردۂ قدرت کو پیش آنے والے کارناموں کے لئے تیار کر رہا تھا۔ کیا اس پرچھاؤں میں ہم خود زردشت کی مقدس شخصیت کی نمود نہیں دیکھ رہے؟ اگر زردشت کا ظہور شمال مغربی ایران میں ہوا تھا اور اگر سائرس کی ابتدائی زندگی گمنامی کا زمانہ بھی شمالی کوہستانوں میں بسر ہوا تو کیوں یہ دونوں کڑیاں باہم مل کر ایک گمشدہ داستان کا سراغ نہ بن جائیں؟

سائرس کی شخصیت وقت کے تمام ذہنی اور اخلاقی رجحانات کے برخلاف ایک انقلاب انگیز شخصیت تھی ایسی شخصیت کسی انقلاب انگیز داعی کی دعوت ہی سے پیدا ہوسکتی ہے اور صاف نظر آرہا ہے کہ وہ داعی شخصیت زردشت ہی کی تھی۔ بہر حال سائرس نے اپنی ابتدائی گمنامی کے عہد میں نئی دعوت قبول کی ہو، یا تخت نشینی کے بعد لیکن یہ قطعی ہے کہ وہ دین زردشتی پر عامل تھا۔

دین زردشتی کی حقیقی تعلیم:

لیکن اگر ذوالقرنین دین زردشت پر عامل تھا اور قرآن ذوالقرنین کے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا اثبات کرتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اسے ملہم من اللہ قرار دیتا ہے تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زردشت کی تعلیم دین حق کی تعلیم تھی؟ یقیناً لازم آتا ہے لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اس معاملے سے بچنے کی ہم کوشش کریں۔ کیونکہ یہ حقیقت اب پوری طرح روشنی میں آچکی ہے کہ زردشت کی تعلیم سراسر خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم تھی اور آتش پرستی اور ثنویت کا اعتقاد اس کا پیدا کیا ہوا اعتقاد نہیں ہے بلکہ قدیم مجدد مجوسیت کا ردعمل ہے۔

جس طرح روم کی مسیحیت قدیم رومی بت پرستی کے ردعمل سے محفوظ نہ رہ سکی اسی طرح زردشت کی خالص خدا پرستانہ تعلیم قدیم مجوسیت کے ردعمل سے بچ نہ سکی۔ خصوصاً ساسانی عہد میں جب وہ ازسرنو مدون ہوئی تو اصل تعلیم سے بالکل ایک مختلف چیز بن چکی تھی۔

میڈیا کا قدیم مذہب:

زردشت کے ظہور سے پہلے فارس اور میڈیا کے باشندوں کے عقائد کی نوعیت بھی وہی تھی جو انڈویوروپین آریاؤں کی تمام دوسری شاخوں کی رہ چکی ہے۔ ہندوستان کے آریوں کی طرح ایران کے آریوں میں بھی پہلے بظاہر قدرت کی پرستش شروع ہوئی۔ پھر سورج کی عظمت کا تصور پیدا ہوا پھر زمین میں آگ نے سورج کی قائم مقامی کر لی کیونکہ تمام مادی عناصر میں روشنی اور حرارت کا سرچشمہ

وہی تھی۔ یونانیوں میں ایسے دیوتاؤں کا تصور پیدا ہوا جن سے اچھائی اور برائی دونوں ظہور میں آتی تھیں لیکن ایرانیوں کے تصور نے دیوتاؤں کو دو متقابل قوتوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک قوت پاک روحانی ہستیوں کی تھی جو انسان کو زندگی کی تمام خوشیاں بخشتی تھی دوسری قوت برائی کے عفریتوں کی تھی جو نوع انسان کے جانی دشمن تھے روحانی ہستیوں کی نمود روشنی میں ہوئی اور شیطانوں کی تاریکی میں۔ نور و ظلمت کی یہی کشمکش ہے جس سے تمام اچھے برے حوادث ظہور میں آتے ہیں چونکہ روشنی پاک روحانیتوں کی نمود ہے اس لئے ہر طرح کی عبادتیں اور قربانیاں اسی کے لئے ہونی چاہئیں اس روشنی کا مظہر آسمان میں سورج اور زمین میں آگ تھی۔

اچھائی و برائی کا جس قدر تصور تھا وہ یونانیوں کی طرح صرف مادی زندگی کی راحتوں اور محرومیوں ہی میں محدود تھا روحانی زندگی اور اس کی سعادت و شقاوت کا کوئی تصور پیدا نہیں ہوا تھا۔

آگ کی پرستش کی قربان گاہیں بنائی جاتی تھیں اور اس کے خاص پجاریوں کا ایک مقدس گروہ بھی پیدا ہو گیا تھا اس کے افراد "موگوش" کے لقب سے پکارے جاتے تھے آگے چل کر اسی لقب نے آتش پرستی کا مفہوم پیدا کر لیا۔

زردشت کی تعلیم:

لیکن زردشت نے ان تمام عقائد سے انکار کر دیا ہے اس نے خدا

پرستی روحانی سعادت وشقاوت اور آخرت کی زندگی کا عقیدہ پیدا کیا اس نے کہا یہاں نہ تو خیر کی بہت روحانی ہستیاں ہیں نہ شر کے بہت سے عفریت یہاں صرف ایک ''اہورموزدہ'' کی ہستی ہے جو یگانہ ہے، نور ہے، قدوس ہے، حق ہے، حکیم ہے، قدیر ہے اور تمام کائنات ہستی کی خالق ہے کوئی ہستی نہیں جو اس کی مثل ہو یا اس کے ہمتا ہو یا اس کی شریک ہو تم نے جن روحانی قوتوں کو خیر کا خالق سمجھ رکھا ہے وہ خالق وقادر نہیں ہیں۔ ''اہورموزدہ'' کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ''امش سپند'' ہیں یعنی ملائکہ ہیں اور شرکاء کا ذریعہ دیوتاؤں کی خوفناک قوت نہیں ہے بلکہ ''ازومین'' (اہرمن) کی ہستی ہے یعنی شیطان کی ہستی ہے یہ اپنی وسوسہ اندازیوں سے انسان کو تاریکی کی طرف لے جاتی ہے۔

تعلیم کی عملی خصوصیت:

زردشت کی تعلیم کا عملی پہلو سب سے زیادہ اہم ہے یونانیوں کی طرح اس کا اخلاقی تصور مذہب سے الگ نہیں تھا بلکہ عین مذہب میں تھا اس نے مذہب کو محض ایک قومی اور ملکی مذہب کی شان نہیں دی بلکہ انفرادی زندگی کا روزانہ دستورالعمل بنا دیا۔ نفس کی طہارت اور اعمال کی درستگی اس کی تعلیم کا اصلی محور ہے انسانی زندگی کا ہر خیال، ہر قول، ہر فعل ضروری ہے کہ اس کے معیار پر پورا اترے۔ ''فکر کی راستی، گفتار کی راستی اور کردار کی راستی'' پرستاران اہورموزدہ کے لئے تین بنیادی اصول تھے۔ پروفیسر گرنڈی کے لفظوں میں اس کا مذہب

حقیقت اور عمل کا مذہب تھا یونانی مذہب کی طرح محض رسموں اور ریتوں کا مذہب نہ تھا اس نے مذہب کو ایرانیوں کی روزمرہ زندگی کی ایک حقیقت بنا دیا اور اخلاق اس مذہب کا مرکزی عنصر تھا۔

عبادت کا تصور:

اس کی عبادت کا تصور ہر طرح کے اصنامی اثرات سے پاک تھا عبادت ہمیں اس لئے نہیں کرنی چاہیے کہ خدا کے غضب و انتقام سے بچیں بلکہ اس لئے کہ برکتیں اور سعادتیں حاصل کریں۔ اگر ہم اہورموزدہ کی عبادت نہیں کریں گے تو وہ ہمیں یونانی اور ہندوستانی دیوتاؤں کی طرح اپنے غضب کا نشانہ نہیں بنائے گا۔ لیکن خود ہم سعادت سے محروم رہ جائیں گے۔

آخرت کی زندگی:

اس کی تعلیم کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو آخرت کی زندگی کا اعتقاد تھا وہ کہتا تھا کہ انسان کی زندگی صرف اتنی ہی نہیں ہے جتنی اس دنیا میں گزرتی ہے اس کے بعد بھی ایک زندگی پیش آئے گی اس زندگی میں دو عالم ہوں گے ایک اچھائی اور سعادت کا۔ دوسرا برائی اور شقاوت کا۔ جن لوگوں نے اس زندگی میں نیک عمل کئے ہوں گے وہ پہلے عالم میں جائیں گے جنہوں نے برے عمل کئے ہیں دوسرے عالم میں اور اس کا فیصلہ اس دن ہوگا جسے وہ ''آخری فیصلہ'' کا دن قرار دیتا ہے۔

بقائے رُوح کا مسئلہ اس کے مذہب کی بنیادی چٹان ہے۔ انسان فانی ہے مگر اس کی روح فانی نہیں وہ اس کے مرنے کے بعد بھی باقی

رہتی ہے اور ثواب وعتاب کے دو عالموں میں سے کسی ایک عالم میں داخل ہو جاتی ہے۔

پیروان زردشت کا اخلاقی تقدم:

موجودہ عہد کے تمام محققینِ تاریخ اس پر متفق ہیں کہ زردشت کی تعلیم نے انسان کے اخلاقی اور فکری ارتقاء میں نہایت مؤثر حصہ لیا ہے اس نے پانچ سو برس قبل مسیح ایرانیوں کو اخلاقی پاکیزگی کی ایک ایسی سطح پر پہنچا دیا جہاں سے ان کے معاصر یونانیوں اور رومیوں کی زندگی بہت ہی پست دکھائی دیتی ہے۔ ایک ایسا مذہب جس کی تعلیم کا رُخ مکمل طور پر انفرادی زندگی کی پاکیزگی کی طرف تھا اور جو اپنے پیروؤں کی اخلاقی روش کے لئے نہایت بلند مطالبے رکھتا تھا، ضروری تھا کہ اعمال وخصائل کے بہتر سانچے میں ڈھال دے اور تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ اس نے ڈھال دیئے تھے۔ یہ شہادت کن لوگوں کے قلم سے نکلی ہے؟ ان لوگوں کے قلم سے جو کسی طرح بھی ایرانیوں کے دوست نہیں سمجھے جا سکتے۔ پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیح کا تمام زمانہ ایرانیوں اور یونانیوں کی مسلسل آویزش کا زمانہ رہا ہے اور ہیروڈوٹس اور زینوفن نے جب تاریخیں لکھی ہیں تو یونان کے حریفانہ جذبات پوری طرح ابھرے ہوئے تھے تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایرانیوں کی اخلاقی فضیلت سے انکار نہیں کر سکتے۔ انہیں ماننا پڑتا ہے کہ ان میں بعض ایسی عظیم فضیلتیں ہیں جو یونانیوں میں نہیں پائی جاتیں ہم یہاں پروفیسر گرنڈی کے الفاظ پھر مستعار لیں گے کہ

''ایرانی سچائی اور دیانت کی ایسی فضیلتیں رکھتے تھے جو اس عہد کی قوموں میں عام طور پر دکھائی نہیں دیتیں۔''

ان کی راست بازی، رحمدلی، شجاعت اور بلند نظری کا سب اعتراف کرتے ہیں اور یہ یقیناً زردشت کی تعلیم کے لازمی نتائج تھے۔

دارا کے فرامین:

دارائے اول کا زمانہ اس مذہب کی بلند آہنگی کا شاندار زمانہ ہے۔ اس کے کتبوں میں ہمیں زردشتی تعلیم کی صدائیں صاف سنائی دے رہی ہیں اور ان سے ہم حقیقت حال معلوم کر سکتے ہیں اصطخر کا کتبہ ڈھائی ہزار برس پیشتر کی یہ منادی آج تک بلند کر رہا ہے:

''خدائے برتر اہورموزدہ ہے اسی نے زمین پیدا کی، اسی نے آسمان بنایا اسی نے انسان کی سعادت بنائی اور وہی ہے جس نے دارا کو بہتوں کا تنہا حکمران اور آئین ساز بنایا۔ اے اہورموزدہ میری دُعا قبول کر۔''

صراط مستقیم کی دعوت:

''اے انسان! اہورموزدہ کا تیرے لئے یہ حکم ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ، گناہ سے بچتا رہ۔''

یاد رہے کہ دارا سائرس کا معاصر تھا اور اس کی وفات سے صرف آٹھ برس بعد تخت نشین ہوا۔ پس دارا کی صداؤں میں ہم خود سائرس کی صدائیں سن رہے ہیں اس کا بار بار اپنی کامرانیوں کو اہورموزدہ کے فضل و کرم سے منسوب کرنا ٹھیک ٹھیک ذوالقرنین کے اس طریق

خطاب کی تصدیق ہے کہ (هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ) یہ میرے رب کی رحمت سے ہے۔

زردشت مذہب کا انحطاط وتغیر:

لیکن چوتھی صدی قبل مسیح کے بعد زردشتی مذہب کا تنزل شروع ہو گیا ایک طرف قدیم مجوسی مذہب نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا دوسری طرف خارجی اثرات بھی کام کرنے لگے یہاں تک کہ انٹانین (Antonine) شہنشاہ روم کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ سائرس اور دارا کے عہد کے زردشتی مذہب نے بالکل ایک دوسری ہی شکل اختیار کر لی ہے۔
پھر سکندر اعظم کی فتوحات کا سیلاب اٹھا اور وہ ایران کی دو صد سالہ شہنشاہی نہیں بلکہ اس کا مذہب بھی بہا لے گیا۔ ایرانیوں کا قومی افسانہ کہتا ہے کہ زردشت کا مقدس صحیفہ اوستا بارہ ہزار بیلوں کی مدبوغ کھالوں پر آب زر سے لکھا ہوا تھا جو سکندر کے حملہ اصطخر میں جل کر راکھ ہو گیا۔ بارہ ہزار بیلوں کی کھال کا قصہ تو محض مبالغہ ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ بخت نصر کے حملہ بیت المقدس نے جو سلوک تورات کے ساتھ کیا تھا وہی سکندر کے حملہ ایران نے اوستا کے ساتھ کیا یعنی دونوں جگہ مذہب کا اصلی نوشتہ مفقود ہو گیا۔
پھر جب پانچ سو برس کے بعد ساسانی دور حکومت شروع ہوا تو مذہب زردشت کی از سر نو تدوین کی گئی اور جس طرح قید بابل کے بعد حضرت عزرا نے نئی تورات مرتب کی تھی اسی طرح اردشیر بابکانی نے از سر نو اوستا کا نسخہ مرتب کرایا لیکن اب مذہب کی تمام حقیقی

خصوصیات طرح طرح کی تبدیلیوں، تحریفوں اور اضافوں سے یک قلم مسخ ہو چکی تھیں چنانچہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ ساسانی عہد کا مذہب قدیم مجوسیت، زردشت اور یونانیت کا مخلوط مرکب ہے اور اس کا بیرونی رنگ وروغن تو تمام تر مجوسیت ہی نے فراہم کیا ہے۔ اسی ساسانی اوستا کا ایک ناقص اور محرف ٹکڑا ہے جو ہندوستان کے پارسیوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے اور جس کے لئے ہم ایک فرنچ مستشرق آنک تیل کی الوالعزمیوں اور علمی قربانیوں کے شکر گزار ہیں۔

اہورموزدہ کی مزعومہ شبیہ:

اس سلسلہ میں ایک بحث طلب سوال اور ہے اور ضروری ہے کہ اس پر بھی نظر ڈالی جائے یہ مسلم ہے کہ پیروان زردشت میں بت پرستی کی کوئی شکل بھی سر نہ اٹھا سکی۔ قدیم مجوسی مذہب میں بھی اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ لیکن ایران میں دارا اور اس کے بعد کے عہد کے جو آثار ملے ہیں ان میں ایک خاص صورت کا نقش پایا جاتا ہے یہ بادشاہ کی تصویریں نہیں ہو سکتی کیونکہ بادشاہ کی شخصیت مرقع میں الگ نمایاں ہے اس کا محل ہر جگہ بلندی میں اور سب سے اوپر واقع ہوا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ خود بادشاہ سے بھی ایک بلند تر ہستی ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کون ہستی ہے؟ سب سے پہلے یہ صورت بے ستون کے مرقع میں زیر بحث ہوئی، جب 1847ء میں کرنل رالینسن نے اپنی شرح وحل کے ساتھ اصل مرقع کا چربہ شائع کیا۔

پھر یہی صورت متعدد نقوش میں ملی۔ مثلاً دارا کی سرکاری مہر کے مرقع میں، نقشِ رُستم میں جو دراصل دارا کی قبر ہے، اصطخر کے محل شاہی کے دروازے پر جو غالباً درمیانی دروازہ ہے۔

رالین سن سے پہلے سر رابرٹ کیر پورٹر نے یہ نظریہ قائم کر لیا تھا کہ یہ کوئی مافوق انسانیت ہستی ہونی چاہیے جو خود بادشاہ سے بھی اوپر اپنی جگہ رکھتی ہے۔ رالین سن ایک قدم اور آگے بڑھا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ یہ اہورموزدہ کی ہستی ہے یعنی خدا کی۔ چنانچہ اس وقت سے یہ رائے برابر مقبول ہوتی گئی۔ اب عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ایرانی اگرچہ بت پرستی سے مجتنب رہے، لیکن انہوں نے اہورموزدہ کی ہستی کے لئے ایک مرموز (یعنی Symbolic) تشخص کا تصور ضرور قائم کر لیا تھا جو ان تصویروں میں نمایاں ہے اور یہ مصریوں اور آشوریوں کے مرموز تجسم کا اثر تھا جس سے وہ بھی متاثر ہو گئے۔

لیکن 1912ء سے (جب کہ میں نے پہلے پہل ایرانی آثار قدیمہ کا بغور مطالعہ کیا) میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ قیاس اول دن سے غلط رخ پر چلا ہے اور تمام تاریخی اور عقلی قرائن اس کے خلاف ہیں۔

اوّلاً: تمام تاریخی شہادتیں اور خود پارسیوں کا مسلسل تعامل ثابت کر رہا ہے کہ انہوں نے الوہیت کا تصور کبھی کسی انسانی جسم وصورت میں نہیں کیا اور کبھی کسی مجسمہ کو تقدیس کی نظر سے نہیں دیکھا۔

ثانیاً: اگر امتداد زمانہ سے یہ چیز پیدا بھی ہو گئی ہو تب بھی کسی طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ خود دارا کے عہد میں پیدا ہو گئی ہو جو زردشت کی تعلیم کا ابتدائی عہد تھا اور جب یونانی مؤرخوں کی

شہادت کے مطابق ایرانی، یونانی بت پرستی کو حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔

ثالثاً: اس شبیہ میں کوئی ایسی بات نہیں جو معبودیت والوہیت کی کوئی خاص شان رکھتی ہو۔ ہر جگہ اس کی ایک ہی صورت اور وضع ہے اور وہ ایک معمولی انسان کی ہے جس نے اس زمانہ کا عام لباس پہن رکھا ہے وہی لباس جو خودداراا اور اس کے جانشینوں کا تصویروں میں دکھایا گیا ہے صرف اتنی بات اس میں زیادہ ہے کہ ایک حلقہ اس کی کمر سے نیچے چاروں طرف بنایا گیا ہے اور عقب میں ایک ایسا طولانی نقش ہے جس میں لہروں کی سی شان پیدا ہوگئی ہے اس حلقہ اور لہروں کو سورج کی مرموز شکل قرار دیا گیا ہے اگر یہ رائے تسلیم بھی کر لی جائے۔ تب بھی یہ اس کے لئے کافی نہیں کہ محض یہ مشتبہ لہریں ایک خالق ہستی کے تصور کے لئے پیروان زردشت کا منتہائے خیال تھا۔

رابعاً: اگر یہ بات بھی مان لی جائے کہ اس حلقہ اور لہروں میں ایک ماورائے انسانیت ہستی کا تصور مرموز تھا تب بھی یہ اہورموزدہ کی ہستی کیوں ہو جس کی نسبت زردشت نے تقدیس وعلو کا اس درجہ بلند تصور قائم کیا ہے؟ کیوں یہ کسی ایسے انسان کی صورت نہ ہو جو اگرچہ انسان تھا مگر اپنی انسانیت کی رفعت وتقدیس کی وجہ سے ایک غیر معمولی ہستی سمجھا جاتا تھا؟ مثلاً خدا کی ایک فرستادہ ہستی؟

بہرحال اس رخ پر ہم جس قدر بڑھتے ہیں یہ بات واضح ہوتی چلی جاتی ہے کہ اسے اہورموزدہ کی ہستی سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ یا تو یہ خود زردشت کی تصویر ہے جو ایرانی مذہب کا بانی تھا یا سائرس کی

ہے جو اس مذہب کا حکمراں پیغمبر اور ہخامنشی شہنشاہی کا پہلا تاجدار تھا۔ چونکہ اس صورت کے بائیں ہاتھ میں ہر جگہ ایک حلقہ دکھلایا گیا ہے اور قدیم تصورات میں حلقہ کی شکل حکومت و مالکیت کی علامت سمجھی جاتی تھی اس لئے زیادہ قرین قیاس یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ سائرس کی تصویر ہو۔''(۱)

سائرس کے متعلق گزشتہ اوراق میں مرقوم تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ان کو خلاصہ کلام اور حاصل بحث کے طور پر نقل کیا جائے اور یا ان مذکورہ تفصیلات کو تحلیل کی شکل دی جائے تو سائرس کی شخصیت کے متعلق درج ذیل امور ہمارے سامنے واضح ہو جاتے ہیں۔

1۔ دانیال نبی کے مکاشفہ اور جبریل علیہ السلام کی تعبیر اور ان دو حکومتوں کے اتحاد کی بنا پر ہی سائرس کو دو سینگوں والا (ذوالقرنین) بادشاہ کہا اور اسی تخیل کی بنا پر اہل یہود کے ہاں ذوالقرنین کے لقب سے مشہور ہوا۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے فارس اور میڈیا کے دونوں ملکوں کی اس کو بادشاہی عطا فرمائی تھی اور اس طرح وہ اپنے وقت کا عظیم حکمران تھا۔

3۔ اسے زمانہ حکمرانی میں تین اہم فتوحات پیش آئیں پہلی مغربی فتح، دوسری مشرقی فتح اور تیسری مہم شمال کی جانب کا کیشیا کے ان دو پہاڑی دروں کی طرف ہوئی جہاں اس سے ایک قوم نے یاجوج ماجوج کے متعلق شکایت کی۔

4۔ سائرس ہی وہ شخص ہے جس نے اس قوم کی شکایت پر ان دو پہاڑی دروں سے باہر کی جانب نکلنے والے راستے کو بند کر دیا وہاں اس نے لوہے اور تانبے کے استعمال سے ایک سدّ (دیوار) کو تعمیر کیا۔

---

۱. ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد:490-483

5۔ تاریخی روایات واشگاف الفاظ میں یہ واضح کر رہی ہیں کہ وہ اپنے دور حکمرانی میں لوگوں کو نیکی کے راستے کی طرف دعوت دیتا تھا اور جرم و بداعمالیوں کے ارتکاب سے بچنے کا حکم دیتا۔ یوں وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کا داعی تھا۔

6۔ سائرس کے متعلق تاریخی اوراق اس بات کی مکمل شہادت دیتے ہیں کہ وہ خدا پرست اور راست باز انسان تھا اور روزِ محشر اور جزا وسزا کے دن پر یقین رکھتا تھا۔

7۔ اس دورِ حکمرانی اور کامل حیات طیبہ کا اگر بنظر غائیر مطالعہ کیا جائے تو بنی نوع انسان پر جبر وظلم اور زیادتی کی کوئی مثال ہمارے سامنے نہیں آئی بلکہ تاریخی اوراق ان کی شخصیت کو دنیاوی حرص وطمع سے بھی مبرا قرار دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان کی شخصیت اخلاقی ومعاشرتی برائیوں سے پاک وصاف نظر آتی ہے۔

اب ہم ذیل میں قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات کو ذکر کر رہے ہیں تاکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور سائرس کی صفات کا موازنہ کیا جا سکے ان صفات کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد یوں رقمطراز ہیں:

''قرآن نے ذوالقرنین کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے اس پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل امور سامنے آجاتے ہیں:

اولاً: جس شخص کی نسبت پوچھا گیا ہے وہ یہودیوں میں ذوالقرنین کے نام سے مشہور تھی یعنی ذوالقرنین کا لقب خود قرآن نے تجویز نہیں کیا ہے پوچھنے والوں کا مجوزہ ہے کیونکہ فرمایا (یسئلونک عن ذی القرنین)۔

ثانیاً: اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اسے حکمرانی عطا فرمائی تھی اور ہر طرح کا ساز وسامان جو ایک حکمران کے لئے ہو سکتا تھا اس کے لئے فراہم ہو گیا تھا۔

ثالثاً: اس کی بڑی مہمیں تین تھیں۔ پہلے مغربی ممالک فتح کئے، پھر مشرقی، پھر ایک

ایسے مقام تک فتح کرتا ہوا چلا گیا جہاں پہاڑی درہ تھا اور اس کی دوسری طرف یاجوج ماجوج آ کر لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔

رابعاً: اس نے وہاں ایک نہایت محکم سد تعمیر کر دی اور یاجوج ماجوج کی راہ بند کر دی۔

خامساً: وہ ایک عادل حکمران تھا جب وہ مغرب کی طرف فتح کرتا ہوا چلا گیا تو ایک قوم ملی جس نے خیال کیا دنیا کے تمام بادشاہوں کی طرح ذوالقرنین بھی ظلم وتشدد کرے گا لیکن ذوالقرنین نے اعلان کیا کہ بے گناہوں کے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے جو لوگ نیک عملی کی راہ چلیں گے، ان کے لئے ویسا ہی اجر بھی ہوگا۔ البتہ ڈرنا نہیں چاہیے جو جرم وبدعملی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

سادساً: وہ خدا پرست اور راست باز انسان تھا اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا تھا۔

سابعاً: وہ نفس پرست بادشاہوں کی طرح طامع اور حریص نہ تھا جب ایک قوم نے کہا یاجوج ماجوج ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک سد تعمیر کر دیں ہم خراج دیں گے تو اس نے کہا (ما مکنی فیہ ربی خیر) جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہی میرے لئے بہتر ہے میں تمہارے خراج کا طامع نہیں یعنی میں خراج کی طمع سے یہ کام نہیں کروں گا اپنا فرض سمجھ کر یہ انجام دوں گا۔'' (۱)

سائرس کے حالات زندگی اور خصوصاً اس کے متعلقہ بحث کے حاصل کلام کا عمیق نظری سے مطالعہ کرنے کے بعد جب ہماری نظریں قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات طیبہ پر پڑتی ہیں تو ہر قاری اس بات کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اختتام مطالعہ پر پکار اٹھتا ہے کہ سائرس اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی مرقوم شدہ صفات میں کسی ایک ہی شخصیت کی خوشبو آ رہی ہے کیونکہ دونوں کی صفات کا اکثر حصہ باہم مماثلت اختیار کر جاتا ہے اور اسی طرح جب سائرس کے متعلق یہ نظریہ رکھا جائے کہ وہی قرآن میں مذکور حضرت

---

۱. ترجمان القرآن از مولانا ابو الکلام آزاد: 464/2

ذوالقرنین کی مبارک شخصیت کے مصداق ہیں تو شرعی دلائل میں سے کوئی دلیل قاطعہ ہمیں اس نظریہ کو قائم کرنے سے نہیں روکتی اور بعینہ اس طرح تاریخی اوراق بھی ہمارے اس نظریہ کو کہیں بھی نشانہ ہدف اور تنقیدی نگاہوں سے دیکھتے نظر نہیں آتے۔ تو اس لئے اس اختتام بحث پر ہم تشفی قلب کے ساتھ یہ بات تحریر کر سکتے ہیں۔

کہ قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات کا اکثر و بیشتر حصہ سائرس کی شخصیت پر چسپاں ہو جاتا ہے تو بدیں وجہ سائرس ہی ذوالقرنین کی شخصیت کا مصداق بننے کا شرف عظیم حاصل کر جاتے ہیں۔

مزید ہم اپنے مؤقف کو مضبوط اور تقویت پہنچانے کے لئے ذیل میں امام الہند ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ اور سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق نفیس ہدیہ قارئین کر رہے ہیں:

امام الہند ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

''اب غور کرو، قرآن کی تصریحات نے جو جامہ تیار کیا ہے وہ کس طرح ٹھیک ٹھیک صرف سائرس ہی کے جسم پر راست آتا ہے؟

ہم نے اس مبحث کے آغاز میں تصریحات قرآنی کا خلاصہ دے دیا ہے جو سات دفعات پر مشتمل ہے ان پر پھر ایک نظر ڈال لو۔

1۔ سب سے پہلے اس بات پر غور کرو کہ ذوالقرنین کی نسبت سوال بالاتفاق یہودیوں کی جانب سے ہوا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کسی غیر یہودی بادشاہ کی شخصیت یہودیوں میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جا سکتی تھی تو وہ صرف سائرس ہی کی تھی۔ نبیوں کی پیشین

گوئیوں کا مصداق، دانیال نبی کے خواب کا ظہور، رحمت الٰہی کی واپسی کی بشارت بنی اسرائیل کا نجات دہندہ، خدا کا فرستادہ چرواہا اور مسیح، یروشلم کی تعمیر ثانی کا وسیلہ پس اس سے زیادہ قدرتی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسی کی نسبت ان کا سوال ہو؟

سدی ایک روایت میں بھی جو قرطبی وغیرہ نے نقل کی ہے اس طرف صریح اشارہ ملتا ہے۔

"قال: قالت الیهود اخبرنا عن النبی لم یذکره الله فی التورات الا فی مکان واحد قال و من؟ قالو ذوالقرنین."

"یعنی یہودیوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا اس نبی کی نسبت ہمیں خبر دیجئے جس کا نام تورات میں صرف ایک ہی مقام پر آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ کون ہے؟ کہا ذوالقرنین۔(۱)

چونکہ سائرس کے ذوالقرنین ہونے کا اشارہ صرف دانیال نبی کے خواب ہی میں آیا ہے اس لئے یہودیوں کا یہ بیان ٹھیک اسی طرف اشارہ تھا۔

علاوہ بریں سائرس کے تمثال کے انکشاف نے قطعی طور پر یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ اس کے سر پر دو سینگوں کا تاج رکھا گیا تھا اور یہ فارس اور مادہ (میڈیا) کی مملکتوں کے اجتماع و اتحاد کی علامت تھی۔

2۔ اس کے بعد قرآن کی تصریحات سامنے لاؤ۔ سب سے پہلا وصف

---

(۱)۔ سدی سے منقول یہ روایت سنداً کمزور ہے کیونکہ اس سدی سے مراد سدی صغیر ہے جو کہ محدثین کے ہاں بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔(مؤلف)

جو اس کا بیان کیا ہے یہ ہے کہ (اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا) ''ہم نے اسے زمین میں قدرت دی تھی اور ہر طرح کا ساز وسامان مہیا کر دیا تھا۔''

قرآن جب کبھی انسان کی کسی کامرانی وخوشحالی کو براہ راست خدا کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے جیسا کہ یہاں کہا ہے تو اس سے مقصود عموماً کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو عام حالات کے خلاف محض اس کے فضل وکرم سے ظہور میں آئی ہو۔ مثلاً یوسف علیہ السلام کو ہر طرح کے ناموافق حالت میں محض فضل الٰہی سے ایک غیر معمولی بات حاصل ہوگئی تھی۔ یہ بات نہ تھی کہ عام حالات کے مطابق ظہور میں آئی ہو۔ پس ضروری ہے کہ ذوالقرنین کو بھی حکمرانی کا مقام ایسے ہی حالات میں ملا ہو جو بالکل غیر معمولی قسم کے ہوں اور انہیں محض توفیق الٰہی کی کرشمہ سازی سمجھا جا سکے۔ کیونکہ اس کے تمکن فی الارض کو براہ راست خدا کی طرف نسبت دی ہے۔ لیکن اس اعتبار سے سائرس کی زندگی ٹھیک اس آیت کی تصویر ہے اس کی ابتدائی زندگی ایسے حالات میں بسر ہوئی جنہیں حیرت انگیز حوادث نے ایک افسانہ کی شکل دے دی ہے۔ قبل اس کے کہ پیدا ہو خود اس کا نانا اس کی موت کا خواہشمند ہو گیا تھا ایک وفادار آدمی اس کی زندگی بچاتا ہے اور وہ شاہی خاندان سے بالکل الگ ہو کر ایک گمنام گڈریے کی طرح پہاڑوں میں زندگی بسر کرتا ہے پھر اچانک نمایاں ہوتا ہے اور بغیر کسی جنگ ومقابلہ کے میڈیا کا تخت اس کے لئے خالی ہو جاتا ہے۔ یقیناً یہ صورت حال واقعات وحوادث کی عام رفتار نہیں ہے جو ہمیشہ پیش آتی

ہونوادرِ ہستی کی ایک غیر معمولی عجائب آفرینی ہے اور صاف نظر آرہا ہے کہ قدرت کا مخفی ہاتھ کسی خاص مقصد سے ایک خاص ہستی تیار کر رہا ہے اور زمانہ کی عام رفتار تھم گئی ہے تاکہ اس کی راہ صاف ہوجائے۔

تین مہمیں:

3۔ اس کے بعد اس کی تین بڑی مہموں کا ذکر آتا ہے ایک مغرب الشمس کی طرف یعنی پچھم کی طرف۔ ایک مطلع الشمس کی طرف یعنی پورب کی طرف(۱)

تیسری ایک ایسے مقام تک جہاں کوئی وحشی قوم آباد تھی اور یاجوج ماجوج وہاں آکر لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔ اب دیکھو یہ تمام تفصیلات کس طرح ٹھیک ٹھیک سائرس کی فتوحات پر منطبق ہوتی ہیں؟

مغربی مہم:

اوپر پڑھ آئے ہو کہ سائرس نے ابھی فارس اور میڈیا کا تاج سر پر رکھا ہی تھا کہ ایشیائے کوچک کے بادشاہ کروئسس نے حملہ کر دیا۔

ایشیائے کوچک کی یہ بادشاہت جولیڈیا کے نام سے مشہور ہوئی پچھلی صدی کے اندر ابھری تھی اس کا دارالحکومت سارڈیس (Sardis) تھا۔ سائرس کی تخت نشینی سے پہلے میڈیا اور لیڈیا میں کئی جنگیں ہو

(۱) یاد رہے کہ پچھم اور پورب کے لئے مغرب الشمس اور مطلع الشمس کی تعبیر تورات میں بھی جا بجا آئی ہے مثلاً زکریا نبی کی کتاب میں ہے "رب الافواج فرماتا ہے میں اپنے لوگوں کو سورج نکلنے کے ملک اور اس کے ڈوبنے کے ملک سے چھڑالوں گا۔" (7:8)

چکی تھیں۔ بالآخر کروئسس کے باپ نے سائرس کے نانا استیاگس کے باپ سے صلح کر لی اور باہمی اتحاد کے استحکام کیلئے باہمی ازدواج کا رشتہ بھی قائم ہو گیا۔ لیکن کروئسس نے یہ تمام عہد و پیمان اور باہمی علائق بھلا دیئے۔ وہ سائرس کی یہ کامرانی برداشت نہ کر سکا کہ فارس اور میڈیا کی مملکتیں متحد ہو کر ایک عظیم مملکت کی حیثیت اختیار کر رہی ہیں اس نے پہلے بابل، مصر اور اسپارٹا کی مملکتوں کو اس کے خلاف ابھارا اور پھر اچانک حملہ کر کے سرحدی شہر پٹیریا (Pteria) پر قبضہ کر لیا۔

اب سائرس مجبور ہو گیا کہ بلا توقف اس حملہ کا مقابلہ کرے وہ میڈیا کے دارالحکومت ہگ متانہ (۱) سے (جو اب ہمدان کے نام سے پکارا جاتا ہے) نکلا اور اس تیزی کے ساتھ بڑھا کہ صرف دو جنگوں کے بعد جو پٹیریا اور سارڈیس کے قریب واقع ہوئی تھیں لیڈیا کی تمام مملکت پر قابض ہو گیا۔

ہیروڈوٹس نے اس جنگ کی سرگزشت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اور اس کی بعض تفصیلات نہایت دلچسپ اور اہم ہیں لیکن یہ موقع اطناب کا نہیں وہ کہتا ہے سائرس کی فتح مندی ایسی عجیب اور معجزانہ تھی کہ پٹیریا کے معرکہ کے بعد صرف چودہ دن کے اندر لیڈیا کا مستحکم دارالحکومت مسخر ہو گیا اور کروئسس ایک جنگی قیدی کی حیثیت میں سائرس کے آگے سرنگوں کھڑا تھا۔

---

(۱)۔ دارا کے کتبوں میں اس کا نام یہی آیا ہے مگر ہیروڈوٹس وغیرہ یونانی مؤرخین نے اسے 'اک بتانا' (Ecbatana) لکھا ہے اور یہی نام یورپ میں مشہور ہو گیا تھا۔

وجدها تغرب فی عین حمئۃ:

اب تمام ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیر نگیں تھا وہ برابر بڑھتا گیا یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا۔ قدرتی طور اس کے قدم یہاں پہنچ کر اسی طرح رک گئے جس طرح بارہ سو سال بعد طارق بن زیاد کے قدم افریقہ کے شمالی ساحل پر رک جانے والے تھے اس کے فتح مند قدموں کے لئے صحراؤں کی وسعتیں اور پہاڑوں کی بلندیاں روک نہ ہو سکیں۔ اس نے فارس سے لے کر لیڈیا تک چودہ سو میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا لیکن سمندر کی موجوں پر چلنے کے لئے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا اور سورج اس کی لہروں میں ڈوب رہا تھا۔

یہ لشکر کشی جو اسے پیش آئی مغرب کی آخری حدوں تک کی لشکر کشی تھی کیونکہ وہ ایران سے مغرب کی طرف چلا اور خشکی کے مغربی کنارہ تک پہنچ گیا یہ اس کے لئے مغرب الشمس کی آخری حد تھی۔

ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل نقشہ میں نکالو تم دیکھو گے کہ تمام ساحل اس طرح کا واقع ہوا ہے کہ چھوٹے چھوٹے خلیج پیدا ہو گئے ہیں اور سمرنا کے قریب اس طرح کے جزیرے نکل آئے ہیں جنہوں نے ساحل کو ایک جھیل یا حوض کی سی شکل دے دی ہے۔ لیڈیا کا دارالحکومت سارڈیس مغربی ساحل کے قریب تھا اور اس کا محل موجودہ سمرنا سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہ تھا پس سائرس سارڈیس کی

تسخیر کے بعد آگے بڑھا تو یقیناً ''بحر ایجین'' کے اسی ساحلی مقام پر پہنچا ہو گا۔ جو سمرنا کے قرب وجوار میں واقع ہے یہاں اس نے دیکھا ہو گا کہ سمندر نے ایک جھیل کی سی شکل اختیار کر لی ہے ساحل کے کیچڑ سے پانی گدلا ہو رہا ہے اور شام کے وقت اسی میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی صورت حال کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ ''وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ '' اسے ایسا دکھائی دیا کہ سورج ایک گدلے حوض میں ڈوب رہا ہے۔'' یہ ظاہر ہے کہ سورج کسی مقام میں بھی ڈوبتا نہیں لیکن ہم سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں تو ایسا ہی دکھائی دیتا ہے کہ ایک سنہری تھالی آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوب رہی ہے۔

مشرقی مہم:

دوسری لشکر کشی مشرق کی طرف تھی چنانچہ ہیروڈوٹس اور ٹی سیاز [1] دونوں اس کی مشرقی لشکر کشی کا ذکر کرتے ہیں جو لیڈیا کی فتح کے بعد اور بابل کی فتح سے پہلے پیش آئی تھی اور دونوں نے تصریح کی ہے کہ ''مشرق کے بعض وحشی اور صحرانشین قبائل کی سرکشی اس کا باعث

---

(۱)۔ ٹی سیاز (Ctesias) ایک یونانی تھا جو (Luebedition)godley 414 قبل مسیح سے لے کر 398 قبل مسیح تک شہنشاہان پارس کا درباری طبیب رہا اور اس زمانے کے کچھ عرصہ بعد اس نے اپنی مشہور تاریخ لکھی۔ بعد کے یونانی مؤرخوں نے اس کے بعض بیانات شبہ کی نگاہ سے دیکھے ہیں اور اس لئے اسے استناد کا وہ درجہ حاصل نہ ہو سکا جو ہیروڈوٹس (المتولد: 484 قبل مسیح) کی تاریخ کو حاصل ہوا ہے مگر موجودہ زمانے کے محققین تاریخ کا ایسا خیال نہیں ہے (حاشیہ ترجمان القرآن از امام الہند ابوالکلام آزاد: 473/2)

ہوئی تھی'' یہ ٹھیک قرآن کے اس اشارہ کی تصدیق ہے
کہ (حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰی قَوۡمٍ
لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا) ''جب وہ مشرق کی طرف پہنچا
تو اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لئے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی۔'' یعنی
خانہ بدوش قبائل تھے۔

یہ خانہ بدوش قبائل کون تھے؟ ان مؤرخین کی صراحت کے مطابق
بکٹر یا یعنی بلخ کے علاقہ کے قبائل تھے نقشہ پر اگر نظر ڈالو گے تو صاف
نظر آجائے گا کہ بکٹر یا ٹھیک ایران کے لئے مشرق اقصیٰ کا حکم
رکھتا تھا۔ کیونکہ اس کے آگے پہاڑ ہیں اور انہوں نے راہ روک دی
ہے اس کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ گیڈروسیا کے وحشی قبیلوں نے اس کی
مشرقی سرحد میں بدامنی پھیلائی تھی اور ان کی گوشمالی کے لئے اسے
نکلنا پڑا گیڈروسیا سے مقصود وہی علاقہ ہے جو آج کل مکران کہلاتا ہے
اس سلسلہ میں ہندوستان کی طرف ہمیں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ اس
لئے قیاس کہتا ہے کہ مکران سے نیچے اس کے قدم نہیں اتریں ہوں
گے اور اگر اتریں ہوں گے تو دریائے سندھ سے آگے نہیں بڑھے
ہوں گے کیونکہ دارا کے زمانہ میں بھی اس کی جنوب مشرقی سرحد
دریائے سندھ ہی تک معلوم ہوتی ہے۔

شمالی مہم:

تیسری لشکر کشی اس نے ایسے علاقے تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے
ہوا کرتے تھے۔ یہ یقیناً اس کی شمالی مہم تھی جس میں وہ بحر خزر (کاسپین)

کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا (Caucasus) کے سلسلہ کوہ تک پہنچ گیا تھا اور وہاں اسے ایک درہ ملا تھا۔ جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا۔ اسی راہ سے یاجوج ماجوج آ کر اس طرف کے علاقہ میں تاخت وتاراج کیا کرتے تھے اور یہیں اس نے سد (دیوار) تعمیر کی۔

قرآن اس مہم کا حال ان لفظوں میں بیان کرتا ہے کہ " حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا. " "یہاں تک کہ وہ دو (پہاڑی) دیواروں کے درمیان پہنچ گیا۔ ان کے اس طرف اسے ایک قوم ملی جو کوئی بات بھی سمجھ نہیں سکتی تھی۔" پس صاف معلوم ہوتا ہے "سدین" سے مقصود کاکیشیا کا پہاڑی درہ ہے کیونکہ اس کے داہنی طرف بحر خزر ہے جس نے شمال اور مشرق کی راہ روک رکھی ہے بائیں جانب بحر اسود ہے جو شمال مغرب کے لئے قدرتی روک ہے درمیانی علاقہ میں اس کا سر بہ فلک سلسلہ کوہ ایک قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے پس اگر شمالی قبائل کے حملوں کے لئے کوئی راہ باقی رہی تھی تو وہ صرف اس سلسلہ کوہ کا ایک عریض درہ یا وسطی وادی تھی اور یقیناً وہیں سے یاجوج ماجوج کو دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملتا تھا۔ اس راہ کے بند ہو جانے کے بعد نہ صرف بحر خزر سے لے کر بحر اسود تک کا علاقہ محفوظ ہو گیا بلکہ سمندروں اور پہاڑوں کی ایک ایسی دیوار قائم ہو گئی جس نے تمام مغربی ایشیا کو اپنی پاسبانی میں لے لیا اور شمال کی طرف سے حملے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا اب ایران، شام، عراق، عرب ایشیائے کوچک

بلکہ مصر بھی شمال کی طرف سے بالکل محفوظ ہو گیا تھا۔

نقشہ میں یہ مقام دیکھو تمام مغربی ایشیا نیچے ہے اوپر شمال میں بحر خزر ہے اس سے بائیں جانب شمال مغرب میں بحر اسود ہے۔ درمیان میں بحر خزر کے مغربی ساحل سے بحر اسود کے مشرقی ساحل تک کاکیشیا کا سلسلہ کوہ چلا گیا ہے ان دو سمندروں اور درمیان کے سلسلہ کوہ نے مل کر سینکڑوں میلوں تک ایک قدرتی روک پیدا کر دی ہے اب اس روک میں اگر کوئی شگاف رہ گیا تھا جہاں سے شمالی اقوام کے قدم اس روک کو پھلانگ سکتے تھے تو وہ صرف یہی دو پہاڑوں کے درمیان کی راہ تھی۔ ذوالقرنین نے اسے بھی بند کر دیا اور اس طرح شمال اور مغربی ایشیا کا یہ درمیانی پھاٹک پوری طرح مقفل ہو گیا۔

شمالی قوم:

باقی رہا یہ سوال کہ وہ جو قوم ذوالقرنین کو ملی تھی اور جو بالکل ناسمجھ تھی وہ کون سی قوم تھی؟ تو اس سلسلہ میں دو قومیں نمایاں ہوتی ہیں اور دونوں کا اس زمانہ میں وہاں قریب قریب آباد ہونا تاریخ کی روشنی میں آ چکا ہے۔ پہلی قوم وہ ہے جو بحر خزر کے مشرقی ساحل پر آباد تھی اسے یونانی مؤرخوں نے ''کاسپین'' کے نام سے پکارا ہے اور اس کے نام سے بحر خزر کا نام بھی ''کاسپین'' پڑ گیا ہے۔ دوسری قوم وہ ہے جو اس مقام سے آگے بڑھ کر عین کاکیشیا کے دامن میں آباد تھی یونانیوں نے اسے ''کولچی'' یا ''کولی شی'' کے نام سے پکارا ہے اور دارا کے

کتبۂ اصطخر میں اس کا نام ''کوشیہ''(1) آیا ہے انہی دوقوموں میں سے کسی نے یا دونوں قوموں نے ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کی شکایت کی ہوگی اور چونکہ یہ غیر متمدن قومیں تھیں اس لئے ان کی نسبت فرمایا کہ(لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا)

سائرس کے غیر معمولی فضائل:

4۔ اس کے بعد ذوالقرنین کا جو وصف سامنے آتا ہے وہ اس کی عدالت گستری اور خدمت انسانی کی فیاضانہ سرگرمی ہے اور یہ اوصاف سائرس کی تاریخی سیرت کی اس درجہ آشکارا حقیقتیں ہیں کہ مؤرخ کی نگاہ کسی دوسری طرف اٹھ ہی نہیں سکتی۔

قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مغرب میں جو قوم ملی تھی اس کی نسبت حکم الٰہی ہوا تھا(قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّآ أَنْ تُعَذِّبَ وَ إِمَّآ أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا)''یعنی یہ قوم اب تیرے بس میں ہے جس طرح چاہے تو ان کے ساتھ سلوک کرسکتا ہے خواہ سزا دے خواہ انہیں اپنا دوست بنالے۔''یقیناً یہ لیڈیا کی یونانی قوم تھی۔اس کے بادشاہ کروئسس نے تمام عہد و پیمان اور باہمی رشتہ داریاں بھلا کر بلاوجہ سائرس پر حملہ کردیا تھا اور صرف خود ہی حملہ آور نہیں ہوا تھا بلکہ

---

(1)۔ دارا یوش اول کا یہ کتبہ تاریخ کا ایک نہایت قیمتی سرمایہ ہے اس میں اس نے اپنے تمام مفتوحہ ممالک اور زیر حکومت صوبوں کے نام گنا دیے ہیں جو تعداد میں 28 ہیں۔ان میں سے اکثر ناموں کا جغرافیائی محل وقوع روشنی میں آچکا ہے۔صرف ایک دو ناموں کی حقیقت اب تک محل غور و بحث ہے(حاشیہ ترجمان القرآن از امام الہند ابوالکلام آزاد:475/2)

وقت کی تمام طاقتور حکومتوں کو بھی اس کے خلاف ابھار کر اپنے ساتھ کر لیا تھا۔ اب جب تائید الٰہی نے اپنا کرشمہ دکھایا اور تمام لیڈیا مسخر ہو گیا تو حکم الٰہی ہوا۔ یہ لوگ بالکل تیرے رحم پر ہیں۔ تو جو چاہے ان کے ساتھ کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اپنے ظلم و شرارت کی وجہ سے ہر طرح سزا کے مستحق ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ تائید الٰہی نے تیرا ساتھ دیا۔ دشمنوں کو مسخر کر دیا۔ اب وہ بالکل تیرے اختیار میں ہیں لیکن تجھے بدلہ نہیں لینا چاہیے وہی کرنا چاہیے جو نیکی و فیاضی کا مقتضا ہے چنانچہ ذوالقرنین نے ایسا ہی کیا: (قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا) اس نے اعلان کیا کہ میں پچھلے جرم کی بنا پر کسی کو سزا نہیں دینا چاہتا۔ میری جانب سے عام بخشش کا اعلان ہے البتہ آئندہ جو کوئی برائی کرے گا بلاشبہ اسے سزا دوں گا پھر اسے مرنا ہے اور آخرت کا عذاب سخت جھیلنا ہے اور جو لوگ میرے احکام مانیں گے اور نیک کردار ثابت ہوں گے تو ان کے لئے ویسا ہی بہتر اجر بھی ہوگا اور وہ میرے احکام بھی بہت آسان پائیں گے۔ میں بندگان خدا پر سختی کرنا نہیں چاہتا یہ ہو بہو اس طرز عمل کی تعبیر ہے جس کی تفصیل ہمیں یونانی تاریخوں کے صفحات میں ملتی ہے اور جسے زمانہ حال کے تمام محققین تاریخ نے ایک مسلمہ تاریخی حقیقت تسلیم کر لیا ہے۔ تمام یونانی مورخ بالاتفاق شہادت دیتے ہیں کہ سائرس نے فتح کے بعد باشندگان لیڈیا کے ساتھ جو سلوک کیا وہ صرف منصفانہ ہی نہ تھا۔ وہ

اس سے بھی زیادہ تھا۔ وہ فیاضانہ تھا۔ وہ اگر اپنے دشمنوں کے ساتھ سختی کرتا تو یہ انصاف ہوتا کیونکہ زیادتی انہی کی تھی لیکن وہ صرف منصف ہونے پر قانع نہیں ہوا۔ اس نے رحم و بخشش کا شیوہ اختیار کیا۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ سائرس نے اپنی فوج کو حکم دیا تھا کہ دشمن کی فوج کے سوا اور کسی انسان پر ہتھیار نہ اٹھائیں اور دشمن کی فوج میں سے بھی جو کوئی نیزہ جھکا دے اسے ہرگز قتل نہ کیا جائے۔ کروئسس شاہ لیڈیا کی نسبت صریح حکم تھا کہ کسی حال میں بھی اسے گزند نہ پہنچائی جائے۔ اگر وہ مقابلہ کرے، جب بھی اس پر تلوار نہیں اٹھانی چاہیے اس حکم کی فوج نے اس دیانت داری کے ساتھ تعمیل کی کہ باشندوں کو جنگ کی مصیبت ذرا بھی محسوس نہ ہوئی اور یہ گویا محض فرمانروا خاندان کا ایک شخصی انقلاب تھا کہ کروئسس کی جگہ سائرس نے لے لی۔ اس سے زیادہ کوئی انقلاب ملک و قوم کو محسوس ہی نہیں ہوا۔

کروئسس کا واقعہ اور یونانی روایات:

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سائرس کی فتح یونانی دیوتاؤں کی شکست تھی، کیونکہ وہ اس مصیبت سے اپنے پرستار کروئسس کو بچا نہ سکی حالانکہ حملہ سے پہلے اس نے مندروں کے ہاتف (۱) سے استصواب کر

(۱)۔ ہم نے Oracle کے لئے ہاتف کا لفظ استعمال کیا ہے یہ اگرچہ اس کے لئے مترادف لفظ نہیں ہے لیکن اصطلاح کا مطلب بہتر طریقہ پر واضح کرتا ہے۔ یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ مندروں میں ہاتف غیبی کی صدائیں سنی جاتی ہیں اور خاص پجاریوں پر دیوتاؤں کا الہام ہوتا ہے اس غرض سے خاص خاص مندروں کی شہرت تھی لوگ چڑھاوے چڑھا کر اپنے سوالات پیش کرتے اور مجاور دیوتاؤں کی طرف سے جوابات سنا دیتے۔ (حاشیہ ترجمان القرآن از امام الہند ابوالکلام آزاد: 476/2)

لیا تھا اور ڈلفی کے ہاتف نے فتح وکامرانی کی بشارت دی تھی۔ پس قدرتی طور پر واقعات کی یہ رفتار یونانیوں کے لئے خوشگوار نہ ہو سکی اور اس امر کی کوشش شروع ہو گئی کہ اس شکست میں بھی اخلاقی اور مذہبی فتح مندی کی شان پیدا کر دی جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کروئسس کا معاملہ اچانک ایک پراسرار افسانہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور یونانی دیوتا اپنے سارے معجزوں کے ساتھ نمایاں ہو جاتے ہیں ہیروڈوٹس لیڈیا کے باشندوں کی یہ روایت نقل کرتا ہے کہ ڈلفی کے ہاتف کا جواب غلط نہ تھا مگر کروئسس نے جنگ کے جوش و طلب میں اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ ہاتف نے کہا تھا ''اگر اس نے پارسیوں پر حملہ کیا تو وہ ایک بڑی مملکت تباہ کر دے گا مگر اس نے خیال کیا بڑی مملکت سے مقصود پارسیوں کی مملکت ہے نیز وہ کہتا ہے پہلے سائرس نے حکم دیا تھا کہ لکڑیوں کی چتا تیار کی جائے اور اس پر کروئسس کو بٹھا کر آگ لگا دی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آگ لگا دی گئی لیکن پھر جب کروئسس کی بعض باتیں سنیں تو بے حد متاثر ہوا اور آگ بجھانے کا حکم دیا لیکن اب آگ پوری طرح مشتعل ہو گئی تھی ممکن نہ تھا کہ اسے بجھا دیا جائے۔ یہ حال دیکھ کر کروئسس نے اپالو دیوتا کو پکارا۔ باوجود یہ کہ آسمان بالکل صاف تھا اچانک بارش شروع ہو گئی اور اس طرح اس معجزے نے بروقت ظاہر ہو کر اس کی جان بچالی۔''

لیکن خود ہیروڈوٹس اور زینوفن کی تصریحات سے جو حقیقت معلوم ہوتی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ سائرس یا تو کروئسس کے عزم وصبر کا

امتحان لینا چاہتا تھا یا یہ بات آشکارا کر دینا چاہتا تھا کہ یونانیوں کے خودساختہ دیوتا اپنے عبادت گزاروں کی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور جن دیوتاؤں کی مزعومہ بشارت پر اعتماد کر کے جنگ کی گئی تھی ان میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ اپنے پرستار کو زندہ جلنے کے عذاب سے بچالیں۔ یعنی مقصود یہ تھا کہ پہلے اسے چتا پر بٹھایا جائے، آگ بھی لگا دی جائے لیکن جب وہ خود اور تمام لوگ دیکھ لیں کہ دیوتاؤں کا کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا تو پھر اسے بخش دے اور عزت واحترام کے ساتھ اپنے ہمراہ لے جائے دوسری علت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے کیونکہ خود ہیروڈوٹس کی روایت میں اس کی جھلک موجود ہے اور یونانی افسانہ میں اپالو کے معجزے کی نمود بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ سائرس نے اپنے عمل سے جو حقیقت آشکارا کر دی تھی یونانی افسانہ نے اسی کا توڑ کرنے کے لئے اپالو کا معجزہ گھڑ لیا۔

سائرس کے احکام وقوانین:

قرآن نے ذوالقرنین کا یہ اعلان نقل کیا ہے کہ آئندہ جو ظلم کرے گا سزا پائے گا جو حکم مانے گا اور نیک عمل ہوگا اسے انعام ملے گا۔ بعینہ زینوفن کی بھی ایسی ہی روایت ہے قرآن میں ہے کہ (سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا) ''اگر لوگوں نے نیک عملی اختیار کی، تو دیکھ لیں گے میرے احکام وقوانین میں انکے لئے سختی نہ ہوگی۔''

تمام مؤرخ بالاتفاق شہادت دیتے ہیں کہ اس کے احکام وقوانین ایسے ہی تھے وہ مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے لئے مکمل طور پر

شفقت و مرحمت تھا اس نے ان تمام بوجھل ٹیکسوں اور خراجوں سے رعایا کو نجات دے دی جو اس عہد کے تمام حکمران وصول کیا کرتے تھے اس نے جس قدر احکام و فرامین نافذ کئے وہ زیادہ سے زیادہ نرم، زیادہ سے زیادہ ہلکے تھے۔

5۔ یہ تو اس کی مغربی فتح مندی کی سرگزشت تھی اب دیکھنا چاہیے کہ اس کے اعمال کی عام رفتار کیسی رہی؟ اور قرآن کا بیان کردہ وصف کہاں تک اس پر راست آتا ہے؟

مؤرخین کی عام شہادت:

لیکن قبل اس کے کہ ہم یونانی مؤرخوں کی شہادتوں پر متوجہ ہوں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یونانی مؤرخ سائرس کے ہم قوم نہیں تھے ہم وطن نہیں تھے، ہم مذہب نہیں تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ دوست بھی نہیں تھے۔ سائرس نے لیڈیا کو شکست دی تھی اور لیڈیا کی شکست یونانی قومیت، یونانی تہذیب اور سب سے زیادہ یہ کہ یونانی مذہب کی شکست تھی۔ پھر سائرس کے جانشینوں نے براہ راست یونانیوں کو زیر کیا تھا اور ہمیشہ کے لئے دونوں قومیں ایک دوسرے کی حریف ہو گئی تھیں۔ ایسی حالت میں قدرتی طور پر توقع نہیں کی جاسکتی کہ یونانی دماغ اپنے حریف کی مدحت سرائی کا شائق ہو گا تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں ہر مؤرخ اس کی غیر معمولی عظمتوں اور ملکوتی صفتوں کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہے اور اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے محاسن نے ایک ایسے عالمگیر اعتراف و تاثیر کی نوعیت

اختیار کر لی تھی کہ دوست ودشمن کا کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا۔ سب کے دلوں میں ان کا اعتقاد پیدا ہو گیا تھا۔ سب کی زبانوں پر ان کی مدحت سرائی تھی اور محاسن وہی ہیں جن کی حریفوں کو بھی شہادت دینی پڑے:

"و مليحة، شهدت بها ضراتها، والفضل ماشهدت به الاعداء!"

زینوفن لکھتا ہے: "سائرس ایک نہایت دانشمند، سنجیدہ اور ساتھ ہی رحم دل فرمانروا تھا اس کی شخصیت ہر طرح کے شاہی اوصاف اور حکیمانہ فضائل کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ تھی یہ بات عام طور پر تسلیم کر لی گئی تھی کہ اس کی شوکت وحشمت سے کہیں زیادہ اس کی عالی حوصلگی اور سیر چشمی تھی اور اس کی فیاضی اور رحم دلی اپنی کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی۔ انسان کی خدمت اور ہمدردی اس کی شاہانہ طبیعت کا سب سے بڑا جوہر تھا۔ وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ مصیبت زدہ انسانوں کی خبر گیری کرے، مظلوموں کو ظلم سے نجات دلائے، درماندہ انسانوں کا ہاتھ پکڑے، غم زدوں کے دکھ درد میں شریک ہو۔ پھر ان تمام عالی صفتوں کے ساتھ عاجزی وخاکساری اس کے حسن وکمال کا سب سے بڑا زیور تھی۔ اس نے ایک ایسے تخت پر بیٹھ کر جس کے آگے تمام قوموں کے سر جھک گئے تھے اور ایک ایسے خزانہ کا مالک ہو کر جس میں تمام دنیا کی دولت سمٹ آئی تھی کبھی گوارا نہیں کیا کہ فخر وغرور کو اپنے دماغ میں جگہ دے۔"

ہیروڈوٹس لکھتا ہے" وہ ایک نہایت ہی مخیر بادشاہ تھا اسے دنیا کے

تمام بادشاہوں کی طرح دولت جمع کرنے کی حرص نہیں تھی بلکہ جودوسخاوت کا جوش تھا وہ کہتا تھا:

''سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ نوع انسانی کی بھلائی کا موقع ملے اور مظلوموں کی دادرسی ہو۔''

ئی ساز لکھتا ہے:''اس کا عقیدہ یہ تھا کہ دولت بادشاہوں کے ذاتی عیش وآرام کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کی جائے اور ماتحتوں کو اس سے فیض پہنچے۔ چنانچہ اس کی اسی فیض رسانی نے اس کی تمام رعایا کے دل اس کے ہاتھوں میں دے دیئے تھے وہ اس کے لئے خوشی خوشی اپنی گردنیں کٹوا دیتے۔''

سائرس کی شخصیت کی غیر معمولی نمود:

سب سے زیادہ نمایاں بات جو ان تمام مؤرخوں کے صفحات پر ملتی ہے وہ سائرس کی شخصیت کی غیر معمولی نمود ہے۔ سب کہتے ہیں کہ وہ جس عہد میں پیدا ہوا اس کی مخلوق نہیں تھا۔ وہ ایک بالاتر شخصیت تھی جسے قدرت نے اپنا کرشمہ دکھانے کے لئے نمودار کر دیا تھا۔ دنیا کے کسی حکیم (دانشور) نے اس کی تربیت نہیں کی۔ وقت کے متمدن ملکوں میں سے کسی ملک میں اس کی پرورش نہیں ہوئی وہ محض قدرت کا پروردہ تھا اور قدرت ہی کے ہاتھوں نے اسے اٹھایا تھا۔ اس کی تمام ابتدائی زندگی صحراؤں کی گود اور پہاڑوں کی آغوش میں بسر ہوئی وہ فارس کے مشرقی پہاڑوں کا چرواہا تھا۔ تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ یہی چرواہا

جب دنیا کے سامنے آیا تو حکمرانی کا سب سے بڑا جلوہ، دانش کا سب سے بڑا پیکر فضیلت کا سب سے بڑا نمونہ ان کے سامنے تھا۔

سائرس اور سکندر (مقدونی):

سکندر اعظم کو ارسطو کی تعلیم و تربیت نے تیار کیا تھا اور بلاشبہ وہ بہت بڑا فاتح نکلا لیکن کیا انسانیت و اخلاق کا بھی کوئی گوشہ فتح کر سکا؟ سائرس کے لئے ہمیں کوئی ارسطو نہیں ملتا۔ اس نے انسانی حکمت کی درسگاہ کی جگہ قدرت کی درسگاہ میں پرورش پائی تھی تاہم اس نے سکندر کی طرح صرف ملکوں ہی کو نہیں بلکہ انسانیت و فضائل کی مملکتوں کو بھی مسخر کر لیا تھا۔

سکندر کی تمام فتوحات کی عمر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی خود اس کی عمر تھی لیکن سائرس کی فتوحات نے جو اینٹیں چن دی تھیں وہ دو سو برس تک نہ ہل سکیں۔ سکندر کے دم توڑتے ہی اس کی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے لیکن سائرس نے جب دنیا چھوڑی تو اس کی مملکت روز بروز وسیع و مستحکم ہونے والی تھی اسکی فتوحات میں صرف مصر کا خانہ خالی رہ گیا تھا اس کے فرزند کیقباد نے اسے بھی بھر دیا اور پھر چند برسوں کے بعد دنیا کی وہ عالمگیر سلطنت ظہور میں آ گئی جو ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے اٹھائیس ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی اور اس پر سائرس کا جانشین دارا پوش تن تنہا حکمران تھا۔ سکندر کی فتوحات صرف جسم کی فتوحات تھیں۔ جنہیں قہر و طاقت نے سر کیا تھا لیکن سائرس کی فتوحات روح اور دل کی فتوحات تھیں جنہیں انسانیت اور فضیلت

نے سر کیا تھا پہلی سر اٹھاتی ہے لیکن تک نہیں سکتی دوسری تک جاتی ہے اور پھر ٹلتی نہیں۔

سائرس فتح بابل کے بعد دس برس تک زندہ رہا اب اس کی حکومت عرب سے لے کر بحر اسود تک اور ایشیائے کوچک سے بلخ تک پھیلی ہوئی تھی اور ایشیا کی تمام قومیں اس کے ماتحت آ چکی تھیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس تمام عرصہ میں بغاوت اور سرکشی کا ایک حادثہ بھی نہیں ہوا کیونکہ زینوفن کے لفظوں میں ''وہ صرف بادشاہ ہی نہیں تھا بلکہ انسانوں کا شفیق مربی اور قوموں کا رحیم باپ تھا'' اور رعایا سخت گیر حکمرانوں سے بغاوت کر سکتی ہے لیکن اولاد اپنے شفیق باپ سے باغی نہیں ہو سکتی۔ موجودہ زمانے کے تمام مؤرخ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایک حیرت انگیز خصوصیت تھی یہ ایسی خصوصیت تھی جو آگے چل کر رومن امپائر کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

سب متفقہ شہادت دیتے ہیں کہ اس عہد کے بادشاہوں کی سخت گیری، قساوت قلبی اور ہیبت انگیز طریق تعذیب کی چھوٹی سے چھوٹی مثال بھی سائرس کے عہد میں نہیں ملتی۔

زمانہ حال کے محققین کی شہادت:

یاد رہے کہ یہ محض قدیم یونانی مؤرخوں کی روایات ہی نہیں ہیں بلکہ موجودہ زمانے کے تمام محققین تاریخ کی تاریخی مسلمات ہیں۔

بالاتفاق یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ سائرس تاریخ قدیم کی سب سے بڑی شخصیت ہے جس میں بیک وقت فتوحات کی وسعت، فرمانروائی

کی عظمت اور اخلاق وانسانیت کی فضیلت جمع ہوگئی تھی اور وہ جس عہد میں ظاہر ہوا اس عہد میں اس کی شخصیت ہر اعتبار سے انسانیت کا ایک پیام اور قوموں کی نجات تھی۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر جی۔بی گرنڈی (G.B Grundy) جو موجودہ زمانہ میں تاریخ قدیم کے ایک مستند ماہر ہیں اور جن کی کتاب ''گریٹ پرشین وار'' نہایت مقبول ہو چکی ہے لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت بالکل آشکارا ہے کہ سائرس کی شخصیت اپنے عہد کی ایک غیر معمولی شخصیت تھی اس نے اپنی تمام معاصر قوموں کے دلوں پر اپنا حیرت انگیز تاثر نقش کر دیا اس کی ابتدائی نشوونما بلائی فارس کے غیر آباد اور دور دراز گوشوں میں ہوئی جس کی سرگزشت نے ایک افسانہ کی حیثیت اختیار کر لی۔اس کی ابتدائی تربیت کی روائتیں اس سے ڈیڑھ سو برس بعد زینوفن نے مدون کیں جو سقراط کا شاگرد تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام روایتوں میں اس کے فضائل انسانیت کا جوہر عام طور پر نمایاں ہے خواہ ہم ان روایتوں کو اہمیت دیں خواہ نہ دیں تاہم یہ حقیقت ہر حال میں غیر متزلزل رہتی ہے کہ اس کی تدبیر و سیاست کا دامن اس کی انسانیت وفضیلت کے جوہر سے بندھا ہوا تھا اور جب یہ خصوصیت آشوری اور بابلی شہنشاہوں کی بدعملیوں کے مقابلہ میں لائی جاتی ہے تو اس کی شریفانہ نمود اور زیادہ درخشندہ ہو جاتی ہے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''یہ فی الحقیقت ایک حیرت انگیز کامیابی تھی بارہ برس پہلے وہ ایک

چھوٹی سی ریاست انشان کا ایک گمنام رئیس تھا اور اب ایشیا کی وہ تمام مملکتیں اس کے زیر فرمان تھیں جہاں پچھلی قوموں کی بڑی بڑی عظمتیں ظہور میں آ چکی تھیں۔ ان تمام بادشاہوں میں جنہوں نے زمین کے مالک ہونے کے دعوے کیے ایک بادشاہت بھی ایسی نہ تھی جو اب اپنی ہستی کا کوئی مؤثر ظہور رکھتی ہو۔ آکادی مملکت کے نیم اصنامی سارگون سے لے کر نبوکدرزار (بخت نصر) تک سب کی مملکتیں اس کے آگے سربہ سجود ہو گئی تھیں۔ وہ صرف ایک بڑا فاتح ہی نہیں تھا۔ وہ ایک بڑا حکمران تھا۔ قوموں نے یہ نیا دور صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ اس کا استقبال کیا۔ ان دس برسوں میں جو فتح بابل کے بعد گزرے اس کی تمام وسیع مملکت میں ایک بغاوت کا واقعہ بھی نظر نہیں آتا۔ بلاشبہ اس کی رعایا پر اس کی طاقت کا رعب چھایا ہوا تھا لیکن وہ کوئی وجہ نہیں رکھتی تھی کہ اس کی سخت گیری سے ہراساں ہو اس کی حکومت قتل و سلب کی سزاؤں سے بالکل ناآشنا رہی۔ اب تازیانوں (کوڑوں) سے مجرموں کو نہیں پیٹا جاتا تھا اب قتل عام کے احکام صادر نہیں ہوتے تھے اب قوموں اور قبیلوں کو جلاوطن نہیں کیا جاتا تھا برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے آشوری اور بابلی بادشاہوں کے تمام مظالم کے اثرات یک قلم محو کر دیے جلاوطن قومیں اپنے وطن کو لوٹائی گئیں ان کے معبد اور معبود انہیں واپس دے دیئے گئے قدیم رسموں اور عبادتوں کے خلاف کوئی جبر و تشدد باقی نہیں رہا ہر قوم کے ساتھ پوری طرح داد رسی کی گئی ہر مذہب کے پیروؤں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی دنیا کی گذشتہ عالمگیر

دہشت ناکی کی جگہ ایک عالمگیر رواداری اور عفو وبخشش کا مبارک دور شروع ہو گیا۔"

غور کرو قرآن نے چند لفظوں کے اندر جو اشارات کر دیئے ہیں آج تاریخ کا داستان سرا کس طرح اس کے ایک ایک حرف کی شرح و تفصیل سنا رہا ہے۔

صحائف تورات کی تصریحات:

6۔ اب چند لمحوں کے لئے ان تصریحات پر غور کرو جو تورات کے صحائف میں مندرج ہیں کس طرح وہ سائرس کی شخصیت کی سب سے بڑی خصوصیت واضح کر رہے ہیں اور کس طرح قرآن کے اشارات بھی ٹھیک ٹھیک ان کی تصدیق کر رہے ہیں؟ یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے کہ:

"خداوند کہتا ہے خورس (سائرس) میرا چرواہا ہے" اور پھر یہ بھی کہا ہے کہ "وہ میرا مسیح ہے۔" اور یرمیاہ نبی کا بیان اوپر گزر چکا ہے کہ وہ بابلیوں کے ظلم سے نجات دلائے گا اب دیکھو! اس کی شخصیت ٹھیک ٹھیک ایک موعود اور منتظر نجات دہندہ کی شخصیت تھی یا نہ تھی؟

موعود ومنتظر ہستی:

جب ہم اس عہد کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر سائرس کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ اوّل نظر یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس کا ظہور ٹھیک ٹھیک ایک ایسی شخصیت کا ظہور تھا۔ جس کے لئے وقت کی تمام قومیں چشم براہ ہوں۔ قوموں کا انتظار ان کی زبانوں پر نہیں ہوتا۔ ان کے حالات کے قدرتی تقاضے میں ہوتا ہے غور کرو

اس عہد کی رفتار زمانہ کا قدرتی تقاضا کیا تھا؟ یہ تاریخ کی صبح تمدن کی وہ نمود تھی جس کی روشنی میں ہم انسانی حکمرانی کی ساری تاریکیاں پھیلی ہوئی دیکھتے ہیں صاف دکھائی دیتا ہے کہ اس وقت تک انسانی فرمانروائی کی عظمت صرف قہر وغضب ہی کی نقاب میں رونما ہوئی تھی اور سب سے بڑا حکمران وہی سمجھا جاتا تھا جو سب سے زیادہ انسانوں کے لئے خوفناک ہو۔ آشور بنی پال نینوا کا سب سے بڑا بادشاہ تھا اس کے لئے وہ شہروں کے جلانے اور آبادیوں کے ویران کرنے میں سب سے زیادہ بے باک تھا بابل کی نشاۃ ثانیہ میں نبوکدرزار سب سے بڑا فاتح تھا اس لئے کہ قوموں کی ہلاکت اور مملکتوں کی ویرانی میں سب سے زیادہ قہرمان تھا۔ مصریوں، آکادیوں، ایلامیوں، آشوریوں اور بابلیوں سب میں انسانی حکومت وعظمت کے مظاہر خوفناکی اور دہشت انگیزی کے مظاہر تھے اور ان کی شخصیتوں نے دیوتائی الوہیت کی تقدیس سے مل کر انسانوں کے قتل وتعذیب کا ہولناک استحقاق حاصل کر لیا تھا سائرس کے ظہور سے پچاس برس پہلے نبوکدرزار کی شہنشاہی کا ظہور ہوا اور ہمیں معلوم ہے کہ اس نے بیت المقدس پر پیہم تین حملے کر کے نہ صرف دنیا کا سب سے بڑا زرخیز علاقہ تاراج وویران کر دیا بلکہ فلسطین کی پوری آبادی کو اس طرح ہنکا کر بابل لے گیا کہ جوزیفس کے لفظوں میں "کوئی سخت سے سخت بے رحم قصائی بھی اس وحشت وخون خواری کے ساتھ بھیڑوں کو مذبح میں نہیں لے جاتا۔"

پھر کیا ان حالات کا قدرتی تقاضا یہ نہ تھا کہ دنیا ایک نئی شخصیت کے

لئے چشم براہ ہو؟ قومیں ایک نجات دہندہ کی راہ تک (دیکھ) رہی ہوں؟ ایک ایسے نجات دہندہ کی جو انسانوں کے گلہ کے لئے خدا کا بھیجا ہوا ''چرواہا'' ہو جو ان کی بیڑیاں کاٹے اور ان کے سروں کا بوجھ ہلکا کر دے جو دنیا کو اس ربانی صداقت کا سبق دے دے کہ انسانی حکمرانی نوع انسانی کی خدمت کے لئے ہونی چاہیے دہشت انگیزی اور خونفشانی کے لئے نہیں؟

خدا کا بھیجا ہوا چرواہا:

دنیا ظالم بادشاہوں کے ہاتھوں تنگ آ چکی تھی اب وہ ایک ''چرواہے'' کے لئے مضطرب تھی اور یسعیاہ نبی کے لفظوں میں خدا کا وہ فرستادہ چرواہا نمودار ہو گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ زینوفن کے لفظوں میں ''قوموں نے اسے قبول ہی نہیں کیا بلکہ اس کے استقبال کے لئے بے اختیار لپکیں۔'' کیونکہ وہ وقت کی جستجو کا قدرتی سراغ اور زمانہ کی طلب کا قدرتی جواب تھا اور اگر رات کی تاریکی کے بعد صبح کی روشنی کا خیر مقدم کیا جاتا ہے تو ممکن نہ تھا کہ انسانی شقاوت کی اس طولانی تاریکی کے بعد صبح سعادت کی اس جہاں تابی کا استقبال نہ کیا جاتا۔

غور کرو یسعیاہ نبی کا یہ جملہ صورت حال کی کیسی ہو بہو تصویر ہے کہ ''وہ میرا چرواہا ہو گا۔'' وہ میری ساری مرضی پوری کرے گا۔ میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کے قوموں کو اس کے قابو میں دے دوں گا اور بادشاہوں کی کمریں اس کے آگے کھلوا ڈالوں گا میں اس کے آگے

چلوں گا میں ٹیڑھے راستے اس کے لئے سیدھے کر دوں گا۔"

(یسعیاہ نبی کا صحیفہ باب نمبر 44 آیت نمبر 28)

سارے مؤرخ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ ایک چرواہے کی طرح آیا اوراس نے بندگان خدا کی رکھوالی کی۔سب کہہ رہے ہیں کہ اس نے جس ملک کا رخ کیا اس کی شقاوت ختم ہوگئی وہ جس قوم کی طرف بڑھا اس کی بیڑیاں کٹ گئیں۔اس نے جس گروہ کے سر پر ہاتھ رکھا اس کے سارے بوجھ ہلکے ہوگئے۔وہ صرف بنی اسرائیل ہی کا نہیں بلکہ تمام قوموں کا نجات دہندہ تھا۔

خدا کا مسیح:

یادرہے کہ یسعیاہ نبی کی اس پیشین گوئی میں اسے "خدا کا مسیح" بھی کہا ہے اور تورات کی اصطلاح میں "مسیح" وہ ہوتا ہے جسے خدا اپنی برکتوں کے ظہور کے لئے برگزیدہ کرلے اور خدا کے براہ راست ممسوح ہونے کی وجہ سے مقدس ہو۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت بھی آیا ہے کہ "مسیح" تھے سائرس کی نسبت بھی یہی کہا ہے اور اسی طرح بنی اسرائیل کی نجات کے لئے ایک آخری مسیح کی بھی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔

سائرس کو مسیح کہنا اس میں شک نہیں کہ اس کے تقدس اور الٰہی برگزیدگی کی سب سے زیادہ واضح اور قطعی اسرائیلی شہادت ہے۔

7۔ اس سلسلہ میں آخری وصف جو ذوالقرنین کا سامنے آتا ہے وہ اس کا ایمان باللہ ہے قرآن کی آیتیں اس بارے میں ظاہر وقطعی ہیں کہ وہ

ایک خدا پرست انسان تھا آخرت پر یقین رکھتا تھا احکام الٰہی کے مطابق عمل کرتا تھا اور اپنی تمام کامرانیوں کو اللہ کا فضل و کرم سمجھتا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سائرس کا بھی ایسا ہی اعتقاد و عمل تھا؟ لیکن تمام پچھلی تفصیلات پڑھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں تھا؟ یہودیوں کے صحائف کی واضح شہادت موجود ہے کہ خدا نے اسے اپنا فرستادہ اور ''مسیح'' کہا اور وہ نبیوں کا موعود و منتظر تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی ہستی خدا کی نافرمان ہستی نہیں ہو سکتی۔ جس کا ''داہنا ہاتھ خدا نے پکڑا ہو'' اور جس کی ''ٹیڑھی راہیں وہ درست کرتا جائے'' یقیناً وہ خدا کا ناپسندیدہ بندہ نہیں ہو سکتا۔ خدا صرف انہی کا ہاتھ پکڑتا ہے جو برگزیدہ اور مقدس ہوتے ہیں اور صرف انہی کو اپنا فرستادہ کہتا ہے جو اس کے چنے ہوئے اور اس کی ٹھہرائی ہوئی راہوں پر چلنے والے ہوتے ہیں۔

اسرائیلی نبیوں کی شہادت:

آج کل کے اصحاب نقد و نظر یسعیاہ نبی کی اس پیشین گوئی کو مشتبہ سمجھتے ہیں کیونکہ یہ سائرس سے ڈیڑھ سو برس پہلے کی گئی تھی۔ لیکن اگر اس سے قطع نظر کر لی جائے تب بھی صورت حال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ خود سائرس کے عہد میں جو اسرائیلی نبی موجود تھے ان کی شہادتیں موجود ہیں اور وہ صاف کہہ رہی ہیں کہ یہودیوں کا عام اعتقاد یہی تھا اور اسی حیثیت سے اس کا استقبال کیا تھا حزقی ایل اور دانیال سائرس کے معاصر تھے اور دانیال دارا کے عہد تک زندہ رہے

ان دونوں کی تصریحات سائرس کی نسبت موجود ہیں پھر دارا کے زمانے میں یحییٰ اور زکریا کے صحیفے مرتب ہوئے اور زرکسیس (اردشیر یا ارتخششت) کے عہد میں عزرا اور ارمیاہ کا ظہور ہوا۔ ان سب کی شہادتیں بھی موجود ہیں اور ان سب سے قطعی طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سائرس بنی اسرائیل کی ایک موعود ہستی تھی اور خدا نے اسے برگزیدگی کے لئے چن لیا تھا۔

اگر یہودیوں کا عام اعتقاد یہ تھا تو کیا ایک لحہ کے لئے یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک بت پرست انسان کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے کی جرأت کرتے؟ فرض کرو یہ تمام پیشین گوئیاں سائرس کے ظہور کے بعد بنائی گئیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہودیوں ہی نے بنائیں اور یہودیوں ہی میں پھیلیں حتیٰ کہ ان کی مقدس کتاب میں داخل ہوگئیں پھر کیا ممکن تھا کہ ایک بت پرست انسان کے لئے ایسی پیشین گوئیاں بنائی جاسکتیں؟ کیا ممکن تھا کہ ایک بت پرست کو اسرائیلی وحی کا ممدوح اور اسرائیلی نبیوں کا موعود بنادیا جاتا؟

یہودیوں کا اعتراف:

یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اجنبیوں اور غیر اسرائیلیوں کے خلاف یہودیوں کا تعصب بہت ہی سخت تھا ان کے نسلی غرور پر اس سے زیادہ کوئی بات شاق نہیں گزرتی تھی کہ کسی غیر اسرائیلی انسان کی بزرگی کا اعتراف کریں ظہور اسلام کے وقت بھی یہی عصبیت انہیں اعتراف حق سے روکتی تھی کہ (وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ

تَبِعَ دِیْنَکُمْ) تاہم وہ سائرس کی فضیلت کے آگے جھک گئے جوان کے لئے ہر اعتبار سے اجنبی تھا اور نہ صرف اس کی بزرگی ہی کا اعتراف کیا بلکہ نبیوں کا موعود اور خدا کا برگزیدہ تسلیم کرلیا۔ یہ صورت حال اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ سائرس کی شخصیت ان کے لئے بڑی محبوب شخصیت تھی اور اس کی فضیلتیں ایسی قطعی اور آشکارا تھیں کہ ان کے اعتراف میں نسلی عصبیت کا جذبہ بھی حائل نہ ہو سکا۔ ظاہر ہے ایک بت پرست انسان کے لئے جو اجنبی بھی ہو یہودیوں میں ایسی محبوبیت نہیں پیدا ہو سکتی تھی۔ اگر ایک بت پرست بادشاہ نے انہیں نجات دلائی تھی تو وہ اس کی شاہانہ عظمتوں کی مداحی کرتے مگر خدا کا مسیح اور برگزیدہ کبھی نہ سمجھتے۔ ضروری ہے کہ مذہبی حیثیت سے بھی عقائد کا توافق موجود ہو۔ یہ یہودیوں کی پوری تاریخ میں غیر اسرائیلی فضیلت کے اعتراف کا تنہا واقعہ ہے اور ممکن نہیں کہ ایک ایسے انسان کے لئے ہو جسے وہ مذہبی حیثیت سے محترم نہ سمجھتے ہوں۔'' (۱)

سائرس کے دین و مذہب کے تفصیل جاننے کے لئے گزشتہ اوراق میں مرقوم بحث ''سائرس کے عقائد و نظریات'' ملاحظہ فرمائیں جس میں ہم نے مولانا ابوالکلام آزاد کی تفصیلی اور بے مثال و بے کمال تحقیق رقم کر چکے ہیں۔

اب ہم تحقیق ہذا کی کڑیوں کو مزید مضبوط اور محقق و مدلل بنانے کے لئے ذیل میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق رقم کر رہے ہیں۔ مولانا موصوف نے قرآن عظیم میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی صفات طیبہ کے ذکر کے ساتھ سائرس کے حالات زندگی اور اسکے خصائل و فضائل کو ذکر کرنے کے بعد دونوں میں بڑے احسن انداز میں تطبیق پیش کی

---

۱ ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد.471-483/2

ہے یوں انہوں نے اس مسئلے کا بہترین حل پیش کیا ہے۔ مولانا موصوف یوں رقمطراز ہیں:

1۔ ''قرآن عزیز کا اسلوب بیان کہتا ہے کہ اس نے ذوالقرنین کا واقعہ دوسروں کے سوال کرنے پر بیان کیا ہے اور سوال کرنے والوں نے اسی لقب کے ساتھ اس کو یاد کیا ہے قرآن عظیم نے اپنی جانب سے یہ لقب تجویز نہیں کیا:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾

ترجمہ: ''(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم سے ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں تم کہہ دو! میں اس کا کچھ حال تمہیں (کلام الٰہی سے) پڑھ کر سناتا ہوں۔''

(سورۃ الکہف ۱۸، آیت:۸۳)

تطبیق نمبر 1:

''صحیح روایات سے یہ ثابت ہو چکا کہ یہ سوال یہودیوں کی تلقین سے قریش مکہ نے سوال کیا تھا اور سوال میں یہ مذکور تھا کہ ایسے بادشاہوں کا حال بتاؤ جو مشرق و مغرب میں چھا گیا اور جس کو تورات میں صرف ایک جگہ اس لقب سے یاد کیا گیا ہے اور تورات یہ کہتی ہے کہ دانیال علیہ السلام کے مکاشفہ میں ایران کے ایک بادشاہ کو ایک مینڈھے کی شکل میں دکھایا گیا جس کے دو سینگ نمایاں تھے اور جبریل فرشتے نے اس دو سینگوں والے مینڈھے (ذوالقرنین) کی تعبیر یہ دی کہ اس سے وہ بادشاہ مراد ہے جو فارس اور میڈیا دو بادشاہتوں کا مالک

ہوگا اور یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی اور تاریخ دونوں اس پر متفق ہیں کہ ایران کا یہ بادشاہ خورس (سائرس) تھا جس نے فارس اور میڈیا دونوں کو ملا کر شہنشاہی کی۔ یہودیوں کو اس سے اس لئے دلچسپی تھی کہ ان کے انبیاء کے الہام کے مطابق وہ ان کا نجات دہندہ تھا چنانچہ یہودیوں کا یہ دیا ہوا لقب ''ذوالقرنین'' خود ایران کے شاہی خاندان میں اس درجہ مشہور و مقبول ہوا کہ انہوں نے خورس (سائرس) کے مرنے کے بعد اس کا مجسمہ بنایا تو اس میں بھی تاریخی یادگار کے طور پر دانیال علیہ السلام کو مصور کر کے دکھایا اور چونکہ یسعیاہ نبی کے صحیفے میں اس کو ایک جگہ عقاب بھی کہا گیا ہے۔

''میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں جو ابتداء سے انتہا تک احوال اور قدیم وقتوں کی باتیں جو اب پوری نہیں ہوئیں بتاتا ہوں اور جو کہتا ہوں میری مصلحت قائم رہے گی اور میں اپنی ساری مرضی پوری کروں گا جو عقب کو پورب سے لاؤں گا اس شخص کو جو میرے ارادوں کو پورا کرے گا۔''

(یسعیاہ نبی کا صحیفہ باب نمبر 46 آیات: 11-9)

اس لئے اصطخر کے قریب خورس (سائرس) کا جو سنگی مجسمہ نکلا ہے اس کو اس مجموعی تخیل ہی پر بنایا گیا ہے کہ اس کے سر پر دونوں جانب دو سینگ ہیں اور جسم کے دونوں طرف عقاب کی طرح پر نکلے ہوئے ہیں اور خورس (سائرس) کے سوا دنیا کے کسی بادشاہ کے متعلق یہ تخیل موجود نہیں ہے۔ پس یہ دلیل ہے اس امر کی کہ یہود کو اپنے نجات دہندہ خدا کے مسیح اور خدا کا چرواہے کے ساتھ اس درجہ دلچسپی تھی کہ

انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی صداقت کا معیار اس بادشاہ کے واقعات کے علم کو قرار دیا اور اسی کے پیش نظر قرآن عظیم نے اس بادشاہ (خورس، سائرس) کا مناسب حال ذکر کیا۔

2۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ بہت صاحب شوکت بادشاہ تھا اور خدا نے اس کو ہر قسم کے ساز و سامان حکومت سے نوازا تھا:

"اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا."

ترجمہ: "ہم نے اس کو حکمرانی عطا کی اور اس کے لئے ہر طرح کا ساز و سامان مہیا کر دیا تھا۔"

(سورۃ الکھف:۱۸، آیت:۸۴)

تطبیق نمبر 2:

"خورس (سائرس، گورش) کے متعلق تورات اور قدیم و جدید تاریخی حوالوں سے یہ ثابت ہو چکا کہ اس نے نہ صرف ایران کی مختلف قبائلی حکومتوں پر بھی قابض ہو کر اپنی جغرافیائی حیثیت میں ایسی وسیع مملکت کا مالک ہو گیا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو تمام ساز و سامان زندگی و حکومت سے مالا مال کر دیا۔

3۔ قرآن کہتا ہے کہ ذوالقرنین نے تین قابل ذکر مہمیں سَر کی ہیں۔

تطبیق نمبر 3:

"معتبر تاریخی شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ خورس (سائرس) نے بھی تین قابل ذکر مہمیں سَر کیں۔"

4۔ قرآن کہتا ہے کہ ذوالقرنین نے پہلے پچھم (مغرب) کی جانب

ایک مہم سر کی (فَاَتْبَعَ سَبَبًا ○ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ)

ترجمہ: ''پس اس نے (ایک مہم کے لئے) ساز وسامان کیا اور پچھم کی جانب نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ (چلتے چلتے) سورج کے ڈوبنے کی جگہ پہنچا وہاں اسے سورج ایسا دکھائی دیا جیسے ایک سیاہ دلدل میں ڈوب جاتا ہے۔''

(سورۃ الکہف:۱۸، آیت:۸۶،۸۵)

تطبیق نمبر 4:

''یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس اور بعض دوسرے مؤرخین کے حوالے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خورس (سائرس) کو سب سے پہلی اور اہم مہم پچھم کی جانب پیش آئی۔ جب کہ لیڈیا (ایشیائے کوچک) کے بادشاہ کروئسس کے غدارانہ طرز عمل کے خلاف اس کو لیڈیا پر حملہ کرنا پڑا یہ مقام ایران سے مغرب کی جانب واقع ہے اور اس کا دارالحکومت ''سارڈیس'' ایشیائے کوچک کے آخری مغربی ساحل کے قریب تھا بقول ہیروڈوٹس خورس (سائرس) کی یہ مہم ایسی معجزانہ انداز میں تھی کہ وہ مغرب کی جانب فتوحات کرتا ہوا چودہ روز کے اندر ایشیائے کوچک کے آخری ساحل پر جا کھڑا ہوا اور سارڈیس جیسے محکم ومضبوط شہر کو تسخیر کر لیا۔ اب اس کے سامنے سمندر کے سوا اور کچھ نہ تھا سمرنا کے قریب بحرا ئیجین (AEGEANSEA) کا یہی وہ ساحل ہے جو اپنے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیرے

رکھنے کی وجہ سے جھیل بن گیا ہے اور اس کا پانی بہت گدلا رہتا ہے اور شام کے وقت جب سورج ڈوبتا تو یوں معلوم ہوتا گویا سیاہ دلدل میں ڈوب رہا ہو" تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ "(سورج ایک سیاہ دلدل میں ڈوب رہا ہے)۔"

5۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں کی قوم پر ذوالقرنین کو ایسا غلبہ دے دیا تھا کہ وہ جس طرح چاہے ان کے ساتھ معاملہ کرے چاہے انکی بغاوت کی پاداش میں ان کو سزا دے اور چاہے تو ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے ان کو معاف کر دے۔

" وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ."

اور وہاں اسے ایک قوم ملی ہم نے کہا: "اے ذوالقرنین" تجھے یہ مقدرت بھی حاصل ہے کہ ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کہ ان کے ساتھی نیک رویہ اختیار کرے۔"

(سورۃ الکہف:۱۸، آیت:۸۶)

تطبیق نمبر 5:

"تاریخی حوالوں اور ہیروڈوٹس اور زینوفن کے تاریخی اقوال سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ خورس (سائرس، گورش) نے لیڈیا کو فتح کر کے عام بادشاہوں کی طرح اس کو برباد نہیں کیا۔ بلکہ عادل، نیک اور صالح بادشاہ کی طرح عفو کا اذن عام کر دیا اور ان کو بے وطن نہیں ہونے دیا۔ بلکہ کرڈیس کی گرفتاری کے سوا یہ بھی محسوس نہیں ہونے دیا

کہ یہاں کوئی انقلاب حکومت ہوا ہے البتہ کرڈیس کی جرأت مردانہ کے امتحان کے لئے اول اس کو جلانے کا حکم دیا مگر جب وہ مردانہ وار چتا کے اندر بیٹھ گیا تو اس کو بھی معاف کر دیا اور اس کے ساتھ اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا۔

6۔ قرآن عزیز نے ذوالقرنین کا جو مقولہ نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ''مومن'' بھی تھا اور عادل وصالح بھی۔ وہ کہتا ہے:

''قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ○ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا۔''

ترجمہ: ''ذوالقرنین نے کہا ہم ناانصافی کرنے والے نہیں ہیں۔ جو سرکشی کرے گا اسے ضرور سزا دیں گے پھر اسے اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے وہ (بداعمالوں کو) سخت عذاب میں مبتلا کرے گا اور جو ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا تو اس کے بدلہ میں اس کو بھلائی ملے گی اور ہم اسے ایسی ہی باتوں کا حکم دیں گے جس میں اس کے لئے آسانی وراحت ہو۔''

(سورۃ الکہف:۱۸، آیت:۸۷،۸۸)

تطبیق نمبر 6:

''تورات میں خورس (سائرس) کا یروشلم سے متعلق اور دارائے کتبات واعلانات مذکورۂ تورات ''اوستا'' کی اندرونی شہادتیں اور تاریخی بیانات یہ شہادتیں ناقابل انکار حد تک ثابت کرتی ہیں کہ

خورس (سائرس) اور دارا مومن تھے اور اُس وقت کے سچے دین کے پیرو بلکہ اس کے مبلغ و مناد تھے وہ ابراہیم زردشت کے متبع خدائے واحد کے پرستار اور آخرت کے قائل تھے اور ان کا دین انبیاء بنی اسرائیل ہی کی تعلیم کی ایک شاخ کی حیثیت رکھتا تھا جو دارا کے بعد بہت ہی جلد محرف ومسخ ہو کر رہ گیا۔"

7۔ قرآن کہتا ہے کہ ذوالقرنین نے دوسری مہم مشرق (پورب) کی جانب سر کی اور وہ چلتے چلتے جب سورج نکلنے کی آخری حد پر پہنچا تو اس کو وہاں خانہ بدوش قبائل سے واسطہ پڑا:

"ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ○ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا"

ترجمہ: "اس کے بعد اس نے پھر تیاری کی اور پورب کی طرف نکلا یہاں تک کہ سورج نکلنے کی آخری حد تک پہنچ گیا اس نے دیکھا سورج ایک ایسے گروہ پر نکلتا ہے جس سے ہم نے کوئی آڑ نہیں رکھی ہے۔"

(سورۃ الکہف:۱۸، آیت:۸۹،۹۰)

تطبیق نمبر 7:

"تاریخ کہتی ہے کہ خورس (سائرس) کو دوسری قابل ذکر مہم مشرق (پورب) کی جانب پیش آئی جبکہ مکران کے خانہ بدوش قبائل نے سرکشی کی جو کہ اس کے دارالحکومت سے اقصائے مشرق میں پہاڑی علاقے تک آباد تھے اور جن سے متعلق مہم کی تفصیلات گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکیں۔

اس جگہ پر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ قرآن عزیز نے ذوالقرنین کی مغربی اور مشرقی قابل ذکر مہمات کے لئے مغرب الشمس اور مطلع الشمس کی تعبیر اختیار کی ہے اس سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ ذوالقرنین ساری دنیا کا بلاشرکت غیرے حکمران بن گیا تھا اور اس نے دنیا کے دونوں جانب کے آخری ربعوں مسکون تک اپنے قبضہ میں کرلیا تھا حالانکہ یہ تاریخی واقعات کے لحاظ سے کسی بھی بادشاہ کے لئے ثابت نہیں ہے اور نہ قرآن نے اس مقصد کے لئے یہ تعبیر اختیار کی ہے بلکہ اس کی صاف اور واضح مراد یہ ہے کہ ذوالقرنین اپنے مرکز حکومت کے لحاظ سے اقصائے مغرب اور اقصائے مشرق تک پہنچا ہے اور مغرب میں وہ اس حد تک پہنچ گیا جہاں خشکی کا سلسلہ ختم ہوکر سمندر شروع ہوجاتا ہے اور مشرق میں اس حد تک پہنچا کہ وہاں خانہ بدوش قبائل کے سوا کوئی شہری آبادی نہیں تھی۔ یہ مطلب اس درجہ واضح ہے کہ اگر بے دلیل غلط فہمی کی وجہ سے مسطورہ بالا قول منقول نہ ہوتا تو ہر شخص زبان کے محاورہ کے لحاظ سے یہی سمجھتا جو ہم نے سمجھا ہے چنانچہ آج بھی ہم ہندوستان (پاک و ہند) میں رہتے ہوئے اقصائے مشرق اور اقصائے مغرب سے دور دراز ملک مراد لیتے ہیں جو ہمارے مشرق و مغرب میں واقع ہیں اور ان الفاظ کو اس بات میں منحصر نہیں کردیتے کہ مشرق و مغرب کے وہ کنارے مراد ہوں جن کے بعد معمورۂ عالم کا کوئی حصہ بھی باقی نہ رہا البتہ دلائل یا قرائن کے ذریعے سے کبھی کبھی یہ معنی بھی مراد ہوجاتے ہیں۔

اقصائے مغرب و مشرق کی اس اصطلاح کو جو قرآن نے ذوالقرنین

کے سلسلہ میں بیان کی ہے اگر اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین (خورس، سائرس) سے متعلق تورات نے چونکہ یہی تعبیر کی تھی اس لئے بہت ممکن ہے کہ قرآن نے سائلین کو اس کا واقعہ سنانے کے وقت اسی اصطلاح کو اختیار کرنا پسند کیا ہو دیکھئے یسعیاہ نبی کے صحیفے میں خورس (سائرس) کے متعلق بعینہٖ یہی تعبیر موجود ہے:

''خداوند اپنے خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے میں نے اپنے بندے یعقوب اور اپنے برگزیدہ اسرائیل کے لئے تجھے تیرا نام صاف صاف لے کر بلایا میں نے تجھے مہربانی سے پکارا گو کہ تو مجھے نہیں جانتا میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں میں نے تیری کمر باندھی اگرچہ تو نے مجھے نہیں پہچانا تا کہ لوگ سورج کے نکلنے (مطلع الشمس) کی اطراف سے سورج غروب ہونے (مغرب الشمس) کی اطراف تک جائیں کہ میرے سوا کوئی نہیں میں ہی خداوند ہوں اور میرے سوا کوئی نہیں۔''

(یسعیاہ نبی کا صحیفہ: باب نمبر 8 آیات نمبر 8-7)

ظاہر ہے کہ ان دونوں مقامات میں مطلع الشمس اور مغرب الشمس سے معمورہ عالم کے دونوں جانب کے آخری کونے مراد نہیں ہیں بلکہ جن کا ذکر ہے ان کی حکومت یا مقام سکونت سے مشرقی اور مغربی جہات مراد ہیں۔

8۔ قرآن کہتا ہے کہ ذوالقرنین کو تیسری قابل ذکر مہم پیش آئی اور جب وہ ایسے مقام پر پہنچا جہاں دو پہاڑوں کی پھانکیں ایک درہ بناتی

تھیں۔ تو ان کے پاس اس کو ایک ایسی قوم سے واسطہ پڑا جو اس کی زبان اور بولی سے ناواقف تھی انہوں نے ذوالقرنین پر (کسی طرح) یہ واضح کیا کہ ان پہاڑوں کے درمیان سے نکل کر ہم کو یاجوج ماجوج ستاتے اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں کیا آپ ہماری اتنی مدد کریں گے کہ ہم سے مالی ٹیکس لے کر ان دو پہاڑوں کے درمیان ایک سد بنادیں۔ تاکہ ان کے اور ہمارے درمیان وہ حد فاصل ہو جائے اور روک بن جائے۔ ذوالقرنین نے کہا میرے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ مجھے اجرت کی ضرورت نہیں البتہ اس کے بنانے میں میری مدد کرو ان لوگوں نے ذوالقرنین کے حکم سے لوہے کے ٹکڑے جمع کیے اور ان سے ذوالقرنین نے دونوں پہاڑوں کے درمیان سد (دیوار) بنادی اور پھر تانبا پگھلا کر اس آہنی دیوار کو مستحکم کر دیا۔

تطبیق نمبر 8:

''تاریخ کی ناقابل انکار شہادتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خورس (سائرس) کو جانب شمال میں ایک قابل ذکر مہم پیش آئی جس میں کاکیشیا (جبل قفقاز یا کوہ قاف) کے پہاڑی سلسلے میں ایسے دو پہاڑوں کے قریب ایک قوم ملی جن کی پھانکوں کے درمیان قدرتی درہ تھا اور پہاڑ کی دوسری جانب سے سیتھین قبائل کے جنگلی اور غیر مہذب لٹیرے دل کے دل آکر اس قوم پر حملے کرتے اور لوٹ مار کر کے درے کے راستہ واپس ہو جایا کرتے تھے خورس (سائرس) جب

اس جگہ پہنچا تو اس کی آبادی کے لوگوں نے حملہ آور لٹیروں کی شکایت کرتے ہوئے اس سے پہاڑوں کے درمیان سد (دیوار) بنا دینے کی درخواست کی۔ خورس (سائرس) نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا اور لوہے اور تانبے سے ملا کر ایک سد قائم کر دی جس کو وقت کے گاگ اور میگاگ غیر مہذب (سیتھین) قبائل اپنی درندگی اور خونخواری کے باوجود نہ توڑ پھوڑ سکے اور نہ اس کے اوپر سے اتر کر حملہ آور ہو سکے اور اس طرح پہاڑوں کے درے کی آبادی ان کے حملوں سے محفوظ ہو گئی۔

اگر چہ غیر مہذب قبائل کے حملوں کے تحفظ کی خاطر دنیا کے مختلف حصوں میں ایسی متعدد چھوٹی اور بڑی سد (دیوار) بنائی گئی ہیں لیکن ایسی سد جو لوہے اور تانبے سے مخلوط دو پہاڑوں کی پھانکوں کے درمیان بنائی گئی ہو۔ خورس (سائرس) کی بنائی ہوئی اس سد کے سوا جو کاکیشیا (جبل قفقاز) میں پائی جاتی ہے کوئی سد دنیا میں اب تک دریافت نہیں ہوئی اس لئے دلائل کی روشنی میں یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن نے ذوالقرنین کی سد کے متعلق جو تفصیلات دی ہیں اس کے پیش نظر خورس (سائرس) ہی ذوالقرنین ہے اور درہ داریال ہی کی سد قرآن کی تفصیلات کے مطابق ہے۔"(۱)

اس باب کے اختتام پر ہم ذیل میں سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی رائے نقل کر رہے ہیں۔

---

۱. قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 112-116/2

مفکرِ اسلام سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اس سلسلہ میں سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

''جدید زمانے میں تاریخی معلومات کی بناپر مفسرین کا میلان زیادہ تر ایران کے فرماں روا خورس (خسرو یا سائرس) کی طرف ہے اور یہ نسبتاً زیادہ قرین قیاس ہے مگر بہرحال ابھی تک یقین کے ساتھ کسی شخصیت کو اس کا مصداق نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ قرآن جس طرح اس کا ذکر کرتا ہے اس سے ہم کو چار باتیں وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں:

1۔ اس کا لقب ذوالقرنین (لغوی معنی ''دوسینگوں والا'') کم از کم یہودیوں میں جن کے اشارے سے کفار مکہ نے اس کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا ضرور معروف ہونا چاہیے اس کے لئے لامحالہ ہمیں یہ معلوم کرنے کے لئے اسرائیلی لٹریچر کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کہ وہ ''دوسینگوں والے'' کی حیثیت سے کس شخصیت یا سلطنت کو جانتے تھے۔

2۔ وہ ضرور کوئی بڑا فرماں روا اور فاتح ہونا چاہیے جس کی فتوحات مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوں، اور تیسری جانب شمال یا جنوب میں بھی وسیع ہوئی ہوں ایسی شخصیتیں نزول قرآن سے پہلے چند ہی گزری ہیں اور لامحالہ انہی میں سے کسی میں اس کی دوسری خصوصیات ہمیں تلاش کرنی ہوں گی۔

3۔ اس کا مصداق ضرور کوئی ایسا فرمانروا ہونا چاہیے جس نے اپنی مملکت

کو یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچانے کے لئے کسی پہاڑی درے پر ایک مستحکم دیوار بنائی ہو۔ اس علامت کی تحقیق کے لئے ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ یاجوج ماجوج سے مراد کون سی قومیں ہیں اور پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ان کے علاقے سے متصل کون سی ایسی دیوار کبھی دنیا میں بنائی گئی ہے اور وہ کس نے بنائی ہے۔

4۔ اس میں مذکورہ بالا خصوصیات کے ساتھ ایک یہ بھی خصوصیت پائی جانی چاہیے کہ وہ خدا پرست اور عادل فرمانروا ہو کیونکہ قرآن یہاں سب سے بڑھ کر اس کی اسی خصوصیت کو نمایاں کرتا ہے۔

ان میں پہلی علامت آسانی کے ساتھ خورس (سائرس) پر چسپاں کی جاسکتی ہے کیونکہ بائبل کے صحیفہ دانی ایل میں دانیال نبی کا جو خواب بیان کیا گیا ہے اس میں وہ یونانیوں کے عروج سے قبل میڈیا اور فارس کی متحدہ سلطنت کو ایک مینڈھے کی شکل میں دیکھتے ہیں جس کے دوسینگ تھے یہودیوں میں اس ''دوسینگوں والے'' کا بڑا چرچا تھا کیونکہ اسی کی ٹکر نے آخر کار بابل کی سلطنت کو پاش پاش کیا اور بنی اسرائیل کو اسیری سے نجات دلائی۔''

دوسری علامت بڑی حد تک اس پر چسپاں ہوتی ہے مگر پوری طرح نہیں اس کی فتوحات بلاشبہ مغرب میں ایشیائے کوچک اور شام کے ساحلوں تک اور مشرق میں باختر (بلخ) تک وسیع ہوئیں۔ مگر شمال اور جنوب میں اس کی بڑی مہم کا سراغ ابھی تک تاریخ سے نہیں ملا حالانکہ قرآن صراحت کے ساتھ ایک تیسری مہم کا بھی ذکر کرتا ہے تاہم اس مہم کا پیش آنا بعید از قیاس نہیں ہے کیونکہ تاریخ کی رو سے

خورس (سائرس) کی سلطنت شمال میں کاکیشیا (قفقاز) تک وسیع تھی۔

تیسری علامت کے بارے میں یہ تو قریب قریب محقق ہے کہ یاجوج ماجوج سے مراد روس اور شمالی چین کے وہ قبائل ہیں جو تاتاری منگولی، ھن اور سیتھین وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر حملے کرتے رہے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہے کہ ان کے حملوں سے بچنے کے لئے قفقاز کے جنوبی علاقے میں دربند اور داریال کے استحکامات تعمیر کئے گئے تھے لیکن یہ ابھی تک ثابت نہیں ہوسکا ہے کہ خورس (سائرس) ہی نے یہ استحکامات تعمیر کئے تھے۔

آخری علامت قدیم زمانوں کے معروف فاتحوں میں اگر کسی پر چسپاں کی جاسکتی ہے تو وہ خورس (سائرس) ہی ہے کیونکہ اس کے دشمنوں تک نے اس کے عدل کی تعریف کی ہے اور بائبل کی کتاب عزرا اس بات پر شاہد ہے کہ وہ ضرور ایک خدا پرست اور خدا ترس بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل کو ان کی خدا پرستی ہی کی بنا پر بابل کی اسیری سے رہا کیا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا حکم دیا۔

اس بناء پر ہم یہ تو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے جتنے مشہور فاتحین عالم گزرے ہیں ان میں سے خورس (سائرس) ہی کے اندر ''ذوالقرنین'' کی علامات زیادہ پائی جاتی ہیں۔ لیکن تعین کے ساتھ اس کو ذوالقرنین قرار دینے کے لئے ابھی مزید شہادتوں کی ضرورت ہے تاہم دوسرا کوئی فاتح قرآن کی بتائی ہوئی علامات کا اتنا

بھی مصداق نہیں جتنا خورس (سائرس) ہے۔

تاریخی بیان کے لئے صرف اتنا ذکر کافی ہے کہ خورس ایک ایرانی فرمانروا تھا جس کا عروج 549 ق م کے قریب زمانے میں شروع ہوا اس نے چند سال کے عرصے میں میڈیا (الجبال) اور لیڈیا (ایشیائے کوچک) کی سلطنتوں کو مسخر کرنے کے بعد 539 ق م میں بابل کو بھی فتح کرلیا جس کے بعد کوئی طاقت اس کے راستے میں مزاحم نہیں رہی اس کی فتوحات کا سلسلہ سندھ اور صغد (موجودہ ترکستان) سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا تک اور سری طرف تھریس اور مقدونیہ تک وسیع ہوگیا اور شمال میں اس کی سلطنت قفقاز (کاکیشیا) اور خوارزم تک پھیل گئی عملاً اس وقت کی پوری مہذب دنیا اس کی تابع فرمان تھی۔" (۱)

مؤلف کا نکتہ نظر

سائرس کے متعلق ان مذکورہ تفصیلی حالات وواقعات اور جید علمائے کرام کی تحقیق اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ سائرس (خورس، گورش، کیخسرو) ہی قرآن کریم میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت کا مصداق ہیں۔ اس باب کی ان تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے راقم السطور یہ رائے رکھتا ہے کہ ہم پھر بھی قطعی ویقینی طور پر یہ فیصلہ نہیں کرسکتے کہ سائرس ہی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہے جس طرح کہ گزشتہ اوراق میں ہم سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے نکتہ نظر کو ذکر کرچکے ہیں۔

کیونکہ سائرس کے متعلق ان تفصیلات کے مصادر ومراجع کتب تواریخ اور وہ

۱۔ تفہیم القرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی: 44-43

اسرائیلی لٹریچر ہے جو کہ کافی حد تک تغیر وتبدل کا بھی شکار چلا آتا ہے۔ جبکہ ہمارے لئے یقینی اور قطعی طور پر فیصلہ کرنے کے لئے میزان، قرآن اور احادیث صحیحہ ہی کا مواد موجود ہے جس کے حاصل کلام مواد پر ہم قطعیت کے ساتھ رائے دے سکتے ہیں۔

بدیں صورت ہماری یہ رائے ہرگز نہیں ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق صرف اور صرف سائرس ہی ہے اور جو سائرس کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام خیال نہیں کرتا وہ غلط نظریے کا حامی ہے۔

لیکن پھر بھی ہم سائرس کے متعلق کتب تواریخ میں تسلسل کے ساتھ تذکرے کی مسلمہ حقیقت کو بھی بالکل فراموش نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے متعلق اس تاریخی باب میں ایک اہم بات یہ ہے کہ تاریخ کے اوراق واضح طور پر ان کے متعلق ایک ہی رائے قائم کر رہے ہیں اور تاریخی مواد آپس میں اضطراب کا شکار بھی نہیں ہیں جن کی بناء پر ہم ان تفصیلی حالات و واقعات اور علماء کی نفیس تحقیق کے بعد غالب واغلب گمان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سائرس (خورس، کیخسرو، گورش یا کورش) قرآن کریم میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت کا مصداق ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب!

باب۴

سدِّ ذوالقرنین

جب حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا سفرِ فتوحات شمال کی طرف ہوا تو ایک پہاڑی درے کے پاس انہیں ایک قوم ملی جس نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام سے یاجوج ماجوج کے فتنہ وفساد کی شکایت کر کے اس کے اور اپنے درمیان ایک دیوار تعمیر کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے انتہائی خندہ پیشانی سے عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے ان کی درخواست کو قبول کیا اور ان کے لئے ایک لوہے اور تانبے کی مضبوط دیوار تعمیر فرمادی۔ جس میں اپنی گزارشات کا کچھ حصہ ہم گزشتہ اوراق میں رقم کر چکے ہیں۔ اب ہمیں اس باب میں اسی دیوار کے متعلق تحقیق کرنی ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی وہ تعمیر کردہ دیوار دریافت ہو چکی ہے یا نہیں؟ اگر ہو چکی ہے تو وہ کس علاقے میں اور کہاں موجود ہے؟۔ اب تک محققین حضرات کی لیل ونہار کی مسلسل کوشش چھ دیواروں کا سراغ لگا چکی ہے۔ جن کا دنیا کی بڑی اور مضبوط دیواروں میں شمار ہوتا ہے۔ اب ہم ان کا تعارف ذیل میں ہدیہ قارئین کررہے ہیں:

ان میں سے پانچ دیواروں کا تفصیلی تعارف ابومحمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی مشہور تفسیر ''تفسیر حقانی'' میں ذکر کیا ہے۔ موصوف اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

دیوارِ اوّل:

''ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں تین جگہ اس دیوار کا ذکر کیا ہے
صفحہ نمبر 71 میں کہتا ہے کہ اس اقلیم کے نویں حصہ میں ایک گوشہ میں
خفشاخ کے بلاد ہیں کہ جن کو خچاق کہتے ہیں کہ جن پر سے قوقیا پہاڑ
گزرتا ہے جبکہ وہ بحر محیط کے پاس سے ہو کر شمال کی طرف مڑتا ہے
قدرے مشرق کو مائل ہو کر تب وہ پہاڑ اقلیم سادس کے نویں حصہ تک
نکل جاتا اور یہیں سے وہ موڑ کھا کر نکلتا ہے اور اسی جگہ اس کے وسط
میں یاجوج ماجوج والی دیوار ہے کہ جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس
حصہ کے شرقی کنارہ میں یاجوج کا ملک ہے جبل قوقیا کے پرے
سمندر کے رخ مستطیل ٹکڑا ہے قوقیا غالباً کوہ الطائی کو کہتے ہیں اور اسی
کے موڑ میں ایک جگہ وہ دیوار ہے اور کوہ طئی کے پرلی طرف منچولیا اور
منگولیا مغلوں کی قومیں ہیں جن کو یاجوج سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ
لوگ سخت خونخوار درندے اور سفاک کافر تھے جن کا پیشہ شکار تھا پہلے
زمانوں میں یہ لوگ ادھر تو چین کے ملک پر تاخت و تاراج کیا کرتے
تھے جن کے روکنے کے لئے حضرت مسیح سے تخمیناً 235 برس پیشتر
فغفور چین نے یہ دیوار بنائی تھی جس کی لمبائی کا اندازہ بارہ سو میل
سے لے کر پندرہ سو میل تک کیا گیا ہے۔ یہ مستحکم دیوار کہ جس کی
پوری کیفیت تاریخ چین سے معلوم ہوتی ہے اب تک یہ موجود ہے جو
عجائب روزگار میں شمار کی جاتی ہے ادھر یہ سفاک قوم اس پہاڑ کے

درہ میں سے گزر کر ترکستان پر تاخت وتاراج کرنے آیا کرتی تھی۔
اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں اس قسم کی دیواریں کئی جگہ ہیں۔
ملک چین کے شمالی حصہ میں ایک دیوار ہے جس کو دیوار چین کہتے ہیں (جس کو بقول چی وانگٹی فغفور چین نے بنایا تھا) اسی دیوار کے متعلق اوپر تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا چکا ہے۔

دیوار دوم:

دوسری وہ دیوار جو جبل الطی کے کسی درے کو بند کئے ہوئے ہے جس کا ابن خلدون نے بھی ذکر کیا ہے اور اس کو اکثر مؤرخین اسلام وسیر یاجوج کہتے ہیں جس کی تحقیق خلفائے عباسیہ کے عہد میں کی گئی تھی چنانچہ ابوریحان البیرونی اپنی کتاب آثارالباقیہ مطبوعہ جرمن صفحہ 41 میں لکھتے ہیں:
''اس دیوار کا قرآن نے کوئی موقع ومحل نہیں بتلایا کہ کس جگہ ہے؟ ہاں کتب تواریخ وجغرافیہ میں تو ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں میں سے ایک قوم کا نام ہے جو اقلیم خامس وسادس کے مشرق میں رہتے ہیں اور محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ والی آذربائیجان نے جب اس ملک کو فتح کیا تو کسی کو اس دیوار کو دیکھنے بھیجا جو بحیرہ خزر کی راہ سے دیکھنے گیا اور دیکھ کر آیا اور ابن خردازبہ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ معتصم نے خواب میں اس دیوار کو ٹوٹا ہوا دیکھا تب اس کی تحقیق کے لئے پچاس آدمیوں کو روانہ کیا۔ باب الابواب اور لان و خزر کی راہ سے گئے اور اس کو دیکھ کر آئے اور بیان کیا کہ ایک دیوار

مستحکم ہے جو لوہے کے تختوں یا اینٹوں سے بنائی گئی ہے نہایت بلند و مستحکم اور اس میں دروازہ بھی ہے جس پر قفل لگا ہوا ہے پھر اس جماعت کو راہبر نے وہاں سے نکالا تو سمرقند کے محاذی آ نکلے۔''

کتاب احسن التقیم فی معرفۃ الاقالیم میں اس بات کو بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر معتصم کی جگہ واثق باللہ عباسی خلیفہ کا معاملہ بتلایا ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ واثق نے اس جماعت کا افسر محمد بن موسیٰ خوارزمی منجم کو بنایا تھا اور سامانِ سفر بہت کچھ دیا تھا اور بادشاہوں کے نام نامے بھی لکھ دیئے تھے پھر یہ جماعت طرخان کے ملک سے ہو کر اسی مقام پر پہنچی کہ جہاں یہ دیوار ہے۔ آ کر انہوں نے ساری تفصیل بیان کی۔ ڈیڑھ سو گز کا دو پہاڑوں میں ایک گھاٹ ہے جس کو دو پائے چن کر (کہ جن کا عرض پندرہ پندرہ گز ہے جو لوہے کی اینٹوں سے بنے ہیں اور پھر پگھلے ہوئے تانبہ سے ان کی درزیں ملائی گئی ہیں) ایک مستحکم دروازہ بنا کر بڑے مستحکم آہنی کواڑوں سے بند کر دیا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ 34 میں شہر صعانیاں کی مسافت یوں بیان کرتا ہے کہ یہاں سے شوبان تک دو دن کا راستہ ہے پھر اندیاں تک ایک روز کا پھر واشجر تک ایک روز کا اور وہاں سے ایلاق ایک روز کا اور وہاں سے دربند ایک روز اور یہاں سے چوگاں ایک روز کا۔ غالباً دربند ایک دوسری عمارت ہے جو آذربائیجان کی طرف موجود ہے۔

کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل کے صفحہ 399 میں ترمذ اور بخارا کی مسافت یوں بیان کی ہے کہ ترمذ سے قراجون

ایک مرحلہ اور وہاں سے میال ایک مرحلہ اور وہاں سے مائیرغ ایک مرحلہ اور وہاں سے نسف ایک مرحلہ اور وہاں سے سوج ایک مرحلہ اور وہاں سے دیدکی ایک مرحلہ اور وہاں سے کندک ایک مرحلہ وہاں سے باب الحدید ایک مرحلہ۔

اس کے علاوہ تاریخ تیموری میں تیمور بادشاہ کا اس باب الحدید تک ایک جنگ میں پہنچنا مذکور ہے اور اس کے بعد سیاحوں نے بھی اس پہاڑ میں اس دربند کا معائنہ کیا ہے اور یہ بات نقشہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جبل الطی منگولیا اور منچوریا میں حائل ہے اور اس کی انہیں حدود میں ایک موڑ معلوم ہوتا ہے اور اسی پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جس کو ذوالقرنین نے بند کر دیا جو اب تک موجود ہے اور ٹھیک یہ ہی وہ سد ہے کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

پھر اسی کتاب کا مصنف (ابوالقاسم بن حوقل) صفحہ 367 میں شہر سمرقند کی بابت لکھتا ہے کہ:

''لوگوں کا خیال ہے کہ تبع نے شہر سمرقند کو آباد کیا اور اس کی بعض عمارات کو ذوالقرنین نے مکمل کیا اور میں نے اس کے بڑے دروازہ پر لوہے کی تختی دیکھی کہ جس پر کچھ لکھا ہوا تھا وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ حمیریہ خط ہے (جو شاہان حمیریہ والیان یمن کا خط تھا) اور یہ بات وہ اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آرہے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین حمیری بادشاہ تھا اور اس نے اس نواح میں عملداری بھی کی ہے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جبل الطی کا یہ درہ بھی بند کر دیا تھا کہ جس کو سد ذوالقرنین کہتے ہیں اور یہ کچھ

تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ شاہان یمن مصر پر بھی عملداری کر چکے ہیں جو گلہ بانوں کی عملداری کے نام سے مشہور ہے اوران کے آثار قدیمہ قصر عمدان وغیرہ یمن میں یادگار تھے اوراب بھی ہیں جو ان کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ مشرق وشمال میں بھی ان کی فتوحات ہوئی ہیں۔''

دیوار سوم:

تیسری دیوار ایک مستحکم دیوار بنی ہے جو غیر قوموں کو روکنے کے لئے ملک آذربائیجان کے سرے پر بحیرہ طبرستان کے کنارہ جبل قبق کے گھاٹ بند کرنے کے لئے بنا لی گئی تھی مراصد الاطلاع کے صفحہ 111 میں ہے:

''کہ باب الابواب دربند بحر خزر پر ایک شہر ہے اور اس کو باب العرب اس لئے کہتے ہیں کہ جہاں جبل قبق کی بہت سی گھاٹیاں ہیں جہاں بہت سے قلعے ہیں وہاں ایک دیوار ہے جو پتھر اور سیسے سے بنائی گئی ہے جس کی بلندی تین سو گز ہے اور جس میں لوہے کے دروازے ہیں اوراس کو نوشیرواں نے اس لئے بنایا تھا۔''

کتاب البلدان کے مصنف ابن الفقیہ اس دیوار کا کئی جگہ ذکر کرتے ہیں ایک جگہ کہتے ہیں کہ:

''خزر کے روکنے کے لئے پتھر اور سیسے کی نوشیرواں نے ایک دیوار بنائی کہ جس کا عرض تین سو گز ہے جس کو پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچا دیا اوراس کا ایک سرا دریا میں ملا دیا اوراس کی لمبائی سات فرسخ ہے

ہر ایک فرسخ پر ایک ایک آہنی دروازہ لگا دیا ہے اور یہ دیوار گڑھے ہوئے مربع طرز پتھروں سے بنی ہوئی ہے کہ سوراخ کر کے ایک پتھر کو دوسرے سے میخ کر دیا ہے ان میں سے ایک ایک پتھر ایسا پڑا ہے کہ پچاس آدمی بھی اس کو اکھیڑ نہیں سکتے اور اوپر کی جانب اس کی اتنی چوڑائی ہے کہ جس پر بلا مزاحمت اکٹھے بیس سوار چل سکتے ہیں اور ایک جگہ یہاں کے قلعوں کو قباد اکبر کی تعمیر بتایا ہے یہ دیوار بھی اب تک قائم ہے اور بیضاوی وغیرہ بعض علماء اسلام نے اس کو وہ دیوار بتلایا ہے کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔''

دیوار چہارم:

دیوار تبت کے شمالی پہاڑوں میں بمقام راست بنائی گئی ہے اس کی نسبت نزہۃ المشتاق میں یہ لکھا ہے کہ:

''یہ شہر راست جو دو پہاڑوں کے درمیان میں ہے اس سمت سے خراسان کا اخیر کنارہ ہے جہاں ایک راستہ ہے جہاں سے ترک دھاوا کیا کرتے تھے اس کو فضل بن یحییٰ برمکی نے دروازہ لگا کر بند کر دیا۔ یہ دیوار بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کیونکہ یہ نزول قرآن کے بعد بنائی گئی ہے۔''

دیوار پنجم:

بحر شامی یا بحر روم کا مشرقی کنارہ جو شام سے ملا ہوا ہے اس میں چند جزائر ہیں جو ایشیائے کوچک سے ملتے ہوئے جن میں سے ایک جزیرہ روڈس ہے اور ایک جزیرہ پلونس ہے کہ جس کو ہزار میل کے

فاصلے تک دریا گھیرے ہوئے ہے اس کا خشکی کی طرف ایک راستہ ہے جو میل کا فاصلہ ہے اس کو کسی قیصر روم نے دیوار بنا کر بند کر دیا۔

چنانچہ نزھۃ المشتاق میں لکھا ہے کہ:

''یہ معلوم نہیں کہ یہ دیوار اب بھی قائم ہے یا نہیں مگر یہ بھی بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور نہ وہ دیوار مراد ہو سکتی ہے کہ جس کو بعض علماء نے ملک اندلس کے پہاڑوں میں بتلایا ہے۔''(۱)

مذکورہ دیواروں کا تحقیقی جائزہ:

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان مذکورہ دیواروں میں کوئی ایسی دیوار موجود ہے؟ جس پر سدِ ذوالقرنین کی صفات چسپاں کی جاسکتی ہیں اگر سدِ ذوالقرنین انہی مذکورہ دیواروں میں سے اپنا نام رکھتی ہے۔ تو وہ کون سی دیوار ہے اس سلسلہ تحقیق میں جو دیوار سب سے پہلے ہمارے سامنے آرہی ہے۔ وہ دیوار چین ہے جس کے متعلق بعض مذہبی اور غیر مذہبی سکالرز ور زیادہ تر عوام الناس میں یہ بات معروف ہے کہ دیوار چین ہی اصل میں سدِ ذوالقرنین ہے۔ پھر مجبوراً وہ اپنی تحقیق میں چین کی عوام کو یاجوج ماجوج کا مصداق قرار دیتے ہیں کیونکہ یاجوج ماجوج اور سدِ ذوالقرنین کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے اس لئے کہ جب بھی کوئی محقق ان میں سے کسی ایک کی تحقیق کے لئے قلم اٹھاتا ہے تو اس پر دونوں (حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور یاجوج ماجوج) کی تحقیق لازم ہوتی ہے کیونکہ جہاں سدِ ذوالقرنین ہے اسی مقام پر یاجوج ماجوج کی قوم آباد ہونی چاہئے۔

۱۔ تفسیر فتح المنان المعروف بہ تفسیر حقانی از فخر المفسرین ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی: 153-156/5

دیوار چین:

وہ حضرات سخت مغالطہ کا شکار ہیں جو دیوار چین کو سد ذوالقرنین اور چینی عوام کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ دیوار درج ذیل وجوہات کی بنا پر سد ذوالقرنین کی مصداق نہیں ہے۔

1۔ یہ دیوار سیمنٹ، اینٹوں اور اسی طرح کی مثل دوسری اشیاء سے تیار کی گئی ہے حالانکہ سد ذوالقرنین کے متعلق قرآن واضح الفاظ میں اس بات کی وضاحت کر رہا ہے:

" اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا "

ترجمہ: " تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے کر آؤ۔ یہاں تک کہ پہاڑ کی دونوں پھانکوں (چوٹیوں) کے درمیان جب دیوار کو برابر کر دیا تو اس نے کہا کہ دھونکو یہاں تک کہ جب دھونک کر اس کو آگ کر دیا تو اس نے کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر ڈالوں۔"

(سورۃ الکہف:96)

2۔ اہل تواریخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس دیوار کا بانی فغفور چین ہے جو کہ کافر و مشرک انسان تھا اس لئے وہ ہرگز حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت کا مصداق نہیں ہے اور نہ ہی مؤرخین کے ہاں کبھی کسی نے اس کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سد ذوالقرنین کی تحقیق کے دوران سب سے پہلے اس کے بانی کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ثابت کرنا محقق کے لئے لازم امر ہے اور فغفور چین کو آج تک کسی مؤرخ شہیر نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا مصداق قرار نہیں

دیا۔ بدیں وجہ دیوار چین کو سدذوالقرنین نہیں کہا جا سکتا۔

3۔ دیوار چین کے متعلق مؤرخین کے ہاں یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اس دیوار کو اہل چین نے خود اپنے دفاع کے لئے تعمیر کیا تھا اس کے برعکس سد ذوالقرنین کا بانی ایک ایسا شخص ہونا چاہیے کہ جہاں سدذوالقرنین تعمیر کی گئی وہ خود اس علاقے کا باشندہ نہ ہو۔

4۔ دیوار چین خواہ ایک لمبی اور مضبوط دیوار ہے اور وہ اب تک موجود بھی ہے لیکن ان صفات کے ساتھ ہی اس کے متعلق یہ بات بھی واضح ہے کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر نہیں کی گئی ہے حالانکہ سدذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کی گئی تھی۔

5۔ سدذوالقرنین حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے اپنی اس مہم کے دوران تعمیر کی جو ان کی مہم شمال کی جانب تھی اور اس مہم کے اختتام پر انہوں نے یہ دیوار تعمیر کی تھی اس کے برعکس دنیا کے نقشہ کے مطابق دیوار چین شمال کی بجائے مشرق اقصیٰ کی جانب واقع ہے۔

ان مذکورہ تمام وجوہات کی بنا پر دیوار چین کو ہرگز سدذوالقرنین قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دیوار قفقاز یا دیوار سمرقند:

اس سلسلہ تحقیق میں دوسرا نام دیوار قفقاز کا ہے اور یہ ہی وہ دیوار ہے جس کے متعلق متقدمین مفسرین اور دیگر مذہبی سکالرز کی ایک کثیر جماعت یہ رائے رکھتی ہے کہ یہی دیوار سدذوالقرنین کے مصداق ہے اور اس دیوار پر سدذوالقرنین کی تمام صفات پوری اُترتی ہیں اس دیوار کے متعلق ہم اپنی مزید تحقیق سے قبل ذیل میں ان علماء کی آراء درج کر رہے ہیں جو علماء کرام اس دیوار کے متعلق سدذوالقرنین کا نظریہ رکھتے ہیں۔

علامہ ابن حزم الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ ابن حزم الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

"فان قيل فى القرآن ذكر سد يأجوج ومأجوج ولا يدرى مكانه ولا مكانهم قلنا مكانه معروف فى أقصى الشمال فى آخر المعمور منه وقد ذكر أمر يأجوج ومأجوج فى كتب اليهود التى يؤمنون بها ويؤمن بها النصارى وقد ذكر يأجوج ومأجوج والسد ارسطا طاليس فى كتابه فى الحيوان عند كلامه على الغرانيق وقد ذكر سد يأجوج ومأجوج بطليموس فى كتابه المسمى جغرافيا وذكر طول بلادهم وعرضها وقد بعث اليه الواثق أمير المؤمنين سلام الترجمان فى جماعة معه حتى وقفوا عليه ذكر ذالك أحمد بن الطبيب السرخسى وغيره وقد ذكره قدامة بن جعفر والناس ففهيهات خبر من وحتى لو خفى مكان يأجوج ومأجوج والسد فلم يعرف فى شئ من المعمور مكانه لما ضر ذالك خبرنا شيئا لانه كان يكون مكانه حينئذ خلف خط الستواء حيث يكون ميل الشمس

ورجوعها وبعدها كما هو فى الجهة الشمالية
بحيث تكون الآفاق كبعض آفاقنا المسكونة
والهواء كهواء بعض البلا دالتى وجد فيها النبات
والتناسل واعلموا أن كل ماكان فى عنصر الإمكان
فأدخله مدخل فى عنصر الإمتناع بلا برهان فهو
كاذب مبطل جاهل أو متجاهل لا سيما إذا أخبر به
مجن قد قام البرهان على صدق خبره وإنما الشأن
فى المحال الممتنع التى تكذبه الحواس والعيان
أو بديهة العقل فمن جاء بهذا فإنما جاء ببرهان
قاطع على أنه كذاب مفتر ونعوذ بالله من البلاء.

اگر کہا جائے کہ قرآن میں سد یاجوج وماجوج کا ذکر ہے مگر نہ تو سد کا پتہ معلوم ہوتا ہے اور نہ یاجوج وماجوج کا مقام، ہم کہیں گے کہ سد کا مقام معلوم ہے جو شمال کی انتہا پر آبادی کے آخر میں ہے یاجوج وماجوج کا ذکر تو ان کتابوں میں بھی ہے جن پر یہود ونصاریٰ ایمان رکھتے ہیں۔

یاجوج وماجوج وسد کا ارسطا طالیس (ارسطو) نے بھی اپنی کتاب الحیوان میں ذکر کیا ہے جہاں بتوں پر کلام ہے بطلیموس نے بھی اپنی کتاب مسمی جغرافیائی میں بھی سد یاجوج وماجوج کا ذکر کیا ہے اس نے تو ان کی آبادی کا طول وعرض بھی بیان کیا ہے۔

امیر المومنین واثق نے سلام ترجمان کو مع ایک جماعت کے ایک سد کی طرف بھیجا اور وہ لوگ اس کے پاس جا کر ٹھہر گئے اس کا ذکر احمد بن طیب سرخسی وغیرہ نے کیا ہے قدامہ بن جعفر اور دوسرے علمائے جغرافیہ و تاریخ بھی اس کی تشریح کر چکے ہیں لہٰذا اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

اگر یاجوج و ماجوج و سد کا مقام پوشیدہ ہی رہتا اور کسی آبادی میں بھی اس کا ٹھکانہ معلوم نہ ہوتا تو تب بھی یہ ہماری خبر کو کچھ نقصان نہ پہنچاتا اس لئے کہ اس وقت یہ ہوتا کہ اس کا مقام خطِ استواء کے پیچھے ہوتا جہاں کے میل شمس اور اس کا رجوع و بعد ہوتا ہے جیسا کہ وہ جہت شمالیہ میں ہے جہاں کے آفاق ہمارے بعض آفاق مسکونہ کے مثل ہوں گے اور ہوا بھی اس ہوا کی طرح ہوگی جو ہماری بعض آبادیوں میں ہے جن میں نباتات اور توالد و تناسل ہوتا ہے۔"(۱)

امام الہند ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

ابوالکلام آزاد اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"اب ایک سوال اور غور طلب ہے کہ ذوالقرنین نے جو سد تعمیر کی تھی وہ درہ داریال کی سد ہے یا دربند کی دیوار؟ یا دونوں؟ قرآن میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا۔ اس نے آہنی

---

۱. الفصل فی الملل والأهواء والنحل لابن حزم الاندلسی: 96/1

تختیوں سے کام لیا اس نے درمیان کا حصہ پاٹ کے برابر کر دیا اس نے پگھلا ہوا تانبا استعمال کیا۔ تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح بھی دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں۔ یہ پتھر کی بڑی بڑی سلوں کی دیوار ہے اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصے تک چلی گئی ہے اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی سد کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔

البتہ درہ داریال کا مقام ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے۔ چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں ''آہنی دروازہ'' کا نام قدیم سے مشہور چلا آ رہا ہے اسی کا ترجمہ ترکی میں ''دامر کپو'' مشہور ہو گیا۔ بہر حال ذوالقرنین کی اصل سد یہی ہے ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد خود اس نے یا اس کے جانشینوں نے یہ دیکھ کر کہ کاکیشیا کا مشرقی ڈھلوان بھی خطرہ سے خالی نہیں دربند کی دیوار تعمیر کر دی ہو اور نوشیرواں نے اسے اور مضبوط کیا ہو یا ممکن ہے کہ فی الحقیقت نوشیرواں ہی کی تعمیر ہو۔

دربند کی دہری دیوار 1796ء تک موجود تھی جس کی تصویر ایک روسی سیاح کی بنائی ہوئی ایچ والڈ (Eichwald) نے اپنی کتاب ''کوا کیسیس'' میں نقل کی ہے لیکن 1904ء میں جب پروفیسر جیکسن نے اس کا معائنہ کیا تو گو آثار باقی تھے لیکن دیوار گر چکی تھی

البتہ اکہری دیوار اکثر حصوں میں اب تک باقی ہے۔"(۱)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

مولانا اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"تیسری قابل ذکر وہ سد جو دربند (قزوین) یا کاکیشین وال کے مغربی جانب میں ایک درہ کو بند کرتی ہے۔ یہ دربند سے مغرب کی جانب کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں آگے بڑھتے ہوئے ملتا ہے اور درہ داریال کے نام سے مشہور ہے اور قفقاز اور تفلس کے درمیان واقع ہے یہ درہ کاکیشیا کے بہت بلند حصوں سے ہو کر گزرا ہے اور قدرتی طور پر پہاڑ کی دو بلند چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے اس کو فارسی میں درہ آہنی اور ترکی میں وامپرکپو کہتے ہیں اس درہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں امام رازی کی تفسیر سے اس تشریح کے بعد یہ دو پہاڑ جن کے درمیان سد واقع ہے قفقاز میں ہے۔ ہم ابن خرداذبہ کی کتاب المسالک کا یہ حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ واثق باللہ نے جب اپنے خواب کی تعبیر کے پیش نظر سد ذوالقرنین کی تحقیق کے تحقیقاتی (ریسرچ کمیشن) مقرر کیا اور اس نے باب الابواب (دربند سے آگے چل کر جب اس کا مشاہدہ کیا تو یہ تصریح کی ہے کہ یہ دیوار تمام لوہے اور پگھلے ہوئے تانبے سے بنائی گئی ہے اصل الفاظ یہ ہیں:

"ان الواثق باللّٰہ رأی فی المنام کانہ فتح ھذا الروم فبعث بعض الخدام الیہ لیعانیوہ فخرجوا من باب

۱۔ ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد:501-502/2

الابواب حتیٰ وصلوا الیہ و شاھدوہ فوصفوا انہ بناء من لبن من حدید مشدود بالنحاس المذاب و عیلة باب مقفل."

پس جب آج کے مشاہدے سے یہ بھی ثابت ہے کی داریال کا یہ درہ دو چوٹیوں کے درمیان گھرا ہوا ہے اور تاریخی حقائق بھی اس کو تسلیم کرتے اور واضح کرتے ہیں نیز واثق باللہ کے کمیشن نے اپنا یہ مشاہدہ بیان کیا ہے کہ یہ دیوار لوہے اور پگھلے ہوئے تانبے سے تیار کی گئی ہے تو بلاشبہ یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ یہی دیوار وہ سد ذوالقرنین ہے جس کا ذکر قرآن عزیز نے سورۂ کہف میں کیا ہے کیونکہ قرآن عزیز کے بتائے ہوئے دونوں وصف صرف اسی دیوار پر منطبق ہوتے ہیں۔ اس لئے وہب ابوحیان، ابن خرداذبہ، علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا آزاد جیسے محققین کی یہی رائے ہے کہ سد ذوالقرنین قفقاز کے اس درہ کی سد کا نام ہے۔

ان تصریحات کے بعد اب ہم کو کہنے دیجئے کہ درہ داریال کی یہ سد سائرس (گورش، کیخسرو) کی تعمیر کردہ ہے اور جیسا کہ ہم یاجوج ماجوج کی بحث میں بیان کر چکے ہیں یہ ان وحشی قبائل کے لئے اس نے بنائی تھی جو کاکیشیا کے انتہائی علاقوں سے آکر اور اس درہ میں سے گزر کر قفقاز کے پہاڑوں کے اس طرف بسنے والے لوگوں پر لوٹ مار مچاتے تھے اور یہ وہی سیتھین قبائل تھے جو سائرس کے زمانہ میں حملہ آور ہو رہے تھے اور اس وقت کے یاجوج ماجوج کا مصداق یہی قبائل تھے اور انہی کی روک تھام کی ضرورت سے سائرس نے

ایک قوم کی شکایت پر یہ سد تیار کی اور ارضی نوشتوں میں اس سد کو جو قدیم نام پھاک کورائی (کور کا درہ) لکھا چلا آتا ہے اسی کورائی سے مراد غالباً گورش ہے جو سائرس ہی کا فارسی نام ہے۔

اور اس کے قریب دربند (بحر خزر) کی دیوار اس کے بعد اسی غرض سے کسی دوسرے بادشاہ نے بنوائی ہے اور نوشیرواں نے اپنے زمانہ میں اس کو دوبارہ صاف اور درست کرایا ہے جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے حوالہ سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔

تین دیواروں (سد) میں سے سکندر کی بنائی ہوئی ایک سد بھی نہیں ہے اس لئے کہ سکندر کی فتوحات کی تاریخ جو کہ سامنے ہے اس سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سکندر کو اس غرض کے لئے کسی سد کے قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو کیونکہ اس کی حکومت کے سارے دور میں یاجوج ماجوج قبائل کا کوئی حملہ تاریخ میں موجود نہیں ہے اور نہ دربند حصار تک پہنچنے پر کسی قوم کا اس قسم کے وحشی قبائل سے دوچار ہونا اور سکندر سے اس کی شکایت کرنا تاریخی حقائق میں نظر نہیں آتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ آخر دربند (بحر قزوین یا بحر خزر) کی دیوار کے متعلق سد سکندری کیوں مشہور ہوا؟۔ سو اس مسئلہ کے تمام حقائق کو پیش نظر رکھنے کے بعد بآسانی اس کا یہ حل سمجھ میں آتا ہے کہ چونکہ اس مسئلہ کا تعلق یہود کی مذہبی روایات سے بہت زیادہ وابستہ ہے اور اسی لئے یہود کے سوال پر قرآن عزیز نے بھی اس کا ذکر کیا ہے تو اس بدعت اور غلط انتساب کی ابتداء بھی وہیں سے ہوئی اور سب سے پہلے جو زیفس نے اس کے متعلق یہ بلا

دلیل بیان کیا کہ یہ سد "سد سکندری" ہے اور وہیں سے یہ روایت چل گئی اور مؤرخین اسلام میں سے محمد بن اسحاق نے بھی چونکہ سکندر یونانی کو ذوالقرنین بتایا اس لئے مسلمانوں نے بھی اس سد کو سد سکندری کہنا شروع کر دیا اور آخر کار اس انتساب نے شہرت حاصل کر لی۔

مذکورہ بالا سد کے متعلق اگر چہ اکثر عرب مؤرخین یہی کہتے رہے ہیں کہ وہ نوشیرواں کی بنائی ہوئی ہے، مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ اس کے بانی کا صحیح علم حاصل نہیں ہو سکا۔ البتہ تاریخی قیاسات سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید اس کی مرمت اور درستی نوشیرواں نے اپنے زمانہ میں کرائی ہو اور اسی وجہ سے وہ نوشیرواں کی جانب منسوب کر دی گئی ہو۔ بہر حال یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس سد کو سد سکندری کہنا ایک افواہی انتساب سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا نیز سکندر مقدونی جو انگریزی تاریخوں میں "گریٹ الیگزینڈر" کہا جاتا ہے کسی طرح ذوالقرنین نہیں ہو سکتا اور نہ "سد ذوالقرنین" سے اس کا کوئی تعلق ہے۔"(۱)

مفکرِ اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے حالانکہ دراصل یہ

---

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی 2/132-131

دیوار قفقاز (Caucasus) کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال (Darial) کے درمیان بنائی گئی تھی۔ قفقاز اس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرہ اسود (Black Sea) اور بحیرہ خزر (Caspian Sea) کے درمیان واقع ہے اس ملک میں بحیرہ اسود سے داریال تک تو نہایت بلند پہاڑ ہیں اور ان کے درمیان اتنے تنگ درے ہیں کہ ان سے کوئی بڑی حملہ آور فوج نہیں گزر سکتی۔ البتہ دربند اور داریال کے درمیان جو علاقہ ہے اس میں پہاڑ بھی زیادہ بلند نہیں ہیں اور ان میں کوہستانی راستے بھی خاصے وسیع ہیں۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اسی طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرماں رواؤں کو اسی طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لئے ایک نہایت مضبوط دیوار بنائی گئی تھی جو 50 میل لمبی 290 فٹ بلند اور دس فٹ چوڑی تھی۔ ابھی تک تاریخی طور پر یہ تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ یہ دیوار ابتداء کب کس نے بنائی تھی؟ مگر مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ نویس اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اپنی تاریخوں میں یہ واقعہ لکھا ہے اور یاقوت نے بھی معجم البلدان میں اس کا حوالہ دیا ہے کہ:

''حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح کے بعد 22 ہجری میں سراقہ بن عمرو کو باب الابواب (دربند) کی مہم پر روانہ کیا

اور سراقہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا۔ عبدالرحمٰن جب آرمینیہ کے علاقے میں داخل ہوئے تو وہاں کے فرماں روا شہر براز نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی اس کے بعد انہوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا اس موقع پر شہر براز نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے ایک آدمی کو سد ذوالقرنین کا مشاہدہ اور اس علاقے کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر سکتا ہے چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن کے سامنے اس شخص کو پیش کیا۔''

(طبری، جلد 3 ص:235 تا 239، البدایۃ والنہایۃ جلد 7 ص: 122 تا 125 ذکر باب الابواب)

''اس واقعہ کے دو برس بعد عباسی خلیفہ واثق (227-233ھ) نے سد ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کے لئے سلام الترجمان کی قیادت میں 50 آدمیوں کی ایک مہم روانہ کی جس کے حالات یاقوت نے معجم البلدان میں اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں خاص تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ وفد سامرہ (سُرَّ مَنْ رَأیٰ) سے تفلیس، وہاں سے السرید، وہاں سے اللّان ہوتا ہوا فیلان شاہ کے علاقے میں پہنچا، پھر خزر کے ملک میں داخل ہوا اور اس کے بعد دربند پہنچ کر اس نے سد کا مشاہدہ کیا۔''

(البدایۃ والنہایۃ 2/111، 7/125-122 معجم البلدان باب الابواب)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں بھی مسلمان عام طور پر قفقاز کی اس دیوار ہی کو سد ذوالقرنین سمجھتے تھے۔

یاقوت نے معجم البلدان میں متعدد دوسرے مقامات پر بھی اسی امر کی

تصریح کی ہے خزر کے زیر عنوان وہ لکھتا ہے کہ:

"هي بلاد الترك خلف باب الابواب المعروف بالدربند قريب من سد ذى القرنين"

''یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب الابواب کے پیچھے واقع ہے جسے دربند بھی کہتے ہیں۔''

اسی سلسلہ میں وہ خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر احمد بن فضلان کی ایک رپورٹ نقل کرتا ہے، جس میں مملکت خزر کی تفصیلی کیفیت بیان کی گئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ خزر ایک مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام اتل ہے دریائے اتل اس شہر کے درمیان سے گزرتا ہے اور یہ دریا روس اور بلغار سے آکر بحر خزر میں گرتا ہے۔

باب الابواب کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ اس کو الباب اور دربند بھی کہتے ہیں یہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے بلاد کفر سے بلاد مسلمین کی طرف آنے والوں کے لئے یہ راستہ انتہائی دشوار گزار ہے ایک زمانہ میں یہ نوشیرواں کی مملکت میں شامل تھا اور شاہان ایران اس سرحد کی حفاظت کو غایت درجہ اہمیت دیتے تھے۔''(۱)

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

موصوف اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

''قفقاز کے درہ داریال میں ایک آہنی دیوار موجود ہے سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے روایات میں ہے کہ

۱۔ تفہیم القرآن از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی: ضمیمہ نمبر 2، 771-772/3

عباسی خلیفہ واثق نے اس دیوار کی تحقیقات پر پچاس افراد کی ایک ٹیم مقرر کی جس نے اس کے موقع محل کا سراغ لگایا اس دیوار کو لوگ دارا یا نوشیرواں کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن زیادہ شواہد اس بات کے حق میں ہیں کہ یہ کیخسرو نے تعمیر کرائی ہوگی۔ مثلاً یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ کیخسرو کی سلطنت کی شمالی حد کوہ قفقاز تک تھی اتنا وسیع علاقہ زیر نگیں کر لینا صرف اس صورت میں ممکن ہے جب اس نے علاقہ کو فتح کرنے کے لئے کوئی اقدام کیا ہو کورش نام کا ایک شہر اور ایک دریا کوہ قفقاز کے علاقے میں اب تک موجود ہے۔ آہنی دیوار کو گورا کا نام دیا جاتا ہے جو کورش ہی کی بگڑی ہوئی شکل معلوم ہوتی ہے یہ دیوار دھات سے دو پہاڑوں کے درمیان بنی ہوئی ہے اور اس کے نچلے حصے میں برسات کے پانی کے نکلنے کے لئے کچھ جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔"(۱)

شارح ترمذی علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

شاہ صاحب اس سلسلہ تحقیق میں اپنا اظہار خیال ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"قرآن عزیز نے ذوالقرنین کے تیسرے سفر کی جہت کا ذکر نہیں کیا اور قرینہ یہ بتاتا ہے کہ وہ شمال کی جانب تھا اور اسی جانب اسی کی سد ہے جو قفقاز کے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور جس غرض کے لئے ذوالقرنین نے سد بنائی تھی اسی غرض کے لئے اور بادشاہوں

---

۱ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحی 621/4

نے بھی سد تعمیر کی تھی مثلاً چینیوں نے دیوار چین بنائی جس کو منگولین انکودہ اور ترک بورقورمہ کہتے ہیں صاحب ناسخ التواریخ نے اس کا مفصل ذکر کیا ہے اور اسی طرح بعض عجمی بادشاہوں نے دربند (باب الابواب) کی سد کی تعمیر کی اور اسی طرح اور سد بھی ہیں جو شمال ہی کی جانب ہیں۔''(۱)

ابومحمد عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

موصوف یوں رقمطراز ہیں:

''یہ بات نقشہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جبل الطی منگولیا اور منچوریا میں حائل ہے اور اس کا انہیں حدود میں ایک موڑ بھی معلوم ہوتا ہے اور اس پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جس کو ذوالقرنین نے بند کر دیا جواب تک موجود ہے اور ٹھیک یہی وہ سد ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے پھر اسی کتاب کا مصنف صفحہ 376 میں شہر سمرقند کی بابت لکھتا ہے: کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تبع نے شہر سمرقند کو آباد کیا اور اس کی بعض عمارات کو ذوالقرنین نے تعمیر کیا میں نے اس کے بڑے دروازے پر لوہے کی تختی دیکھی کہ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ حمیریہ زبان میں خط ہے (جو شاہان حمیریہ والیان یمن کا خط تھا) اور یہ بات وہ اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آرہے ہیں اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ذوالقرنین حمیری

---

۱. ملخص عقیدۃ الاسلام فی حیٰوۃ عیسیٰ علیہ السلام ص: 198 بحوالہ قصص القرآن حصہ سوم 128-127

بادشاہ تھا اور اس نے اس نواح میں عملداری بھی کی ہے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جبل الطی کا درہ بھی بند کیا تھا کہ جس کو سدِ ذوالقرنین کہتے ہیں اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ شاہان یمن مصر پر بھی عملداری کر چکے ہیں جو گلہ بانوں کی عملداری کے نام سے مشہور ہے اور ان کے آثار قدیمہ جیسا کہ قصر عمدان وغیرہ یمن میں یادگار تھے اور اب بھی ہیں جو ان کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ مشرق وشمال میں بھی ان کی فتوحات ہوئی ہوں۔''(۱)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

پیر کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ تحقیق میں یوں رقمطراز ہیں:

''آخر میں ہمیں یہ تحقیق کرنا ہے کہ سائرس نے جو سد تعمیر کی تھی اس کا محل وقوع کہاں ہے۔ بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر دربند آباد ہے یہ ٹھیک اس مقام پر واقع ہے جہاں کا کیشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا ہے اور بحر خزر سے مل جاتا ہے یہاں ایک دیوار ہے جس کا طول پچاس میل اور اونچائی انتیس فٹ اور موٹائی دس فٹ (انسائیکلو پیڈیا) اس مقام سے مغرب کی طرف درہ داریال جو دو بلند پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار ہے اور اسے آہنی دروازے کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد

۱ تفسیر فتح المنان المعروف تفسیر حقانی از ابو محمد عبدالحق الحقانی الدھلوی: 5/155-154

کے خیال کے مطابق آخری دیوار وہ ہے جو قرآن میں مذکور ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم!"(۱)

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

موصوف یوں رقمطراز ہیں:

"رہی یہ بات کہ سد ذوالقرنین کہاں واقع ہے؟ تو اس میں بھی اختلافات ہیں کیونکہ آج تک ایسی پانچ دیواریں معلوم ہو چکی ہیں جو مختلف بادشاہوں نے مختلف علاقوں میں مختلف ادوار میں جنگجو قوموں کے حملہ سے بچاؤ کی خاطر بنوائی تھیں ان میں سے زیادہ مشہور دیوار چین ہے یہ دیوار سب سے زیادہ لمبی ہے اور اس کی لمبائی کا اندازہ بارہ سو میل سے لے کر پندرہ سو میل تک کیا گیا ہے یہ دیوار عجائب روزگار میں شمار ہوتی ہے اور اب تک موجود ہے اور چی وانگٹی فغفور چین نے اندازاً 235 ق م میں تعمیر کروایا تھا اور سد ذوالقرنین وہ دیوار ہے جو جبل الطئی کے کسی درہ کو بند کیے ہوئے ہے جس کا ابن خلدون نے بھی ذکر کیا ہے اور اکثر مؤرخین اسلام اس کو سد یاجوج ماجوج بھی کہتے ہیں جبل الطئی منچوریا اور منگولیا میں حائل ہے اور اسی پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جہاں یاجوج ماجوج کی قومیں حملہ آور ہوتی تھیں۔ اس درے کو ذوالقرنین حمیری بادشاہ نے بند کروایا تھا اور یہ دیوار اب تک موجود ہے۔"(۲)

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ ازہری: 3/50-49

۲۔ تیسیر القرآن از عبدالرحمٰن کیلانی: 2/656

دیوار قفقاز کے بارے میں جن چند جید علمائے دین کی آراء کو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ان کے دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ دیوار قفقاز دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے جو کہ سد ذوالقرنین کی خاص علامت ہے جو قرآن حکیم نے بیان کی ہے۔

2۔ جس مقام پر یہ دیوار واقع ہے وہ بھی قرآن کی بیان کردہ علامت کے مطابق ہے کہ یہاں سورج غروب ہوتا نظر آتا ہے۔

3۔ یہ دیوار لوہے اور تانبے کی بنی ہوئی ہے جیسا کہ واثق باللہ بادشاہ کے خواب کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

4۔ اکثر مؤرخین کے بیانات کے مطابق اس دیوار کا بانی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہیں۔

جن دس علمائے کرام کی آراء کو ہم نے گزشتہ اوراق میں ذکر کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ دیوار قفقاز ہی سد ذوالقرنین ہے۔ یہ مذہبی سکالرز علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ہر سکالر کی اپنے دور میں دین اسلام کے لئے بے شمار خدمات ہیں لیکن ان علماء کی سد ذوالقرنین کے متعلق اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں ہے جس کا اظہار ہم آئندہ اوراق میں بڑے علمی انداز میں کریں گے۔ لیکن یہاں ہم اپنی بحث کو آگے بڑھانے سے قبل ایک شبہے کا ازالہ کر دینا بہت ضروری سمجھتے ہیں کہ جب آئندہ اوراق میں ہم ان علمائے کرام کی تحقیق سے اختلاف کریں گے تو قارئین ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم معاذ اللہ ان علمائے کرام کی شخصیات پر تنقید کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ راقم السطور ان تمام مذہبی سکالرز کے علمی مقام سے خوب اچھی طرح واقف ہے اور یہاں ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم قارئین کے نظروں میں ان علماء کرام کے مقام کو کم کریں یا ان شخصیات پر کسی قسم کا کیچڑ اچھالیں بلکہ ہم ان کے مقام ومرتبے کا واضح الفاظ میں اعتراف کر رہے ہیں کیونکہ ایسے

اہل قلم اور دیگر حضرات کے اس رویے سے ہمیں سخت اختلاف ہے کہ جو کسی عالم کی ایک غلطی کو سامنے رکھ کر اس عالم کی شخصیت پر اس قدر تنقید کرتے ہیں کہ وہ اس کے علمی مقام سے بالکل انکار کر بیٹھتے ہیں اور یہ وہ رویہ ہے جو محدثین عظام کے انداز سے بالکل مختلف ہے۔ محدثین عظام کے دور میں اگر کسی عالم سے غلطی ہوتی تو ایک دوسرا عالم یہ انداز اختیار کرتا کہ مجھے فلاں عالم کے فلاں نکتہ نظر سے اختلاف ہے اور ان کو اس تحقیق میں فلاں مقام پر غلطی لگی ہے۔

بہر حال ہم اس شبہے کے ازالے سے قبل یہ عرض کر رہے تھے کہ ہمیں ان علمائے کرام کی سد ذوالقرنین کے متعلق اس تحقیق سے اختلاف ہے کہ ان کا خیال ہے کہ سد ذوالقرنین دیوار قفقاز ہے۔

کسی بھی دیوار کو جب سد ذوالقرنین کا مصداق قرار دیا جائے گا تو اس سے لازم ہے کہ اس دیوار میں سد ذوالقرنین کی تمام صفات موجود ہوں چند ایک صفات میں مشابہت ہو جانے سے کسی بھی دیوار کو سد ذوالقرنین کا مصداق قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مذکورہ فریق کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

دیوار قفقاز کو سد ذوالقرنین کا مصداق کہنے والوں کے چار درج ذیل دلائل ہیں:

1۔ دیوار قفقاز دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔
2۔ وہ سورج کے غروب ہونے کے مقام پر واقع ہے۔
3۔ یہ دیوار لوہے اور تانبے سے بنائی گئی ہے۔
4۔ کہا جاتا ہے کہ اس دیوار کے بانی حضرت ذوالقرنین ہیں۔

دوسری طرف کسی بھی دیوار کو سد ذوالقرنین کا مصداق قرار دینے سے پہلے اس کے متعلق درج ذیل صفات کو ثابت کرنا لازم ہے۔

1۔ وہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہو۔
2۔ اس کی مکمل تعمیر لوہے اور تانبے سے کی گئی ہو، سیمنٹ، اینٹ اور پتھر کا استعمال ہرگز نہ کیا گیا ہو۔
3۔ وہ دیوار آج تک صحیح سلامت موجود ہو کیونکہ اسے قربِ قیامت تک باقی رہنا ہے۔
4۔ اس دیوار کی پچھلی جانب یاجوج ماجوج کے علاوہ اور کوئی قوم آباد نہیں ہونی چاہیے۔
5۔ دیوار کی پچھلی جانب لوگوں کی آمد و رفت کا بالکل کوئی راستہ ممکن نہ ہو۔
6۔ یاجوج ماجوج یوم اوّل سے آج تک اس دیوار میں سرنگ لگانے میں مصروف عمل ہوں۔
7۔ مضبوط ذرائع سے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس دیوار کے بانی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہی ہیں۔

اب ہمارے لئے مذکورہ فریق کے دلائل کا تحقیقی جائزہ لینا بالکل آسان ہے کیونکہ اوپر مذکور فریق کے دلائل اور سد ذوالقرنین کی صفات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں تحقیق کرنے میں کافی آسانی ہو چکی ہے۔

فریق مذکور کے دلائل میں سے پہلی دو دلیلوں سے ہمیں بھی مکمل اتفاق ہے کہ واقع ہی دیوار قفقاز میں یہ دو صفات سد ذوالقرنین کے مشابہ ہیں۔

فریق مذکور کی تیسری دلیل یہ ہے کہ دیوار قفقاز کی مکمل تعمیر بھی لوہے اور تانبے سے کی گئی ہے جس پر ان کی دلیل واثق باللہ بادشاہ کا واقعہ ہے جو ان کے دلائل میں مذکور ہے۔

اس دلیل کے متعلق ہمیں یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ آیا یہ واثق باللہ بادشاہ کا واقعہ

اپنی سند کے لحاظ سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ تو جب ہم کتب تواریخ میں اس واقعہ کی سندا حیثیت پر غور کرتے ہیں تو واضح انداز میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام مؤرخین نے اس واقعہ کو بلا سند نقل کیا ہے اور بلاسند باتوں پر اعتماد کر کے دینِ اسلام میں فیصلے نہیں کیے جاتے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو بغیر سند کے ان ابتدائی الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

''وقد ذكر أن الخليفة الواثق بالله بعث..... .... ''(۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کو نقل کرنے کے الفاظ ہی اس واقعہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہیں کیونکہ لفظ ''ذُکِرَ'' مجہول کا صیغہ ہے جو کہ بذات خود اس واقعہ کے ضعیف ہونے کی صراحت کر رہا ہے۔

اسی طرح مؤرخ شہیر علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ آراء کتاب ''معجم البلدان'' میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد خود ہی اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ موصوف یوں رقمطراز ہیں:

''وقد كتبت من خبر السد ما وجدته في الكتب و لست أقطع بصحة ما أوردته لاختلاف الروايات فيه والله أعلم بصحته و على كل حال فليس في صحة أمر السد ريب و قد جاء ذكره في الكتاب العزيز.''

''سدذوالقرنین کے بارے میں جو کچھ میں نے کتب میں پایا میں نے وہ تحریر کر دیا ہے جبکہ میں اس واقعہ (واثق باللہ بادشاہ والا واقعہ) پر قطعی صحت کا حکم نہیں لگاتا کیونکہ اس کے متعلق روایات میں

---

۱. البداية والنهاية لابن كثير :132/2

اختلاف ہے اور اس کی صحت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن بہر حال سدذوالقرنین والے واقعہ کی صحت میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسکا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔"(۱)

اس طرح عظیم مفسر قرآن علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ واقعہ کی سنداً حیثیت واضح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"و أما ماذكره بعضهم من أن الواثق بالله العباسي أرسل سلاما الترجمان للكشف عن هذا السد فذهب جهة الشمال في قصه تطول حتى رآه ثم عاد، و ذكر له من أمره ماذكره فثقات المؤرخين على تضعيفه و عندي أنه كذب لما فيه مماتأبى عند الآية كمالا يخفى على الواقف عليه تفصيلا."

''اور جو بعض حضرات نے واثق باللہ عباسی کے متعلق ایک طویل قصہ بیان کیا ہے کہ اس نے سلام الترجمان کو اس دیوار کی تلاش میں روانہ کیا اور وہ شمال کی طرف گیا حتیٰ کہ اس نے وہ دیوار دیکھی اور واپس آکر خلیفہ کو رپورٹ دی تو ثقہ مؤرخین اس واقعہ کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور میرے خیال کے مطابق تو یہ محض کذب وافتراء ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت اس بات سے انکار کرتی ہے جیسا کہ تفصیلات سے واقف کسی شخص پر بھی یہ حقیقت مخفی نہیں۔''(۲)

۱۔ معجم البلدان للیاقوت حموی: 200/3

۲ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی بغدادی: 363/8

واثق باللہ عباسی خلیفہ کے واقعہ کی اصل حقیقت اب ہمارے سامنے بالکل واضح ہو چکی ہے کہ یہ واقعہ بالکل بے سند ہے اوران جید علمائے کرام کی وضاحت کے مطابق یہ قصہ محض ایک افتراء ہے کہ جو کسی کذاب راوی نے گھڑ لیا ہے یوں فریق مذکور کے دلائل میں تیسری دلیل انتہائی کمزور ہے جس پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

فریق مذکور کی چوتھی دلیل کہ سد قفقاز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے بانی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہیں یہ محض ایک تخمینہ آرائی ہے۔ یا پھر ذہنی مفروضے کے علاوہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے حالانکہ حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ اس دیوار کے بانی کے بارے میں مؤرخین میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ اس کے بانیوں میں نوشیرواں حمیری اور اسفندیار کا نام بھی بتایا جاتا ہے۔نوشیرواں حمیری کا نام تو اکثر مؤرخین نے رقم کیا ہے جس کی تاویل فریق مذکور نے یہ کی ہے کہ سد قفقاز کے اصل بانی تو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہی ہیں۔ رہا نوشیرواں تو اس نے سد قفقاز کے ایک مرتبہ گرنے کے بعد تعمیر نو کی تھی جس پر بعض مؤرخین نے یہ خیال کر لیا ہے کہ نوشیرواں ہی اس دیوار کا بانی ہے۔

اگر بالفرض ہم یہاں ان حضرات کی اس تاویل کو حق بجانب تسلیم کر لیں تو ایک دوسرا اعتراض اس دیوار پر لازم آتا ہے کہ سد ذوالقرنین کی صفات میں سے تو ایک بنیادی صفت یہ ہے کہ اسے قیامت کے قریب تک بالکل صحیح وسلامت رہنا ہے مگر فریق مذکور کے اپنے بیان کے مطابق سد قفقاز ایک مرتبہ گر چکی ہے کیونکہ اگر سد ذوالقرنین کا ایک دفعہ گرنا مان لیا جائے تو یاجوج ماجوج کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا لازم آتا ہے کہ ان کا خروج ہو چکا ہے حالانکہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بارے میں کتب احادیث میں بالصراحت یہ بات موجود ہے کہ ان کا خروج عین قرب قیامت ہوگا اور ان کی ہلاکت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ہوگی۔ بلکہ صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں یہاں تک صراحت موجود ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج دجال کے قتل کے بعد ہوگا۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذ أوحى اللّٰه إلى عيسىٰ انى قد أخرجت عبادا لى لا يدان لاحد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور و يبعث اللّٰه ياجوج ماجوج و هم من كل حدب ينسلون فيمر اوائلهم على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها و يمر آخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرّة ماء (ثم يسيرون حتّٰى ينتهوا الى جبل الخمر و هو جبل بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من فى الارض هلم فلنقتل من فى السماء فيرمون بنشابهم الى السماء فيرد اللّٰه عليهم نشابهم مخضوبة دما) و يحصر نبى اللّٰه عليه السلام و أصحابه حتّٰى يكون رأس الثور لأحدهم خيرا من مائة دينار لأحدكم اليوم فيرغب نبى اللّٰه عيسىٰ و اصحابه فيرسل اللّٰه عليهم النغف فى رقابهم فيصبحون فرسىٰ كموت نفس واحدة ثم يهبط نبى اللّٰه عيسىٰ و أصحابه الى الارض فلا يجدون فى الأرض موضع شبر الا ملأه زهمهم و نتنهم فيرغب نبى اللّٰه عيسىٰ و أصحابه الى اللّٰه فيرسل طيرا كأعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث ماشاء اللّٰه ثم يرسل اللّٰه مطرا لايكن منه بيت مدر ولا و بر فيغسل الارض حتّٰى يتركها كالزلفة."

''دجال کو قتل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجے گا میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں لہٰذا آپ میرے مسلمان بندوں کو کوہ طور کی پناہ میں لے جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نکالے گا تو وہ ہر اونچائی سے نکل بھاگیں گے ان کا پہلا حصہ جب بحیرہ طبریہ سے گزرے گا اس کا سارا پانی پی جائے گا جب ان کا آخری حصہ بحیرہ طبریہ پر پہنچے گا تو کہے گا کبھی اس سمندر میں پانی تھا یا نہیں؟ پھر آگے چلیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے یعنی بیت المقدس اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آؤ اب ہم آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں چنانچہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود واپس پلٹائے گا (اور وہ سمجھ لیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا ہے) اس دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھی کوہِ طور میں محصور ہوں گے (اور ان کا سامان خورد و نوش ختم ہو جائے گا) حتیٰ کہ ایک بیل کا سر سو دینار سے بہتر ہو گا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے (اس مصیبت سے نجات کے لئے) دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج پر ایک عذاب بھیجے گا ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرما دے گا جس سے وہ سارے کے سارے اس طرح یک دم مر جائیں گے جس طرح ایک آدمی مرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہِ طور سے واپس تشریف لے آئیں گے لیکن زمین پر ایک بالشت بھر جگہ یاجوج ماجوج کی لاشوں سے خالی نہیں پائیں گے جن سے بدبو اور سرانڈ

اُٹھ رہی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمائیں گے (یعنی دُعا کریں گے) اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بڑے اونٹوں کے برابر ہوں گی وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں لے جا کر پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا جو ہر گھر اور خیمہ تک پہنچے گی اور زمین کو دھو ڈالے گی یہاں تک کہ اسے کسی باغ کی مانند (بدبو سے) پاک اور صاف کر دے گا۔"(1)

ایک دوسری حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"و عند اللّٰه لك يخرج ياجوج و ماجوج و هم من كل حدب ينسلون فيطؤن بلادهم لا ياتون على شئ الا أهلكوه ولا يصرون على ماء الاشربوه ثم يرجع الناس الى فيشكوهم فأدعو اللّٰه عليهم فيهلكهم اللّٰه و يميتهم."

---

۱. صحيح مسلم: 2250/4، رقم: 110,2937، سنن الترمذى: 80,83/4، رقم: 2240، سنن ابن ماجة: 1356/2، رقم: 4075، مسند احمد بن حنبل: 172,174/29، رقم: 17629، مشكوٰة المصابيح للخطيب التبريزى: 188/3، رقم: 5475، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 537/4، رقم: 8508، كتاب الايمان لابن مندة: 932/2، رقم: 1027، جامع الاصول فى احاديث الرسول لابن الاثير: 341/10، رقم: 7840، شرح السنة للبغوى: 54,56/15، رقم: 4261، مسند الشامين للطبرانى: 354/1، رقم: 614

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر اس کے بعد یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے وہ ان (لوگوں) کے شہروں کو روند ڈالیں گے۔ ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ جس پانی سے گزریں گے اسے پی جائیں گے۔ پھر لوگ میرے پاس (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) شکایت لے کر آئیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یاجوج ماجوج کے لئے بددعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کر ڈالے گا۔''(۱)

ان مذکورہ احادیث میں بالصراحت یہ بات موجود ہے کہ یاجوج ماجوج کا فتنہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوا اور ان کی ہلاکت کا سبب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا بنے گی۔

بدیں وجہ دیوار قفقاز کو سد ذوالقرنین کا مصداق قرار دینے والے حضرات کا رد کرتے ہوئے علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

''و کان من یزعم ذلك یزعم أن سد ذی القرنین هو السد المشهور فی باب الأبواب وهو مع استلزامه أن

۱۔ سنن ابن ماجة: 1365/2، رقم: 4081، مسند احمد بن حنبل: 19,20/6، رقم: 3556، المسند للشاشی: 272/2، رقم: 846، المصنف لابن شیبة: 498/7، المستدرك علی الصحیحین للحاکم: 534/4، رقم: 8502، مسند ابی یعلی: 196/9، رقم: 5294، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے اور اسی طرح شیخ حسین سلیم اسد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کی سند کو مسند ابی یعلی کی تحقیق میں حسن قرار دیا ہے البتہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابن ماجہ کی تحقیق میں اور شیخ شعیب آرنؤوط نے مسند احمد بن حنبل کی تحقیق میں ضعیف قرار دیا ہے۔

یکون یأجوج و مأجوج الخزر و الترك خلاف ما علیه المؤرخون فان بانی ذلك السد عندهم کسریٰ أنوشیروان و قیل أسفندیار و هو أیضالم یبق الی الآن بل خرب من قبل هذا بکثیر، و زعم أن السد و یأجوج و مأجوج هناك و أن الکل قد تلطف بحیث لایری کما یراه عصرینا رئیس الطائفة المسماة بالکشفیة السید کاظم الرشتی ضرب من الهذیان واحدی علامات الخذلان."

''جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ سدِ ذوالقرنین وہی سد ہے جو باب الابواب کے نام سے مشہور ہے اور جس سے یہ لازم آتا ہے کہ خزر اور ترک یاجوج ماجوج ہیں تو مؤرخین اس کے خلاف ہیں کیونکہ اس دیوار کا بانی مؤرخین کے نزدیک کسریٰ نوشیرواں یا اسفندیار ہے (یعنی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اس دیوار کے بانی نہیں ہیں) علاوہ ازیں آج یہ دیوار موجود نہیں ہے بلکہ عرصہ دراز سے ٹوٹ پھوٹ چکی ہے اور جس نے یہ خیال کیا ہے کہ یہاں دیوار ذوالقرنین پائی جاتی ہے اور یہیں یاجوج ماجوج بھی رہتے ہیں تو یہ سب سینہ زوری، ہٹ دھرمی اور ہذیان گوئی ہے اور ایسے شخص کی وہ رائے نہیں جو ہمارے زمانے کے کشفیہ فرقہ کے بانی سید کاظم کی اس مسئلہ میں ہے۔''(۱)

---

۱. روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی بغدادی:359/8

اب کثیر دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں یہ حقیقت ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے کہ دیوارِ قفقاز کے متعلق سدِ ذوالقرنین کا نظریہ اپنے اندر بے شمار قباحتیں رکھتا ہے اور یہ نظریہ بے شمار احادیث کے متضاد آتا ہے۔

خلاصہ بحث کے طور پر سدِ قفقاز پر ہمارے درج ذیل اعتراضات ہیں:

1۔ سدِ ذوالقرنین کو قربِ قیامت تک صحیح و سلامت رہنا ہے لیکن سدِ قفقاز کافی عرصے سے مسمار ہو چکی ہے۔

2۔ سدِ ذوالقرنین کی مکمل تعمیر لوہے اور تانبے کی ہے لیکن سدِ قفقاز کے متعلق ہمارے پاس ایسا کوئی مضبوط ثبوت نہیں جس کی بنا پر سدِ قفقاز کو لوہے اور تانبے سے تعمیر کردہ دیوار قرار دیا جائے۔

حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ دیوار بھی دوسری دیواروں کی طرح اینٹوں اور دیگر اس کی مثل میٹریل سے تعمیر کی گئی ہے اس لئے وہ کافی عرصے سے گر چکی ہے۔

3۔ سدِ ذوالقرنین کی پچھلی جانب یاجوج ماجوج قید ہیں لیکن سدِ قفقاز کی پچھلی قوم یاجوج ماجوج کی صفات والی کوئی قوم آباد نہیں ہے۔

4۔ سدِ ذوالقرنین کو یاجوج ماجوج قربِ قیامت تک روزانہ مسلسل سرنگ لگانے کی ناکام کوشش کرتے رہیں گے لیکن سدِ قفقاز کافی عرصے سے ویسے ہی مسمار ہو چکی ہے۔

5۔ قرآن حکیم کی واضح دلیل سے یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ سدِ ذوالقرنین کے بانی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہے لیکن سدِ قفقاز کے بانیوں میں مختلف لوگوں کے نام آتے ہیں کسی مضبوط سے ذرائع سے ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ اس دیوار کے بانی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہیں۔

جاوید احمد غامدی کی رائے اور اس کا تحقیقی جائزہ

جاوید احمد غامدی کا سد ذوالقرنین کے بارے میں تمام مذہبی سکالرز سے ایک منفرد نظریہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جرمنی کے مشہور شہر برلن کے درمیان جو دیوار بنائی گئی ہے وہی سد ذوالقرنین ہے اس سلسلے میں موصوف اپنی تحقیق ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں:

''مذہب اشتراک کے علمبردار وہ پریشان روزگار آشفتہ، مغز آشفتہ ہو وہ کم وبیش پون صدی تک اس دنیا میں فطرت کے خلاف برسر جنگ رہے ان کے لئے یوم فصل تو یوم قیامت ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا ہونا مقدر تھا۔ دیوار برلن ٹوٹ گئی مادیت کا یہ مولود فساد اپنی مادر مہرباں کے وجود میں تحلیل ہوا۔ ماں اور بیٹے کا الگ تشخص ہمیشہ کے لئے ختم ہوا۔ یاجوج ماجوج آپس میں گلے ملے اب امریکہ روس میں ہے اور روس امریکہ میں۔

من تو شدم تو من شدی، من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ان کا وطن ہمالہ کے آس پاس رُوس اور سواد روس کا علاقہ ہوا'' اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد یاجوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش (روس) مسک (ماسکو) اور توبل (توبالک) کا فرمانروا ہے متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوت کرے''

(حزقی ایل 38:1)

''اور کہہ خداوند یوں فرماتا ہے دیکھ اے جوج! روش، مسک اور توبل

کے فرمانروا میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے پھرا دوں گا اور تجھے
لئے پھروں گا اور شمال کے دور اطراف سے چڑھا لاؤں گا۔"

(حزقی ایل 1,2:39)

اپنے اس علاقے سے قدیم زمانوں میں یہی لوگ یورپ میں جا کر
آباد ہوئے اور وہاں سے پھر صدیوں کے بعد تاریخ کی روشنی میں
امریکہ اور آسٹریلیا پہنچے اور اب دنیا کے سارے پھاٹک انہیں کے
قبضے میں ہیں۔ روس میں اشراکیت کا خاتمہ ہوا اور یاجوج ماجوج میں
صلح ہوئی۔ اب وہ منتظر تھے کہ ملت ابراہیمی کے خزانوں میں سیال
سونا ان کی حکومت میں رہے۔ تب ابراہیم کے فرزند ارض عراق سے
اٹھے اور اپنے بھائیوں پر چڑھ دوڑے۔ فوقعت الواقعۃ یاجوج
ماجوج کی فوجیں اس وقت جزیرہ نمائے عرب کے صحراؤں میں اتر
رہی ہیں۔"(۱)

موصوف کی پوری تحقیق کی تلخیص کی جائے تو درج ذیل باتیں ہمارے سامنے
واضح ہوتی ہیں:

۱۔ دیوار برلن ہی سد ذوالقرنین ہے۔
۲۔ دیوار برلن کئی سالوں سے مسمار ہو چکی ہے۔
۳۔ روس اور امریکہ کے باشندے یاجوج ماجوج کا مصداق ہیں۔
۴۔ یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے۔
۵۔ موصوف کے تمام خیالات کی بنیاد قرآن اور بائبل ہے۔ احادیث مبارکہ سے کلی طور پر پہلو تہی کی گئی ہے۔

---

۱. ماهنامه "اشراق" اکتوبر 1990ء شذرات صفحه 7-4

ہمیں اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ جس طرح گزشتہ اوراق میں پانچ دیواروں کے بارے میں ہم تفصیلی تحقیق کی روشنی میں یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ ان پانچوں دیواروں میں سے کوئی دیوار بھی سد ذوالقرنین کی مصداق نہیں ہے۔اسی طرح جاوید احمد غامدی کی تحقیق میں جس دیوار کو سد ذوالقرنین کا مصداق قرار دیا گیا ہے اس دیوار پر بھی سد ذوالقرنین کی صفات کا انطباق نہیں ہوتا۔

دیوارِ برلن کا تعارف

دوسری جنگِ عظیم میں جب جرمنی کو شکست ہوئی تو فاتح قوموں نے اس ملک پر کنٹرول قائم کرنے کی خاطر اس کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔شمالی علاقہ میں برطانیہ، وسطی علاقہ میں امریکہ، جنوبی علاقہ میں فرانس اور مشرقی علاقہ میں روس نے قبضہ جمالیا۔ برلن شہر کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو کسی بھی علاقہ میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ اس کو چار سیکٹروں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر سیکٹر کی حد بندی کر دی گئی۔ ہر سیکٹر کے ختم اور شروع ہونے پر سڑکوں پر بورڈ آویزاں کر دیئے گئے جن پر چاروں زبانوں میں تحریر رقم کی گئی تھی۔ 1948ء میں تینوں مغربی طاقتوں اور روس کے درمیان اختلافات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ 1949ء میں تینوں مغربی حصوں پر ملک مغربی جرمنی اور روسی حصہ پر مشتمل مشرقی جرمنی وجود میں آ گئے اس طرح برلن شہر کے تینوں مغربی حصے مغربی برلن اور روسی سیکٹر مشرقی برلن کہلانے لگا۔

ابتداء میں تو برلن کے دونوں حصوں میں کوئی دیوار نہیں تھی اور لوگ آزادی کے ساتھ آ جا سکتے تھے مگر جب مشرقی برلن کے لوگ اپنا ملک چھوڑنے لگے تو آہستہ آہستہ سختی شروع ہو گئی

چنانچہ جب 35 لاکھ لوگ مشرق سے مغرب منتقل ہو گئے تو بارڈر کے دروازے

بند کر دیئے گئے۔ آخر کار 13 اگست 1961ء مغربی برلن کے چاروں طرف مشرقی جرمنی کے علاقے میں 168 کلومیٹر لمبی دیوار کی تعمیر شروع ہوئی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس دیوار کی لمبائی 155 کلومیٹر ہے۔

بہر حال اس طرح دنیا کے نقشے میں اپنا ایک نمایاں نام رکھنے والے شہر برلن کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جب دیوار برلن کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس پوری دیوار کی سخت نگرانی کے لئے فوج کا بہت بڑا حصہ پہرا داری کے فرائض سر انجام دے رہا تھا۔ اعداد و شمار کا حساب رکھنے والے ماہرین حضرات نے ان فوجیوں کی تعداد 11 ہزار بیان کی ہے جن کی نگرانی اس قدر سخت تھی کہ جو بھی اس دیوار کو پار کرنے کوشش کرتا تو اس کو بلا جھجک گولی مار دی جاتی تھی۔ نگرانی کے لئے کتے، بارودی سرنگیں، خود کا ہتھیار اور رات کو دن بنا دینے والی تیز لائٹوں سے ہر فرد پر کڑی سے کڑی نظر رکھی جا رہی تھی۔ مگر ان تمام سخت ترین اقدامات کے باوجود مشرقی جرمن باشندے وقتاً فوقتاً دیوار برلن پار کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔ پانچ ہزار آدمی جرمن پہنچنے میں کامیاب ہوئے جبکہ اعداد و شمار کا حساب رکھنے والے ایک سرکاری ادارے کے مطابق 135 افراد اس دوران اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور بعض اعداد و شمار کا حساب رکھنے والے ماہرین کا خیال ہے کہ دیوار برلن کو عبور کرنے کی کوشش کرنے والوں کی تعداد 5 ہزار ہے اور ان میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 98 سے 200 کے درمیان بتائی جاتی ہے۔

اب دوسری طرف 1989ء میں گورباچوف کے زمانے میں جب کمیونسٹ بلاک میں تبدیلیاں ہونا شروع ہوئیں تو مشرقی جرمنوں نے بہت زیادہ مدافعت کا مظاہرہ کیا مگر اس وقت حالات کنٹرول سے باہر ہو چکے تھے اور مشرقی جرمن کی عوام ایک انقلابی آواز لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ یہ انقلاب کا ایسا تیز سیلاب تھا کہ جس کے سامنے جرمن حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی اور دوسری طرف روسی عوام نے بھی اپنی حکومت سے تبدیلیوں کا

مطالبہ شروع کر دیا اور سارا ملک ...gorbi.....gorbi کے نعروں سے گونج اٹھا۔

چنانچہ 9 نومبر 1989ء کے حکومت کے ترجمان نے مشرقی جرمنی کی عوام کے لئے ملک سے باہر جانے کی فوری سہولتوں کا ایک غلط فہمی کے نتیجے میں اعلان کر دیا اور اسی رات تمام قوم اُٹھ کر بارڈروں کی طرف چل پڑی۔ ہجوم کے ہجوم دیوار پر چڑھ دوڑے اور دیوار کا پوری طرح خاتمہ کر دیا۔ یوں اس دیوار نے 28 سال تک جرمنی اور روس کے درمیان ایک بارڈر کا کردار ادا کیا۔ آج 18 اکتوبر 2012ء کو اس دیوار کو گرے تقریباً 23 سال گزر چکے ہیں۔

جاوید احمد غامدی کے مؤقف کی وضاحت اور دیوار برلن کے تعارف کے بعد اب ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ دیوار برلن درج ذیل وجوہات کی بنا پر سدذوالقرنین کا مصداق نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔

۱۔ قرآن حکیم کے واضح بیان کے مطابق سدذوالقرنین کا محل دو پہاڑوں کے درمیان بتایا گیا ہے مگر دیوار برلن جرمنی کے مشہور شہر برلن کے درمیان تعمیر کی گئی ہے جس کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ وہاں کوئی پہاڑی سلسلہ موجود نہیں ہے۔

۲۔ سدذوالقرنین کی مکمل تعمیر لوہے اور تانبے سے کی گئی ہے لیکن دیوار برلن دوسری دیواروں کی طرح اینٹوں اور دیگر اس کی مثل مینٹریل سے تعمیر کی گئی ہے اور اس میں کہیں بھی تانبے وغیرہ کا استعمال نہیں کیا گیا۔

۳۔ سدذوالقرنین کو یاجوج ماجوج قرب قیامت تک روزانہ مسلسل سرنگ لگانے کی ناکام کوشش کرتے رہیں گے اور اسے قرب قیامت تک صحیح وسلامت رہنا ہے لیکن دیوار برلن آج سے تقریباً 23 سال قبل ہی مسمار ہو چکی ہے۔

۴۔ قرآن کے بیان کے مطابق سدذوالقرنین کا بانی صرف حضرت ذوالقرنین ہی

ہیں جبکہ دیوار برلن کے متعلق یہ ایک طے شدہ تاریخی حقیقت ہے کہ اس دیوار کو مشرقی جرمنی کے اقتصادی مفادات کی خاطر جرمن حکومت نے تعمیر کروایا تھا اس بات کا اعتراف محترم موصوف کو بھی ہے کیونکہ انہوں نے بھی اس دیوار کا بانی ذوالقرنین کو نہیں قرار دیا۔

۵۔ سد ذوالقرنین کا ذکر قرآن حکیم میں مذکور ہے جس سے لازم آتا ہے کہ سد ذوالقرنین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے پہلے ہی تعمیر ہو چکی تھی لیکن ہم جب دیوار برلن کی تاریخی حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ اس دیوار کے بارے میں متفقہ حقیقت ہے کہ دیوار برلن کی بنیاد 13 اگست 1961ء میں رکھی گئی تھی تو اس بات کو ہم کیسے تسلیم کر لیں کہ قرآن حکیم آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے جس دیوار کا ذکر زمانہ ماضی میں تعمیر ہونے والی کسی دیوار کی صورت میں کر رہا ہے حالانکہ دیوار برلن اس وقت ابھی تعمیر ہی نہ ہوئی تھی۔ تو اس لئے یہ دیوار کسی صورت میں بھی سد ذوالقرنین کا مصداق نہیں ہے۔

۶۔ سد ذوالقرنین حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے اپنی اس مہم کے دوران تعمیر کی جو ان کی مہم شمال کی جانب تھی اور اس مہم کے اختتام پر انہوں نے یہ دیوار تعمیر کی تھی اس کے برعکس دنیا کے نقشہ کے مطابق دیوار برلن شمال کی بجائے مغرب کی جانب واقع ہے۔

۷۔ دیوار برلن کے ٹوٹ جانے سے یہ لازم آتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے جیسا کہ محترم موصوف نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے لیکن احادیث صحیحہ کے مضبوط ترین دلائل سے یہ بات ہمارے سامنے واضح ہوتی ہے کہ سد ذوالقرنین کا خروج قرب قیامت رونما ہونے والی علامات سے تعلق رکھتا ہے۔

مؤلف کا نکتۂ نظر:

ہمارا خیال اس باب میں یہ ہے کہ آج تک جتنی بھی دیواروں کو مورخین نے دریافت کیا ہے اور پھر اکثر مورخین نے اپنی تخمینہ آرائیوں کے ذریعے ان دیواروں میں بعض کو سدذوالقرنین کا مصداق ٹھہرایا ہے اس تحقیق میں یہ علمائے کرام سہو کا شکار ہوئے ہیں مگر حقیقت حال یہ ہے کہ اس باب کے شروع میں مذکورہ پانچ دیواروں میں کسی ایک دیوار میں سدذوالقرنین کی صفات نہیں پائی جاتیں لہٰذا قرآنِ حکیم نے جس دیوار کا پتہ دیا ہے اس کے صحیح مقام اور جہت کو اللہ رب العزت ہی جانتے ہیں اور ہم اس کی تعین کا معاملہ "علیم بذات الصدور" ذات کے سپرد کرتے ہیں۔ ہمارا فریضہ صرف قرآن کی اس بیان کردہ خبر کی صداقت وحقانیت پر مکمل ایمان اور یقین رکھنا ہے۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ:

اب آخر میں ہم یہاں ایک شبہے کا ازالہ کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں کہ بعض سائنسدان، ماہرانکشافات، فضلائے جغرافیہ اور اکثر مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایک ہزار سے زائد صدیاں پہلے تعمیر کی جانے والی سدذوالقرنین گزشتہ اوراق میں ذکر کردہ پانچ دیواروں میں سے کوئی بھی نہیں تو پھر وہ آخر کس مقام پر ہے کیونکہ یہ بات تو ایک یقینی امر ہے کہ سدذوالقرنین زمین پر اب بھی موجود ہے اور قرب قیامت یاجوج ماجوج اس کو گرانے میں کامیاب ہوں گے تو بعض حضرات کا اعتراض یہ ہے کہ سائنس کے اس ترقی یافتہ اور جدید سے جدید تر ٹیکنالوجی کے کامیاب دور میں اس دیوار کا سراغ کیوں نہیں مل سکا؟ حالانکہ انسان نے اب اس سے زیادہ حیران کن اشیا اور مقامات کو دریافت کرلیا ہے۔

اس شبہے کا نہایت ہی علمی اور مدلل جواب دیتے ہوئے شیخ الحدیث مفسر قرآن محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

''اس شبہ کے جواب میں ہمارے ان مصنفین نے جو مغربی علوم اور تحقیقات سے مرعوب ہیں اس دیوار کا پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے اور انکل کے تیر چلائے ہیں مگر خود ان کو اپنے لکھے ہوئے پر یقین اور اطمینان نہیں لیکن اس شبہ بلکہ اس وسوسہ کا صحیح جواب وہ ہے جو علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر میں اور علامہ حسین مفسر طرابلسی نے الحصون الحمیدیہ میں دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس دیوار کی اور جس قوم کی حق تعالیٰ نے خبر دی ہے وہ صحیح اور درست ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تصدیق فرض ہے مگر ہم کو اس دیوار کا موقع اور محل معلوم نہیں بلاشبہ عقلاً یہ ممکن ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان میں بڑے بڑے سمندر اور بڑے بڑے پہاڑ حائل ہوں اور فضلاء جغرافیہ کا یہ دعویٰ کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا اور ہم بر و بحر کا احاطہ کر چکے ہیں اور اب کوئی جگہ ہم سے بچی ہوئی نہیں رہی سو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے قابل تسلیم نہیں ساری زمین کو چھان ڈالنا اور دیکھ ڈالنا تو بڑی بات ہے ابھی تک پوری آباد زمین کو بھی نہیں دیکھا جا سکا زمین کا بہت سا حصہ ابھی ایسا باقی ہے جہاں تک ان کا قدم نہیں پہنچا ابھی تک اطراف زمین بہت سے پہاڑ اور وادیاں ایسی موجود ہیں کہ ان تک فضلاء جغرافیہ کی رسائی نہیں ہوئی خصوصاً شمال کی طرف برفانی پہاڑوں کے پیچھے اور منطقہ باردہ کی جانب ایسی زمین موجود ہے جہاں آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا جیسا کہ خود اہل جغرافیہ کا بیان ہے پس ممکن ہے کہ انہیں اطراف میں یہ قومیں آباد ہوں۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سد ذوالقرنین شمال کی

طرف ہے اور جو لوگ نقشۂ زمین سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں سائبیریا کے بعد شمال کی طرف بہت سے برفانی پہاڑ ہیں جو مہینوں برف سے ڈھکے رہتے ہیں اور اس زمانہ میں کوئی ان پر سے نہیں گزر سکتا اور ان پہاڑوں کے اس طرف زمین موجود ہے جو منتہائے عرض تک چلی گئی ہے پس یہ امر ممکن ہے کہ ان برفانی پہاڑوں کے نیچے کوئی پست زمین ہو اور پستی کی وجہ سے وہاں برف باری اتنی کم ہوتی ہو کہ آدمی وہاں رہ سکے اور وہیں یاجوج ماجوج کی قوم آباد ہو اور ہمارے اور ان کے درمیان بڑے بڑے برفانی پہاڑ اور سمندر حائل ہوں اور ممکن ہے کہ ذوالقرنین کے زمانہ میں یاجوج وماجوج کی اس طرف آمد کے لئے کسی وادی سے کوئی راستہ ہو کہ وہ لوگ پہاڑوں کی طرف سے آکر آس پاس کی قوموں کو قتل وغارت کرتے ہوں اور یہ دیکھ کر ذوالقرنین نے اس وادی کا راستہ سد کے ذریعے بند کر دیا ہو اور پہاڑوں کی پرلی جانب ان کو دھکیل دیا ہو اور پھر اس سد کی وجہ سے ان کا ادھر آنا بند ہو گیا ہو پھر جب قیامت کا زمانہ قریب آئے گا تو ممکن ہے کہ جوی اور ارضی حوادث کی وجہ سے وہ برف پگھل جائے اور یاجوج وماجوج کو سد ذوالقرنین کے توڑنے کا موقع مل جائے اور سد کو توڑ کر وہ قومیں اسی راستے یا کسی اور راستے سے دنیائے آبادی کی طرف نکل پڑیں اور یہاں آکر اودھم مچائیں اور فساد برپا کریں جیسا کہ آیات اور احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے۔

بہر حال قرآن اور حدیث نے جس چیز کی خبر دی ہے وہ عقلاً اور عادتاً محال نہیں اور قدرت خداوندی کے تحت داخل ہے پس جو امور عقلاً

ممکن اور جائز الوقوع ہوں اور نصوص شرعیہ سے ان کا وجود اور وقوع ثابت ہو ان کی تصدیق فرض اور لازم ہے اس لئے ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ قیامت کے قریب یاجوج و ماجوج سد ذوالقرنین کو توڑ کر نکلیں گے اور فضلاء جغرافیہ اور ماہرین اکتشافات کا یہ دعویٰ کہ ہم پوری زمین سے اچھی طرح واقف ہیں اور ہو چکے ہیں دعویٰ بلا دلیل ہے جو قابل تسلیم نہیں امریکہ اور روس کے متصل ہی ایسے جزیرے ملیں گے کہ جن کی ان ماہرین اکتشافات کو بالکل خبر نہیں یا پوری خبر نہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم نے زمین و آسمان کا چکر لگا لیا ہے اور ہم کونے کونے سے واقف ہو گئے ہیں زبان سے اس قسم کا دعویٰ کر دینا بہت آسان ہے لیکن ثابت کر دکھانا بہت مشکل ہے۔

سائنس کے تجربوں سے دن بدن یہ ثابت ہوتا جا رہا ہے کہ جن چیزوں کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان کو بھی پورا نہیں دیکھا تھا روزمرہ کا تجربہ بتلا رہا ہے کہ سائنس یہ کہتی ہے کہ ابھی تو نے دیکھا ہی کیا ہے ذرا اور آگے بڑھ آئندہ چل کر تجھ کو اپنی بار بار دیکھی ہوئی چیزوں کے وہ خواص اور آثار معلوم ہوں گے جو موجودہ علم اور تجربہ سے بالا اور کہیں بالاتر ہوں گے غرض یہ کہ ہر فلسفی اور سائنس دان ہمہ دانی کا نعرہ لگاتا ہے اور قدم قدم پر جدید تجربہ اور جدید انکشاف ہمہ دانی کے دعویٰ پر ایک تازیانہ لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے مدعی ہمہ دانی اس جدید انکشاف نے تجھ پر واضح کر دیا کہ تیرا گزشتہ دعویٰ غلط تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قصۂ ذوالقرنین قطعاً ثابت ہے اس لئے کہ نزول قرآن کے وقت جو علماء توریت اور انجیل موجود تھے ان میں سے کسی

نے اس کا انکار نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ یہ قصہ متواترہ ہے قطعاً ثابت ہے اس قصہ کے تواتر کے لئے فقط اتنی بات کافی ہے کہ علماء اہل کتاب نے بطور امتحان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قصہ کا سوال کیا اور علیٰ ہٰذا القیاس جس دیوار کی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے وہ بھی حق اور صدق ہے اگرچہ اس کا ہمیں موقعہ اور محل معلوم نہیں اب اگر کوئی شخص محض اس بناء پر انکار کرے کہ ہمیں اس دیوار کا علم نہیں یا ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو وہ ایک جنگلی آدمی کی طرح ہے کہ جس نے کبھی ریل اور تار اور ٹیلیفون اور ہوائی جہاز نہ دیکھا ہو اور کوئی شخص اس کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرے اور وہ سن کر یہ کہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک گھنٹہ میں چالیس پچاس میل یا پانچ سو میل کی مسافت کیسے قطع ہو سکتی ہے یا ہزار یا دس ہزار میل پر ٹیلیفون سے کیسے باتیں ہو سکتی ہیں۔ اس قسم کی باتیں اس کے غافل اور جاہل ہونے کی دلیل ہیں لیکن اس کی ان باتوں سے ٹیلیفون کا عدم ثابت نہیں ہو سکتا کیا عقلاً یہ جائز نہیں کہ جس طرح آج سے پانچ سو برس پہلے ان سائنسدانوں کو دنیا کے چوتھے براعظم یعنی امریکہ کا پتہ نہ چلا اور یہ طویل وعریض آبادی ان لوگوں سے مخفی اور پوشیدہ رہی اور فلاسفہ اور سائنسدان اس کے وجود سے واقف نہ ہوئے کیا اس طرح یہ ممکن نہیں کہ دنیا میں کوئی پانچواں براعظم موجود ہو جہاں یاجوج وماجوج کے ٹڈی دل رہتے ہوں اور ہمارے اور ان کے درمیان سد ذوالقرنین کے علاوہ ایسے بروبحر حائل ہوں کہ جہاں اب تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی اکتشافات جدیدہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس کی کوئی حد نہیں

اور روز بروز عجیب وغریب امور منکشف ہورہے ہیں تو کیا عجب ہے کہ آئندہ چل کر اس دیوار کا اور قوم یاجوج وماجوج کا انکشاف ہو جائے خوب سمجھ لو کہ آسمان وزمین کے خالق نے اور اس کی وحی سے اس کے برگزیدہ نبی برحق اور مخبر صادق نے جس چیز کے وجود کی خبر دی ہے۔

وہ بلاشبہ عقلاً ایک امر ممکن ہے اس پر ایمان لانا واجب اور لازم ہے اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی خبر دی ہے وہ بلاشبہ حق اور صدق ہے ضرور اپنے وقت پر ظاہر ہوگی اور محض اپنی لاعلمی اور ناواقفیت اور عدم وجدان اور عدم علم اور عدم معرفت کی بنا پر کسی چیز کے وجود سے انکار کرنا جہالت اور نادانی ہے اور اگر باوجود کامل تلاش کے مثلاً اگر کسی کو زید نہ ملے تو اس سے زید کا معدوم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

بہر حال مخبر صادق جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جب اس نے دیوار کے وجود کی خبر دی ہے تو ہم پر اس کی تصدیق واجب اور لازم ہے خواہ وہ چیز ملے یا نہ ملے جس خدا نے اس زمین کو پیدا کیا اور پھر ایک نیک بندے ذوالقرنین کو پیدا کیا اور اپنی زمین پر اس کو فرماں روا بنایا تو کیا فضلاء جغرافیہ اور ماہرین اکتشافات زمین کے بارے میں خدا سے زیادہ باخبر ہوگئے کہ جس زمین کو خدا نے پیدا کیا وہ تو ایک خطۂ زمین اور ایک قوم کے وجود کی خبر دے رہا ہے اور یہ فضلاء جغرافیہ نہایت ڈھٹائی سے اس کا انکار کر رہے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ ایک انسان ضعیف البیان کا کسی چیز کو نہ پانا اس بات کی

دلیل نہیں ہو سکتی کہ یہ شئے فی الواقع موجود ہی نہیں ہے کسی چیز کا نہ پانا اس چیز کے عدم کی دلیل بلکہ نہ ملنے کی وجہ سے کسی چیز کے وجود کا انکار کر دینا جہالت اور کوتاہ نظری کی قطعی دلیل ہے۔''(۱)

۱ تفسیر معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی:22,25/5

باب ۵

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کون تھے؟
نبی یا صالح حکمران

حیات حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق تمام تر تحقیقات کے بعد جو آخری تحقیق کرنا ابھی باقی ہے وہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق اس سوال کا جواب تلاش کرنا ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کون تھے؟ نبی یا صالح حکمران۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق جس طرح گزشتہ تمام تحقیقات میں علمائے قدیم اور علمائے جدید میں اختلاف تھا ویسا ہی اس تحقیق میں بھی زمانہ قدیم سے علمائے امت میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے بعض علماء ان کو انبیاء کرام علیہم السلام میں ایک نبی خیال کرتے ہیں اور بعض ان کو ایک صالح حکمران قرار دیتے ہیں۔

نبوت کے قائلین کی آراء:

ا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

اختلفوا فی ذی القرنین هل کان من الانبیاء أم لا؟

منهم من قال انه کان نبیا و احتجوا علیه بوجوه:

الاول: قوله ﴿انا مكنا له في الارض﴾ والاولى حمله على التمكين في الدين و التمكين الكامل في الدين هو النبوة: و الثاني: قوله ﴿و اتيناه من كل شيء سببا﴾ و من جملة الاشياء النبوة فمقتضى العموم في قوله ﴿و اتيناه من كل شيء سببا﴾ هو انه تعالىٰ آتاه في النبوة سببا. الثالث: قوله تعالىٰ (قلنا يا ذالقرنين اما ان تعذب و اما ان تتخذ فيهم حسنا) (الكهف: ٨٦) و الذي يتكلم الله معه لا بد و أن يكون نبيا. و منهم من قال انه كان عبدا صالحا و ما كان نبيا.

حضرت ذوالقرنین کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ انہوں نے کئی طریقوں سے اس پر استدلال کیا ہے، پہلا قول: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿انا مكنا له في الارض﴾ ترجمہ: ''ہم نے ان کو زمین میں قوت عطا فرمائی تھی۔'' سے مراد ان کو احکامات دینیہ میں پوری قدرت دی اور دین میں کامل قدرت نبوت ہی ہے۔ دوسرا قول: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿و اتيناه من كل شيء سببا﴾ ترجمہ: ''ہم نے ان کو تمام وسائل دیے تھے۔'' سے مراد ان تمام وسائل میں سے ایک نبوت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے عموم کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سبب نبوت بھی عطا فرمایا تھا، تیسرا قول: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (قلنا يا ذالقرنين اما ان تعذب و اما ان تتخذ فيهم حسنا) (الكهف: ٨٦) ترجمہ: ''ہم نے

فرمادیا کہ اے ذوالقرنین! یا تو تو ان کو تکلیف پہنچایا ان کے بارے میں کوئی بہترین روش اختیار کرے۔'' دلیل ہے کیونکہ جس سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہو ضروری طور پر وہ نبی ہوتا ہے اور ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ وہ ایک نیک آدمی تھے۔ نبی نہیں تھے۔''(۱)

۲۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب تفسیر ''زادالمسیر فی علم التفسیر'' میں یوں رقمطراز ہیں:

''واختلفو هل كان نبيا، أم لا؟ على قولين أحدهما أنه كان نبيا، قاله عبدالله بن عمرو، والضحاك بن مزاحم. والثاني أنه كان عبدا صالحا، و لم يكن نبيا، و لا ملكا، قاله على رضی اللہ عنہ قال وهب كان ملكا ولم يوح اليه.''

''اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ اس میں علماء کے دو اقوال ہیں:

۱۔ وہ نبی ہیں یہ قول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور ضحاک بن مزاحم کا ہے۔

۲۔ یہ کہ وہ ایک نیک آدمی تھے نہ وہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ تھے۔ یہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور وھب بن منبہ کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ تھے اور ان کی طرف وحی نہیں کی گئی (یعنی وہ نبی نہیں ہیں۔)(۲)

۳۔ امام بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ مزید ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

---

۱. التفسير الكبير او مفاتيح الغيب للامام الرازی:495/21

۲. زادالمسير فی علم التفسير لابن الجوزی: 105/3، التبصره لابن الجوزی:169/1

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

''قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ''

''ہم نے کہا اے ذوالقرنین۔''

(سورۃ الکہف:18، آیت:86)

جو حضرات حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ وحی ہے اور جن لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نبی نہیں ہیں ان کے نزدیک یہ الہام ہے۔''(۱)

۴۔ امام شمس الدین الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی نبوت پر حرف آخر کے طور پر ایمان لانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ نبی ہیں اور ان کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

''اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ.''

''واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو زمین میں اقتدار بخشا تھا۔''

(سورۃ الکہف:18، آیت:84)

و حمل على التمكين في الدين و التمكين الكامل في هو النبوة.

(اس آیت سے یہ مراد ہے کہ) دین میں ان کو دین میں ہر قسم کی قوت دی گئی تھی اور دین میں ہر قسم کی قوت کامل جانا نبوت ہی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

---

۱. زادالمسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی:106/3

''وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا''

''اور انہیں ہر کام کے وسائل عطا فرمائے تھے۔''

(سورۃ الکہف:18، آیت:84)

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب بھی عطا فرمایا تھا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

''یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ''

''اے ذوالقرنین (تمہارے پاس دو راستے ہیں) یا تو ان کو سزا دو۔''

(سورۃ الکہف:18، آیت:86)

اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ کلام کرنا اس سے لازم آتا ہے کہ وہ نبی ہیں۔''(۱)

۵۔ برصغیر کے مشہور عالم دین مولانا ابوالکلام آزاد حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''جہاں تک قرآن کی تصریحات کا تعلق ہے ایک اہم سوال اور باقی رہ گیا ہے قرآن میں ہے (قلنا یاذالقرنین) ہم نے کہا اے ذوالقرنین۔ اس خطاب کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین براہِ راست وحی الٰہی سے مخاطب تھے؟ مفسرین نے اس پر طبع آزمائیاں کی ہیں اور چونکہ امام رازی سکندر مقدونی کو ذوالقرنین بنانا چاہتے ہیں اور وہ بنتا نہیں اس لئے مجبور ہوئے ہیں کہ یہاں قلنا کے منطوق پر اس کے مفہوم کو ترجیح دیں۔ اس میں شک

---

۱. السراج المنیر فی الاعانة علی معرفة بعض معانی کلام ربنا الحکیم للشمس الدین لابن احمد الخطیب الشافعی:401/2

نہیں قلنا کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بالواسطہ خطاب ہو یعنی
اس عہد کے کسی پیغمبر کے ذریعہ سے ذوالقرنین کو مخاطب کیا گیا ہو۔
جیسا کہ (فقلنا اضربوہ ببعضھا) (۲:۷۳) میں ہے یا خطاب
قولی نہ ہو تکوینی ہو جیسا کہ (یَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ۱۱۔
۴۴ اور (فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۶۹،۲۱) وغیر ہا آیات میں ہے
لیکن اس طرح کا مطلب جب ہی قرار دینا چاہیے کہ اس کے لئے
قوی وجوہ موجود ہوں اور یہاں کوئی وجہ موجود نہیں آیت کا صاف
صاف مطلب یہی ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ نے براہِ راست مخاطب کیا
اور اس پر اللہ کی وحی نازل ہوتی تھی۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ وحی نبوت
کی وحی تھی یا اس طرح کی وحی تھی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی نسبت
بیان کی گئی ہے کہ (و أوحینا الی ام موسیٰ ان
ارضعیہ) (۲۸:۷) تو صحابہ وسلف سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہی ہے
کہ ذوالقرنین نبی تھا اور متاخرین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے
شاگرد حافظ ابن کثیر بھی اسی تفسیر کی تائید کرتے ہیں اور غور کر قرآن کا
یہ بیان سائرس کی شخصیت پر کس طرح ٹھیک منطبق ہو رہا ہے؟ تاریخ
اس کی پیغمبرانہ شخصیت کی شہادت دے رہی ہے اور عہد عتیق کے انبیاء
اسے صریح خدا کا برگزیدہ اس کا مسیح اور اس کی مرضی پوری کرنے والا
کہہ رہے ہیں عزرا نبی کی کتاب میں اس کا جو فرمان تعمیر بیت المقدس
کے لئے نقل کیا گیا ہے اس میں وہ خود اعلان کرتا ہے۔ ''خدا نے مجھے
حکم دیا ہے کہ یہودیوں کے ملک میں اس کی عبادت کے لئے ایک
ہیکل تعمیر کروں۔'' ان کا یہ کہنا کہ ''خدا نے مجھے حکم دیا ہے'' ٹھیک ٹھیک

قلنا یاذالقرنین کی تصدیق ہے ہم اس سے پہلے اس کی خدا پرستی کے اثبات میں جو کچھ لکھ چکے ہیں اس میں سے ہر بات ٹھیک ٹھیک اس کی نبوت کے ثبوت میں بھی کہی جاسکتی ہے۔''(۱)

صالح حکمران کے قائلین کی آراء:

۱۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''البدایۃ والنھایۃ'' میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے اس معاملہ کے بارے میں تمام اقوال کو نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

''والصحیح انه کان ملکا من ملوك العادلین.''

''اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام عادل بادشاہوں میں سے تھے۔''(۲)

۲۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کان من الملوك و علیه الأکثر.''

''وہ بادشاہوں میں تھے اور یہی اکثر لوگوں کا خیال ہے۔''(۳)

۳۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ نبی ہیں۔ ابوالطفیل فرماتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ نبی تھے یا بادشاہ۔ تو آپ نے فرمایا نہ وہ نبی تھے نہ

---

۱. ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد: 490/2

۲. البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر: 103/2

۳. فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: 382/6

بادشاہ لیکن وہ ایسے صالح آدمی تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے وہ اللہ کے لیے پرخلوص تھے اور اللہ اس کے خلوص کی قدردانی کرتا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو ''یاذاالقرنین'' کہتے ہوئے سنا تو فرمایا: پہلے تم نے انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھے پھر اس پر اکتفا نہ کیا حتیٰ کہ تم نے فرشتوں کے نام رکھنے شروع کر دیئے اکثر حضرات کا یہی خیال ہے کہ وہ ایک نیک عادل حکمران تھے۔''(۱)

۴۔ امام آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انه ليس بنبي ذهب الجمهور و توقف بعضهم.''

''جمہور علماء کا خیال ہے کہ وہ نبی نہیں ہیں اور بعض حضرات نے توقف (خاموشی) اختیار کی ہے۔''(۲)

۵۔ مفسر قرآن علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''والرای الراجح انه كان عبدا صالحًا، و لم يكن نبيا.''

(حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق) راجح رائے یہ ہے کہ وہ نیک آدمی تھے اور نبی نہیں تھے۔''(۳)

۶۔ امام شمس الدین الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:977) فرماتے ہیں:

''حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ وہ نیک آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین

---

۱. معالم التنزيل في التفسير القرآن للبغوی:212/3

۲. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم للالوسي بغدادی:352/8

۳. التفسير الوسيط لطنطاوی:570/8

کی بادشاہی عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ حکمت و دانائی اور رعب و دبدبہ جیسی صفات سے نوازا تھا، اور ایک تیسرا قول یہ ہے کہ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھے۔"

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

"والاكثر على القول الثانی"

''اکثر حضرات دوسرے قول پر ہیں۔''(۱)

۷۔ شارح ترمذی و صحیح بخاری علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بل ملك اخر من الصالحين منتهى نسبه الى العرب السامين الاولين."

''کہ وہ نیک بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھے اور ان کا نسب قدیم سامیوں سے جاملتا تھا۔''(۲)

۸۔ اس سلسلے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

''ذوالقرنین کی تعین کے بعد یہ مسئلہ بھی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ ذوالقرنین نبی ہیں یا ایک نیک نام بادشاہ سلف صالحین اور متاخرین کی اکثریت اسی جانب ہے کہ ذوالقرنین صالحین میں سے ہیں اور نیک نفس بادشاہ اور وہ نبی یا رسول نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں کہ جس میں ذوالقرنین کی وجہ

---

۱. السراج المنیر فی الاعانة علی معرفة بعض معانی کلام ربنا الحکیم للشمس الدین الشافعی:401/2

۲. عقیدۃ الاسلام از انور شاہ کشمیری بحوالہ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی:143/2

تسمیہ بیان کی گئی ہے ان کا یہ قول مصرح موجود ہے۔

"لم یکن نبیا و لا ملکا کان رجلا احب اللّٰہ فاحبہ"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: 295/2)

"ذوالقرنین نہ نبی تھے اور نہ فرشتہ وہ ایک انسان تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کر کے اس کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے اس روایت کو حافظ حدیث ضیاء الدین مقدسی کی کتاب مختارہ کی احادیث سے سند صحیح سنا ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ذوالقرنین کے متعلق یہ الفاظ بھی مذکور ہیں:

"بعثہ اللّٰہ الی قومہ"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: 429/8)

"اللہ تعالیٰ نے اس کو قوم کی طرف بھیجا۔"

اس سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ لفظ بعث تو نبوت و رسالت کے لئے بولا جاتا ہے پھر نبوت کے انکار کے کیا معنی؟ اس کے بعد خود ہی یہ جواب دیا ہے کہ بعث یہاں اپنے عام معنی میں ہے جو نبی اور غیر نبی دونوں کے لئے بولا جا سکتا ہے اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"و قیل کان من الملوک و علیہ الاکثر" (فتح)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور اکثر کی یہی رائے ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے بلکہ ایک نیک اور صالح بادشاہ تھے۔

''عن ابن عباس قال کان ذوالقرنین ملکاً صالحاً رضی اللّٰہ عملہ و اثنیٰ علیہ فی کتابہ و کان منصوراً.''

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر. 113/2)

بعینہ بعض سلف کی رائے میں وہ نبی تھے۔

اسی طرح متاخرین میں ابن کثیر کے متعلق یہ کہنا بھی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ وہ ذوالقرنین کے نبی ہونے کی تائید میں ہیں اس لئے کہ سطور بالا میں ابن کثیر سے جو کچھ منقول ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ذوالقرنین اور خضر کا جو ایک جگہ ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں خضر کی نبوت کی توثیق فرمائی ہے تو اس جگہ شاہد ضمائر کے مرجع میں مولانا موصوف کو مغالطہ ہو گیا ہے چنانچہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

''فان الاول کان عبداً مومناً صالحا و ملکا عادلاً و کان وزیرہ الخضر و قد کان نبیا علی ما قررناہ قبل ھذا.''

(تاریخ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 102)

''اس لئے اول (یعنی ذوالقرنین) ایک عبد مومن اور صالح تھا اور عادل بادشاہ اور اس کے وزیر خضر تھے اور وہ (خضر) اس تحقیق کے مطابق جو ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں، بیشک نبی تھے۔''

بہر حال حضرت علی المرتضیٰ، ابن عباس، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم امام رازی، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ سلف صالحین اور متاخرین کی اکثریت اسی کی قائل ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ صالح عادل بادشاہ

تھے۔ پس جبکہ صحابہ اور سلف صالحین بلکہ متاخرین میں سے بھی اکثر اسی جانب ہیں کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے تو جمہور کا یہ رجحان بلاشبہ اس امر کی دلیل ہے کہ آیت "قلنا یذالقرنین" میں خدائے تعالیٰ کی مخاطبت ذوالقرنین کے ساتھ اس قسم کی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قصہ میں اوحینا کے اندر ہے۔

"وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ"

(القصص 7/28)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر وحی کی تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلانا منظور کرے اور یقیناً ان حضرات کا منطوق پر مفہوم کو ترجیح دینا بے وجہ نہیں ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کو پسند فرمایا اور اپنی کتاب قرآن میں اس کی تعریف فرمائی اور وہ فاتح وکامیاب بادشاہ تھے اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ذوالقرنین کو صالحین میں سے مانتے تھے۔''

(تاریخ ابن کثیر 103/2)

البتہ عبداللہ بن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی جانب یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ ذوالقرنین کو نبی مانتے تھے۔

"عن مجاهد عن عبدالله بن عمرو قال كان ذو القرنين نبيا."

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر 295/8)

''عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے۔''

اور حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ قرآن کا ظاہر یہی بتاتا ہے مگر ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد فیصلہ کچھ واضح نہیں دیتے لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان کے اقوال کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا فیصلہ یہ دیتے ہیں۔

''والصحیح انه کان ملکا من ملوك العادلین.''

(تاریخ ابن کثیر:103/2)

اور صحیح یہ ہے کہ ذوالقرنین عادل بادشاہوں میں سے تھا۔

اور حضرت استاذ علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیق بھی یہی ہے چنانچہ عقیدۃ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ نیک بادشاہوں میں ایک بادشاہ تھے اور اس کا نسب قدیم سامیوں پر پہنچتا ہے۔ ان نقول کے پیش نظر مولانا آزاد کا یہ فرمانا:

''تو صحابہ وسلف سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی تھا۔''

(ترجمان القرآن:420/2)

اپنے مفہوم کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے کیونکہ بیشتر سلف صالحین ذوالقرنین کی نبوت کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کو ایک بادشاہ کی حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ بعض سلف کی رائے میں وہ نبی تھے۔ اسی طرح متاخرین میں ابن کثیر کے متعلق یہ کہنا بھی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ وہ ذوالقرنین کے نبی ہونے کی تائید میں ہیں اس لئے کہ سطور بالا میں ابن کثیر سے جو منقول ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابن کثیر اپنی تاریخ میں اس مسئلہ پر بحث کرتے

ہوئے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا جو ایک جگہ ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں خضر علیہ السلام کی نبوت کی توثیق فرمائی ہے تو اس جگہ شاید ضمائر کے مرجع میں مولانا موصوف کو مغالطہ ہوگیا ہے چنانچہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

فان الاول کان عبدا مومنا صالحا و ملکا عادلا و کان وزیره الخضر وقد کان نبیا علی ما قررناه قبل هذا.

اس لئے کہ اول (یعنی ذوالقرنین) ایک عبد مومن اور صالح تھا اور عادل بادشاہ اور اس کے وزیر خضر تھے اور وہ (خضر) اس تحقیق کے مطابق جس کو ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں بے شک نبی تھے۔"

بہر حال حضرت علی، حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم، امام رازی، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ سلف صالحین اور متاخرین کی اکثریت اسی کی قائل ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ عادل صالح بادشاہ تھے پس جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین متاخرین میں سے بھی اکثر اسی جانب ہیں کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے تو جمہور کا یہ رجحان بلاشبہ اس امر کی دلیل ہے کہ آیت "قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ" میں خدائے تعالیٰ کی مخاطبت ذوالقرنین کے متعلق اسی قسم کی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قصہ میں "اَوْحَيْنَا" کے اندر ہے۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ.

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ پر وحی کی کہ تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلانا منظور کر لے۔"

(سورۃ القصص ۲۸، آیت: ۷)

اور یقیناً ان حضرات کا منطوق پر مفہوم کی ترجیح دینا بے وجہ نہیں ہے، خصوصاً کہ اس مخاطبت کو نہ ''اَوْحَیْنَا'' سے تعبیر کیا گیا اور نہ ''انزلنا'' سے اور ''قلنا'' کے علاوہ ذوالقرنین سے متعلق آیات میں کوئی ایسا مؤید موجود ہے جو ''قلنا'' کی خطابت کو خطابت وحی قرار دیتا ہو۔ لہٰذا راجح مذہب یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ عادل اور صالح بادشاہ تھے۔''(۱)

مؤلف کا نکتۂ نظر:

اس ضمن میں ہماری رائے یہی ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق اس معاملے میں مکمل خاموشی اختیار کی جائے اس مؤقف پر ہمارے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث دلیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما أدری تبع أنبیا کان أم لا وما أدری ذا القرنین أنبیا کان أم لا وما أدری الحدود کفارات لأهلها أم لا.

''مجھے معلوم نہیں کہ تبع نبی تھا یا نہیں، مجھے معلوم نہیں کہ ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ حدود، حدود والوں کے لئے کفارہ ہیں یا نہیں۔''(۲)

---

۱. قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی:/146-147

۲. السنن الکبریٰ للبیہقی:8/329، رقم:17373، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 1/192رقم الحدیث: 104، جامع بیان العلم و فضلہ لابن عبد البر:2/828، رقم:1553، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: 4/11، مختصر تاریخ دمشق الکبیر لابن منظور: 7/182، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد للشمس

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ حسن اتفاق کی بات یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب مرفوع روایات میں صرف یہی ایک حدیث سنداً صحیح ہے باقی کتب احادیث میں منقول تمام روایات سنداً کمزور ہیں اور بعض من گھڑت ہیں۔

اس مذکورہ حدیث میں یہ بات بالکل واضح موجود ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے اس معاملے میں مکمل توقف اختیار کیا ہے۔ اسی اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے راقم السطور نے بھی یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ اب رہا بعض حضرات کا چند قرآنی آیات سے استدلال کرنا کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نبی ہیں۔ اس مقام پر ہمیں یہ کہنا ہے کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو اللہ رب العزت نے خود مفسر قرآن اور حامل قرآن بنایا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ قرآنی آیات مخفی تھیں؟۔ بلکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور دیگر نکات قرآنی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اچھی طرح واقف تھے۔ اسی طرح اسلام کے دیگر تمام علوم بھلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کون جانتا ہے؟۔ اس بات کو ایک ادنیٰ سا مسلمان بھی بخوبی جانتا ہے۔ جب اس ساری حقیقت کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کی ہے تو ہمیں بھی اس بارے میں اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے مکمل خاموشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ: الحق عظیم آبادی: 280,281/12، جامع الأحادیث للسیوطی: 399/18، رقم: 19720، سلسلة الأحادیث الصحیحة للألبانی: 216/5، رقم: 2217 امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بخاری ومسلم کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں اس روایت میں کوئی علت نہیں جانتا، اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو سلسلہ احادیث الصحیحہ میں نقل فرمانے کے بعد اس روایت کی سند کی توثیق فرمائی ہے۔

باب ٦

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق ہارون یحییٰ کی تحقیق اور اس کا تحقیقی جائزہ

ہارون یحییٰ علمی حلقوں میں کسی قسم کے تعارف کے محتاج نہیں ہیں جن کی شخصیت نے موجودہ صدی کے مذہبی سکالرز میں خوب نام پیدا کیا ہے۔ ان کا تذکرہ اس صدی کی اُن خاص شخصیات میں کیا جاتا ہے جن کا نام مصنف کتب کثیرہ کی فہرست میں آتا ہے۔

موصوف کی کتب کا قاری اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ ہارون یحییٰ کی اکثر تصنیفات کا مقصد مستشرقین کی طرف سے اسلام پر اعتراضات کا تحقیقی جواب اور دیگر شبہات کا ازالہ کرنا ہے۔

موصوف کی مشہور زمانہ کتاب ''اینڈ آف ٹائم'' (مطبوعہ بک کارنر جہلم) ہماری نظروں کے سامنے ہے جس میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق انہوں نے تمام مذہبی سکالرز سے ایک منفرد رائے پیش کی ہے۔

موصوف کی تحقیق کے کسی پہلو پر ہم اپنی رائے کا اظہار یا کسی حصے پر تحقیقی وتنقیدی نگاہ ڈالنے سے قبل من وعن الفاظ میں ان کی تحقیق ہدیہ قارئین کررہے ہیں۔

موصوف یوں رقمطراز ہیں:

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام:

ترجمہ: ''آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں''۔

(سورۃ الکہف آیت 83)

تاریخ میں آج تک بہت سے علماء نے ذوالقرنین کو مختلف حوالوں سے تعبیر کیا ہے۔ یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ وہ اس لئے اتارے گئے تھے کہ مسلمانوں کو (احکام الٰہی) یاد کرائیں۔ ان کی ذات کا تعلق سری معنوں سے جڑا ہوا ہے ذوالقرنین کے پاس طاقت تھی اور وہ ہدایت یافتہ تھے۔

ترجمہ: ''ہم نے اسے زمین میں قوت عطا فرما رکھی تھی اور اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر دیئے تھے وہ ایک راہ کے پیچھے لگا۔''

(سورۃ الکہف آیت 85-84)

ان آیات سے ہمیں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ذوالقرنین کے ملک میں مسائل مفقود تھے، یا یوں کہہ لیں کہ اس کی حکومت مضبوط اور طاقتور تھی ہم نے اسے ''ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر رکھے تھے'' سے مراد ہے کہ ذوالقرنین کو ہر طرح کے مسائل سے نپٹنے کا ملکہ حاصل تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نہایت ذہین اور حکمت و دانائی کا مالک مسلمان بادشاہ تھا اللہ تعالیٰ کی ان عنایات سے اس نے ہر طرح کے پیچیدہ مسائل کو بخوبی حل کیا اور رکاوٹوں کو رفع کیا۔

ذوالقرنین روحانی پیشوا بھی تھے:

ترجمہ: ''اس نے کہا جو ظلم کرے گا اسے تو ہم بھی سزا دیں گے پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے سخت ترین عذاب دے گا ہاں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اس کے لئے تو بدلے میں بھلائی ہے اور ہم اسے اپنے احکام میں آسانی ہی کا حکم دیں گے۔''

(سورۃ الکہف آیت:88-87)

جب ذوالقرنین بولے تو انہوں نے اپنے لوگوں کو اللہ اور یوم آخر کی یاد دہانی کرائی۔ وہ مسلمانی انداز سے مخاطب ہوئے ان آیات سے ہمیں یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ ایک مسلمان بادشاہ تھے جو کہ ایک مسلمان قوم پر حاکم تھے۔

ذوالقرنین نے واضح الفاظ میں اپنے ملنے والوں سے کہا کہ وہ اللہ کی ذات پر ایمان لائیں اور مخلص رہیں ایسے نیک اعمال کریں جن کا کتاب میں ذکر ہے اور اسی ذات کی عبادت کریں۔ انہوں نے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی اور ان کو حوصلہ بخشا اور انہیں دنیا اور آخرت کی جزا کی وعید سنائی اور انہیں ایمان کی راہ پر لے آئے۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے لوگوں کی مدد کی:

ترجمہ: ''انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس ملک میں بڑے بھاری (فسادی) ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کریں؟ اس شرط پر کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار

بنادیں۔''

(سورۃ الکہف آیت 94)

یاجوج ماجوج کی تباہیوں سے جو لوگ پریشان تھے وہ ذوالقرنین سے مدد کے طلب گار ہوئے اور انہیں بدلے میں انعام کا کہا اس بات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام محض اکیلی ہستی نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ پوری قوم، بالکل حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح وہ ایک قوم اور فوج کے حاکم تھے۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ان کے پاس ماہر تعمیرات ہوں گے گویا کہ سول انجینئر، لوگوں کی درخواست سے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں کہ ذوالقرنین علیہ السلام کو تعمیر کے کاموں میں مہارت تھی اور ان کے لئے وہ دلچسپی کی حامل تھی اور انہیں تعمیراتی کاموں کا علم حاصل تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس کام کے ماہر خیال کئے جاتے ہوں اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری قوم کے لوگوں نے ان سے مدد کی درخواست کی ہو۔ یہ تمام پہلوان کی قوم کی تعداد اور قوت کا مظہر ہیں۔

ذوالقرنین کی شہرت کافی زیادہ تھی اور مشرق ومغرب میں ان کا اثر ورسوخ اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی قوم پر حکومت کر رہے تھے۔ جو نہایت طاقتور تھی۔ لہٰذا بطور سربراہ انہیں اپنی ان ذمہ داریوں کا احساس تھا کہ امن وانصاف محض ان کی قوم کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا میں اس کا نفاذ ہونا چاہیے۔

ذوالقرنین کا واقعہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زمانہ آخر میں

بالکل انہی کے دور کی طرح اسلامی اقتدار کا پوری دنیا میں راج ہوگا۔

ایک مختلف تعبیر:

ایک اور تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ ان واقعات کی طرف اشارہ ہو جو مستقبل میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اللہ کی موجودگی اور نظر میں تمام وقت ایک سا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل تمام ایک وقت میں واقع ہو سکتے ہیں کچھ آیات میں جنت وجہنم کے متعلق واقعات کو یوں بیان کیا گیا ہے گویا کہ وہ گزر چکے ہوں مندرجہ ذیل آیت سے اس بات کی مثال ہے۔

ترجمہ: ''اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس ایک دم وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی، نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کر دیئے جائیں گے اور ظلم نہ کئے جائیں گے۔''

(سورۂ زمر آیت 69-68)

ان آیات میں بیان کئے گئے واقعات یوں بیان کئے گئے ہیں گویا کہ وہ وقوع پذیر ہو چکے ہوں اور ہمارے لئے پھر بھی وہ مستقبل کے واقعات ہیں جن کا ہونا ابھی باقی ہے۔

لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ ذوالقرنین کا ذکر مستقبل کی صورت میں ہو اور ہمیں وہ ماضی کی صورت میں بتلایا گیا ہو۔ آیت نمبر 84 بتاتی ہے

کہ "ہم نے اسے ہر چیز عنایت کی" یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ ذوالقرنین علیہ السلام مستقبل میں دنیا پر حکومت کریں۔ آج کے دور میں وہ قوم یا لیڈر جس کو پوری دنیا پر برتری حاصل ہو اس کے پاس مواصلاتی ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ عموی جنگی طاقت کا ہونا لازم ہے کیونکہ لیڈر بذات خود ہر چیز کا جائزہ نہیں لے سکتا لہٰذا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے دارالحکومت میں بیٹھ کر دوسرے ملکوں کو سیٹلائٹ اور دوسرے مواصلاتی ذرائع کے ذریعے سے کنٹرول کریں گے جیسا کہ آیت نمبر 95 میں مذکور ہے:

ترجمہ: "اس نے کہا مجھے رب نے جو اختیار دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے۔"

(سورۃ الکہف آیت نمبر 95)

ہوسکتا ہے کہ یہاں ذوالقرنین علیہ السلام کی طاقت اور اختیار کا ذکر ہو اگر ہم اس نظر سے ان آیات کو دیکھیں تو یہ بالکل ایک نئے معنی لئے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ذوالقرنین علیہ السلام پہلے مغرب کی طرف گئے اور پھر مشرق کی طرف اور آخر میں دوبارہ واپس۔ ان آیات کا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے سیٹلائٹ کے ذریعے مختلف چینل بدل کر مختلف ملکوں سے مواصلاتی رابطہ قائم کیا اس آیت میں لفظ "پایا" کا تواتر کے ساتھ ذکر ہے ذوالقرنین نے چشمے کے لوگوں کو پایا انہوں نے مشرق میں لوگوں کو پایا جو نہیں سمجھتے تھے یہ پانے والے کام ڈھونڈنے کی وجہ سے ہوتے ہیں اور یہ پانا سیٹلائٹ چینل پر ڈھونڈنے کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مشرق کے لوگوں کو سورج سے بچنے

کے لئے کوئی پناہ نہ تھی۔ اگر ہم اس آیت کو مواصلاتی ٹیکنالوجی کی نظر سے دیکھیں تو اس میں ہمیں دو ممکنات نظر آتے ہیں۔ ذوالقرنین علیہ السلام سیٹلائٹ کے ذریعے مختلف ممالک پر نظر رکھے ہوئے ہیں یا پھر انفراریڈ شعاعوں کی بدولت جن کا استعمال آج کل ہو رہا ہے سورۃ الکہف کی آیات کے اعداد زمانہ آخر کے ہمارے نہایت قریب ہونے کا اشارہ کرتے ہیں۔

ترجمہ: ''ہم نے ان کے دلوں کو قلعہ بند کر دیا ہے۔''

(سورۃ الکہف آیت:14)

1400 ہجری اسلامی سال کے مطابق یا پھر 1979 عیسوی۔

ترجمہ: ''اس نے کہا کہ میرے رب نے مجھے جو قوت بخشی ہے وہ اس سے بہتر ہے۔''

(سورۃ الکہف آیت نمبر 95)

1409 ہجری یا 1988 عیسوی

ترجمہ: ''ہم نے اسے زمین پر اختیار اور طاقت بخشی اور اسے ہر چیز عنایت کی۔''

(سورۃ الکہف آیت نمبر 84)

1440 ہجری یا 2019 عیسوی۔''(۱)

قارئین کرام! موصوف کی مذکورہ بالا تحقیق کثیر ادلہ شرعیہ کے متضاد آتی ہے جس کی بناء پر ہمیں ان کی رائے سے اختلاف ہے یہاں اس بات کو ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم آئندہ سطور میں صرف ان کی رائے کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیں گے اس پوری تحقیق میں

---

۱. اینڈ آف ٹائم از ہارون یحییٰ صفحہ نمبر :98.102 مطبوعہ بک کارنر جہلم

ہمارا مقصود یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان کی رائے کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی شخصیت پر کسی قسم کی جرح وقدح کریں جس کا ہمیں ہرگز حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اس بات کا ہم واضح الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ موصوف کی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق مذکورہ علمی کاوش اپنی جگہ پر ایک تحقیق ضرور ہے وہ الگ بات ہے کہ ہمیں ان کی تحقیق سے اتفاق نہیں ہے ان سے ہمارا اختلاف کسی قسم کے تعصب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ علمی دنیا میں رہ کر دلائل و براہین کی بناء پر ان سے اختلاف کرتے ہیں۔

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں یہ انتہائی غلط روش سر اٹھا چکی ہے کہ اگر ایک عظیم مذہبی سکالر کسی ایک تحقیق و نکتہ نظر میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کی تحقیق سے کم اختلاف کیا جاتا ہے بلکہ زیادہ تر اس تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے محقق کی شخصیت پر بے جا نقد و جرح شروع ہو جاتی ہے اور اس کو بدنام زمانہ بنانے کی حد تک ناپاک جسارت کی جاتی ہے اس امر کا بنیادی سبب ہمارے معاشرے میں زور پکڑتا ہوا فرقہ پرستی کا تعصب ہے۔ تو پھر مجھے آگے بڑھ کر کہنے دیجئے کہ اسی فتنے نے امت مسلمہ کے اتحاد کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے لیکن یہاں یہ مقام اس بحث کے متعلق نہیں ہے لیکن یہ ضرور کہے دیتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی تباہی اور ان کے اتحاد کا شیرازہ بکھر جانے کا سبب بھی فرقہ پرستی کا تعصب اور جہالت و ہٹ دھرمی تھا کیا آج یہی صورت حال اور یہی خرابیاں امت مسلمہ اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں میں موجود نہیں ہیں؟ تو پھر یہاں مناسب ہوگا کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اقدس کو نقل کریں کہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر، و ذراعا بذراع، حتى لو سلكوا جحر ضب لسلكتموه، قلنا يا رسول الله: اليهود والنصارىٰ قال: فمن

''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی وموافقت کرو گے جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ سانڈے کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کی موافقت کرو گے۔'' عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے (لوگوں سے مراد) یہود ونصاریٰ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تو پھر اور کون ہیں؟''(۱)

بہر حال ہم عرض کر رہے تھے کہ ہمیں ہارون یحییٰ کی اس رائے سے اختلاف ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا تعلق ان شخصیات سے ہے جن کی آمد قرب قیامت ہوگی اور وہ ایک صالح حکمران کی صورت میں دنیا میں جلوہ گر ہوں گے۔ قرآن واحادیث میں ان کا تذکرہ پیشین گوئی کے حکم میں ہے موصوف کی اس رائے سے ہمیں درج ذیل وجوہات کی بناء پر اختلاف ہے:

1۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام یاجوج ماجوج اور سد ذوالقرنین کا آپس میں چولی دامن کا تعلق ہے اگر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق اس رائے کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ابھی تک زمین پر نہیں آئے ہیں ان کی آمد قرب قیامت ہوگی تو اس بات کو تسلیم کرنا لازم ہوگا کہ ابھی تک سد ذوالقرنین بھی تعمیر

۱۔ صحیح بخاری: 169/4، رقم: 3456، صحیح مسلم: 2054/4، رقم: 2669، 6، مسند احمد بن حنبل: 357/18، رقم: 11843، مشکوٰۃ المصابیح: 163/3، رقم: 5361، صحیح ابن حبان: 95/15، رقم: 6703، جامع معمر بن راشد: 369/1، رقم: 20754، الابانۃ الکبریٰ لابن بطۃ: 569/2، رقم: 711، السنۃ لابن ابی عاصم: 37/1، رقم: 74، السنۃ للمروزی: 17/1، رقم: 41، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 35/10، رقم: 7493، معجم لابن عساکر: 546/1، رقم: 675، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: 186/1، رقم: 331

نہیں ہوئی ہے کیونکہ جب اس کو تعمیر کرنے والا ابھی تک دنیا میں آیا ہی نہیں تو اس کی تعمیر کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ دیوار تعمیر ہو چکی ہے تو لازم آتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام بھی اس دنیا میں آچکے ہیں کیونکہ یاجوج ماجوج کی رکاوٹ کے لئے کھڑی کی جانے والی دیوار کے تعمیر کنندہ میں صرف حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ہی کا نام آنا چاہیے جیسا کہ قرآن کے مضمون سے واضح ہوتا ہے۔

دوسری طرف احادیث صحیحہ کا مضمون واضح الفاظ میں اس بات کو عیاں کر رہا ہے کہ سد ذوالقرنین تعمیر ہو چکی ہے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیها فزعا یقول: "لا اله الا اللّٰه" ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یأجوج و مأجوج مثل هذه و حلق با صبعه: الابهام والّتی تلیها قالت زینب بنت جحش فقلت: یارسول اللّٰه أنهلك و فینا الصالحون؟ قال: نعم اذا کثر الخبث."

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے آپ فرما رہے تھے: اس شر سے اہل عرب کے لئے ہلاکت ہو جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے سوراخ اتنا کھل گیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنا لیا یہ سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تو کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہمارے درمیان نیک صالح لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہاں!

جب خباثت حد سے تجاوز کر جائے گی۔"(۱)

ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" ان یاجوج و ماجوج یحفرون السدّ کل یوم حتّٰی اذا کادوا یرون لشعاع الشمس قال الذی علیھم، ارجعوا فستحفرونہ غدًا فیحودون الیہ کا شرعا کان حتّٰی اذا بلغت عدتھم و اراداللّٰہ عزوجل ان یبعثھم الی الناس

۱. صحیح بخاری: 138/4، رقم: 3346، صحیح مسلم: 2207/4، رقم: 2880, 1، سنن الترمذی: 50/4، رقم: 2187، سنن ابن ماجۃ: 1305/2، رقم: 3953، مسند احمد بن حنبل: 403/45، رقم: 27413، مشکوٰۃ المصابیح: 158/3، صحیح ابن حبان: 34/2، مسند اسحاق بن راھویۃ: 256/4، رقم: 2081، مسند الحمیدی: 315/1، رقم: 310، المصنف لابن ابی شیبۃ: 459/7، رقم: 37214، السنن الکبریٰ للبیھقی: 93/10، رقم: 19984، السنن الکبریٰ للنسائی: 166/10، رقم: 11249، المصنف عبد الرزاق: 363/11، رقم: 20749، المعجم الاوسط للطبرانی: 218/7، المعجم الکبیر للطبرانی: 51/24، رقم: 136، جامع معمر بن راشد: 363/11، رقم: 20749، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: 429/5، رقم: 2092، الاعتقاد للبیھقی: 215/1، الترغیب والترھیب للمنذری: 159/3، رقم: 3486، الفتن لنعیم بن حماد: 591/2، رقم: 1644، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 230/2، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء لابی نعیم الصبھانی: 218/13، شرح السنۃ للبغوی: 397/14، رقم: 4201، شعب الایمان للبیھقی: 97/6، رقم: 7598، مسند ابی یعلی: 82/13، رقم: 7155، مسند الشامین للطبرانی: 208/4، رقم: 3115، معجم لابن الاعرابی: 50/1، رقم: 54، معجم لابن عساکر: 388/1، رقم: 469

حضروا حتّٰی اذا کادوا یرون شعاع الشمس قال الذی علیھم: ارجعو فستعفرونہ غدًا ان شاء اللّٰہ و یستثنیٰ فیحودون الیہ و ھو کھیئۃ حین ترکوہ فیحفرونہ و یخرجون علی الناس فینشفون المیاہ و یتحصن الناس منھم فی حصولھم فیرمون بسھامھم الی السماء فترجع و علیھا کھیئۃ الدّم فیقولون :قھرنا اھل الارض و علونا اھل السماء فیبعث اللّٰہ علیھم نفقا فی اقفائھم فیقتلھم بھا قال: فقال رسول اللّٰہ ﷺ: والذی نفسی بیدہٖ ان دواب الارض لتسمن شکرًا من لحومھم و دمائھم.''

''بلاشبہ یاجوج ماجوج ہر روز (حضرت ذوالقرنین علیہ السلام بادشاہ کی تعمیر کردہ) دیوار کو کھودتے ہیں حتیٰ کہ سورج کی شعاعیں (دیوار توڑ کر) دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان کا نگران کہتا ہے، واپس چلو باقی کل کھودیں گے تو کل تک وہ دیوار پہلے سے بھی مضبوط ہو چکی ہوتی ہے (اور یہ سلسلہ روزانہ جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ جب ان کے خروج کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان کو چھوڑنے کا ارادہ کرے گا تو پھر وہ ایک دن اسے انتہائی آخر تک کھود چکے ہوں گے تو ان کا نگران کہے گا چلو باقی کل کھودیں گے ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا اس سے پہلے وہ ان شاء اللہ نہیں کہیں گے) کل جب وہ آئیں گے تو دیوار اسی طرح ہوگی۔ جس طرح کھودی ہوئی وہ کل چھوڑ کر گئے تھے۔ پھر وہ اسے کھود کر لوگوں پر نکل آئیں گے، سارا پانی پی جائیں گے، لوگ قلعہ بند ہو جائیں گے تو یاجوج ماجوج

آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ خون آلود حالت میں نیچے گرائے گا تو وہ کہیں گے کہ ہم آسمان اور زمین والوں (سب پر) غالب آگئے ہیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے زمین کے جانور ان کا خون اور گوشت کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔''(۱)

ایک تیسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فتح اليوم من ردم ياجوج و مأجوج مثل موضع الدرهم.

''آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں ایک درہم برابر سوراخ ہو چکا

---

۱. سنن الترمذی: 165/5، رقم: 3153، مسند احمد بن حنبل: 369/16، رقم: 10632، سنن ابن ماجة: 207/5، رقم: 4080، السنن الواردة فی الفتن للدانی: 1205/6، رقم: 666، صحیح ابن حبان: 242,243/15، رقم: 6829، المستدرك علی الصحیحین للحاكم: 534/4، رقم: 8501، كنز العمال فی سنن الاقوال للهندی: 339,340/14، رقم: 38869، جامع الاصول فی الاحادیث الرسول لابن الاثیر: 233/2، رقم: 710، جامع الاحادیث للسیوطی: 405/9، رقم: 8689، سلسلة الاحادیث الصحیحة للألبانی: 234/4، رقم: 1735، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: یہ روایت حسن غریب ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بخاری اور مسلم کی شروط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سنن ابن ماجہ کی تحقیق میں اور سلسلہ احادیث الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح شعیب آرنؤوط نے بھی اس روایت کی سند کو مسند احمد بن حنبل کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے۔

ہے۔"(۱)

مذکورہ بالا احادیث اور زبان نبوت سے نکلے ہوئے مستند الفاظ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ سد ذوالقرنین تعمیر ہو چکی ہے اور اس کے پیچھے ابھی تک یاجوج ماجوج قید ہیں جو روزانہ اس دیوار کو منہدم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ ابھی تک وہ ناکام ہیں۔ بدیں صورت موصوف کی رائے ان مذکورہ احادیث کے خلاف آتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔

2۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر موصوف کی رائے سے اتفاق کر لیا جائے تو یاجوج ماجوج کے متعلق اس نظریے کو اپنانا پڑتا ہے کہ یاجوج ماجوج ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے اگر پیدا ہو چکے ہیں تو ان کو قید کرنے کے لئے ابھی تک دیوار تعمیر نہیں ہوئی اور اگر ان کی پیدائش کے بعد ابھی تک ان کے سامنے سد ذوالقرنین کی رکاوٹ تسلیم نہ کی جائے تو لازم آتا ہے کہ ان کا خروج ہو چکا ہے۔ گزشتہ پہلی وجہ کے ذیل میں مذکورہ تین احادیث میں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یاجوج ماجوج پیدا ہو چکے ہیں اور ان کا خروج صرف قرب قیامت ہی ہوگا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث سے یہ بات واضح ہے۔

حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور پوچھا کیا گفتگو چل رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان،

۱۔ مسند احمد بن حنبل: 405,406/45، رقم: 27416، شعیب آرنؤوط نے اس روایت کی سند کو مسند احمد بن حنبل کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے۔

والدجال، والدابة، و طلوع الشمس من مغربها، و
نزول عیسیٰ بن مریم، و یأجوج و مأجوج، و ثلاثة
خسوف: خسف بالمشرق، و خسف بالمغرب، و
خسف بجزیرة العرب، وآخر ذلك نار تخرج من الیمن
تطرد الناس الی محشرھم."

''قیامت ہرگز قائم نہیں ہوگی آپ نے دھوئیں، دجال، جانور کے
نکلنے، سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے، عیسیٰ بن مریم
کے تشریف لانے، یاجوج ماجوج کے نکلنے، تین بار زمین کے دھنسنے:
ایک بار مشرق میں، ایک بار مغرب میں اور ایک بار جزیرہ عرب میں
دھنسنے کا ذکر کیا اور ان دس میں آخری نشانی کا ذکر فرمایا کہ آگ یمن
کی طرف سے نکلے گی وہ لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف ہانک کر لے
جائے گی۔''(۱)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یاجوج ماجوج کے خروج کا شمار عین
قرب قیامت کی دس بڑی نشانیوں میں ہوتا ہے۔ بدیں وجہ موصوف کی رائے سے ہرگز
اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

3۔ اگر قرآن میں مذکور قصہ ذوالقرنین کا مطالعہ کیا جائے تو ہر قاری اس بات کو بخوبی

۱. صحیح مسلم: 2225/4، رقم: 39,2901، مسند احمد بن حنبل: 63/26، رقم: 16141، مشکوٰۃ المصابیح: 186/3، رقم: 5464، صحیح ابن حبان: 200,201/15، رقم: 6791، مسند الحمیدی: 75/2، رقم: 849، أخبار المکة للفاکھی: 12/4، رقم: 2349، جامع الاصول فی أحادیث الرسول لابن الاثیر: 405/10، شرح السنة للبغوی: 45/15، رقم: 4250

جان لیتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام وہ شخص ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہود ونصاریٰ بھی کافی معلومات رکھتے تھے اور اسی لقب ذوالقرنین کے ساتھ ان میں مشہور تھے جس طرح کہ ان کے سوال کے الفاظ وضاحت کرتے ہیں:

"و یسئلونك عن ذی القرنین."

ترجمہ: "آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کرر ہے ہیں۔"

پھر جب قرآن نے جواباً قصہ ذوالقرنین کو بیان کیا تو قصہ کے الفاظ اور سورۃ الکہف کا سیاق وسباق بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ الفاظ قصہ سے کسی آئندہ آدمی کی آمد کی پیشین گوئی کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ کسی ماضی میں گزرے ہوئے کسی انسان کا ذکر ہو رہا ہے۔ مزید سیاق وسباق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ یہود کے کہنے پر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام سے قبل بھی دو سوال کر چکے تھے۔

(۱) اصحاب الکہف کے متعلق

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق

یہ دونوں واقعات زمانہ ماضی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب ان کا تیسرا سوال بھی ایک ایسے انسان کے متعلق تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزر چکا تھا۔

اب اگر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی آمد قرب قیامت ہوتی تو قرآن کو اپنا اسلوب بدلنا چاہیے تھا کہ ماضی کے صیغوں کے علاوہ فعل مضارع کے صیغوں سے مستقبل کا حال بیان کرنا مناسب بلکہ ضروری امر تھا کیونکہ جب سوال کا جواب دیا جاتا ہے تو دبے الفاظ میں جواب بغیر کسی قرینہ وقیاس کے بھی مناسب نہیں ہے جو کہ سراسر قرآن کے اسلوب کے خلاف ہے کیونکہ قرآن ہر بات کو کھول کر اور واضح کر کے بیان کرتا ہے۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ:

اس تیسری مذکورہ وجہ کے دوران مطالعہ قارئین کرام کے اذہان میں یہ شبہہ بھی جنم لے سکتا ہے کہ قرآن میں تو اکثر اوقات قیامت کا ذکر بھی ماضی کے صیغوں سے کیا گیا ہے حالانکہ قیامت کا تعلق مستقبل سے ہے۔

قارئین کرام! یہ سوال دوران تحریر ہمارے ذہن میں بھی گردش کر رہا تھا اس لئے ہم نے احتیاطاً قرینہ وقیاس کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ تذکرہ قیامت میں صیغہ ماضی کے ذکر کی مفسرین نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ روز قیامت کا قیام اس قدر یقینی امر ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں اس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور وہ اپنے فیصلے کے کبھی خلاف نہیں کرتا اس لئے ماضی کے صیغوں کے ذکر کرنے سے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ جن وانس اس کو یوں ہی سمجھ لیں کہ وہ دن قائم ہو چکا۔

دوسری بات قیامت کے تذکرے میں صیغہ ماضی سے ہرگز ہم استدلال نہیں کر سکتے کہ قیامت کا دن ماضی میں گزر چکا ہے کیونکہ مستقبل میں اُس کے رونما ہونے کے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص شرعیہ کے واضح اور واشگاف الفاظ اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ قیامت کا تعلق واقعات مستقبل کے ساتھ ہے لیکن قصہ ذوالقرنین میں یہ مؤقف ہرگز نہیں اپنایا جا سکتا کیونکہ وہاں دوسری کوئی شرعی دلیل ہمارے پاس موجود نہ ہے جس میں یہ واضح ہو کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی آمد قرب قیامت ہوگی اور ان کا تعلق علامات قیامت سے ہے۔

ایک اور انداز تحقیق:

اب ہم موصوف کی اس تحقیق کو ایک دوسرے پہلو سے چیک کرتے ہیں اور ان کی تحقیق کو اس میزان کے ترازو میں رکھتے ہیں جس کے ذریعے شریعت اسلامیہ کے مسائل

کا حل پیش کیا جاتا ہے اور وہ شریعت کے چار مصادر ہیں۔

1۔ قرآنِ پاک
2۔ احادیثِ صحیحہ
3۔ اجماعِ اُمت
4۔ اجتہاد و قیاس

قرآنِ پاک:

قرآن حکیم کے کسی ایسے مقام سے یہ بات واضح نہیں ہو رہی ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی آمد قربِ قیامت ہو گی بلکہ اس کے برعکس قرآن نے ان کا ذکر خیر ایک گزرے ہوئے انسان کی صورت میں کیا ہے۔

احادیث صحیحہ:

کتب احادیث کے پورے مجموعے میں یہ بات ڈھونڈنے سے نہیں ملتی بلکہ ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کسی ضعیف حدیث میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام قربِ قیامت تشریف لائیں گے۔ حالانکہ یہ بات قابل غور ہے کہ اگر واقعی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام قربِ قیامت تشریف لائیں گے تو جہاں احادیث میں، دجال کے خروج، حضرت مہدی علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ کا نزول مبارک علیہ السلام۔ حجاز کی سرزمین سے آگ کا نکلنا۔ تین جگہ سے زمین کا دھنس جانا۔ فرات سے سونے کا پہاڑ نکلنا اور مکہ کی سرزمین میں ایک جانور کا نمودار ہونا اور اس طرح کی دوسری بے شمار علامات قیامت کا بیان کتب احادیث میں بالتفصیل وارد ہوا ہے اگر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی آمد قربِ قیامت ایک صالح حکمران کی صورت میں ہوتی تو ضرور کتب احادیث میں ان کا بھی ذکر ہوتا حالانکہ اس طرح کی کوئی بات کتب احادیث کے اوراق ہمارے سامنے رکھنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔

اجماعِ اُمت:

شریعت اسلامیہ کے مسائل کے حل کا تیسرا مصدر اجماع امت ہے اس کی حجت کو تسلیم کرنا بھی ہر مسلمان کے لئے لازم امر ہے۔ یہاں ہم ضمناً عرض کئے دیتے ہیں کہ اجماع اُمت اس مصدرِ شرعی کا نام ہے کہ کسی مؤقف اور نظریہ کے ثبوت کے لئے واضح طور پر ادلۂ شرعیہ میں کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ مگر اسی نظریہ اور مؤقف پر علمائے امت کا اتفاق ہو جائے۔ اسے اجماع امت کا نام دیا گیا ہے۔ جس کی امثلہ درج ذیل ہیں:

ا۔ امت محمدیہ کا سب سے پہلا اجماع، خلافت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے جس کے ثبوت کے لئے نصوص شرعیہ میں کوئی واضح نص موجود نہ تھی۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اتفاق رائے کر لینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل برحق تھی کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لایجمع اللّٰہ امتی علی ضلالۃ"

"اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔"(۱)

۱۔ سنن ابی داؤد: 158/4، رقم: 4255، سنن الترمذی: 36/4، رقم: 2167، سنن ابن ماجۃ: 1303/2، مسند احمد بن حنبل: 200/45، رقم: 27224، مشکوٰۃ المصابیح: 37/1، رقم: 173، المصنف لابن ابی شیبۃ: 516/7، رقم: 37670، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 202/1، رقم: 399، المعجم الکبیر للطبرانی: 239/17، رقم: 665، الابانۃ الکبریٰ لابن بطۃ: 331/1، رقم: 184، السنۃ لابن ابی عاصم: 41/1، رقم: 83، السنن الواردۃ فی الفتن للدانی: 747/3، المخلصیات لابی الطاھر: 167/3، رقم: 2240، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 196/9، رقم: 6761، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم اصبھانی: 37/3، شرح اصول اعتقاد أھل السنۃ للألکائی: 122/1، رقم: 136، شرح السنۃ للبغوی: 214,215/1، رقم: 105، شعب الایمان للبیھقی: 67/6، رقم: 7517، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للألبانی: 405/3، رقم: 1331، کنز العمال فی سنن الاقوال للھندی: 156/12، رقم: 34461، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للھیثمی: 218,219/5، رقم: 9107

2۔ آج دورِ حاضر کے قریب اس مسئلہ پر اُمت مسلمہ اتفاق کر چکی ہے کہ قادیانی ہر دو گروپ لاہوری، قادیانی کافر ہیں جن کے عقائد ونظریات سے بالاتر رہ کر ہم یہ عرض کر رہے ہیں کہ قادیانیوں کے متعلق، کہیں قرآن وحدیث میں یہ الفاظ مذکور نہیں کہ ''قادیانی کافر'' ہیں جبکہ ان کے بے شمار عقائد ونظریات قرآن و حدیث کے خلاف ہیں اور وہ اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں جس پر ایمان رکھنا ہر مومن ومسلمان کے بنیادی عقائد میں شامل ہے تو ان تمام دلائل کی روشنی میں ان کے کفر پر امت مسلمہ کا اجماع اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ قادیانی ہر دو گروہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق اُمت محمدیہ کبھی گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی۔

اب ہم موصوف کی رائے کا اجماع امت کے ترازو میں وزن کرتے ہیں تو اس بات کی حقیقت مکمل طور پر بے نقاب ہو کر ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے کہ اجماع امت بھی موصوف کی رائے سے اتفاق نہیں کر رہا۔

بلکہ اس کے برعکس یہ ایک تاریخی مسلمہ حقیقت ہے کہ ہارون یحییٰ سے قبل اور آج تک علمائے امت کا اس رائے میں اتفاق ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ماضی کے عظیم فاتح کا نام ہے۔ اسلامی تاریخ کی ابتداء سے لے کر آج تک کسی دور کے علماء اور دیگر مذہبی سکالرز نے یہ رائے اختیار نہیں کی ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت کا تعلق علامات قیامت سے ہے۔ حالانکہ علامات قیامت کے بیان کے متعلق علمائے امت کی مستقل کتب بھی ہیں اور کتب احادیث میں علامات قیامت کا ایک تفصیلی باب بھی ہوتا ہے لیکن اس رائے کی طرف اشارہ تک کسی مذہبی سکالر نے نہیں کیا ہے۔ بدیں صورت پھر ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ موصوف کا حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق نظریہ ونکتہ نظر اجماع امت کے بھی خلاف آتا ہے۔

اجتہاد و قیاس:

مصادر شرعیہ میں چوتھا اور آخری مصدر اجتہاد و قیاس ہے۔ جس کی طرف اس وقت رجوع کیا جاتا ہے جب سابقہ مصادر ثلاثہ قرآن، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے مسئلے کا حل نہ ملے۔ اس میں بھی آج امت مسلمہ کافی افراط و تفریط کا شکار ہے بعض حضرات اس قیاس کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ اگر ان کے ہم نظریہ اور طبقے کے اہل علم اور مذہبی سکالرز کا اجتہاد واضح طور پر نصوص شرعیہ کے خلاف بھی آتا ہو تو وہ بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن واحادیث اور اجماع امت کی مخالفت برداشت کر لیتے ہیں لیکن وہ اپنے عالم کے اجتہاد و قیاس کے ذریعے قائم کردہ نظریے کو ٹھیس پہنچانا جائز نہیں سمجھتے۔

لیکن دوسری طرف بعض حضرات نے انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس گروہ کی اس قدر مخالفت کی ہے کہ وہ اجتہاد و قیاس سے ویسے ہی کنارہ کشی کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ اس نکتہ نظر میں راہ اعتدال یہ ہے کہ اجتہاد و قیاس کو مصدر شرعیہ میں ایک مقام و مرتبہ اور اس کی اہمیت ضرور ہے کیونکہ امت مسلمہ اگر اس کی کلی طور پر انکار کر جائے تو جو آج دور جدید میں مسلمانوں کو مسائل در پیش آرہے ہیں تو ان مسائل کا پھر شریعت اسلامیہ کے دلائل سے حل پیش کرنا ایک ناممکن امر بن جائیگا۔

حالانکہ اجتہاد و قیاس کے متعلق سلف صالحین اور محدثین کا منہج یہ ہے کہ جو قیاس و اجتہاد مصادر شرعیہ قرآن، احادیث صحیحہ اجماع امت کے خلاف آئے گا اس کو رد کر دیا جائے گا اس لئے کہ قیاس واجتہاد عین کتاب وسنت کے مطابق ہونا چاہیے۔

قیاس واجتہاد کے متعلق اس مذکورہ تفصیلی تمہید کو ہم نے اس لئے رقم کیا ہے کیونکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق ہارون یحییٰ کی رائے کا تعلق بھی قیاس واجتہاد ہی سے ہے۔

موصوف کا اجتہاد درج ذیل وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے۔

1۔ یہ اجتہاد واضح طور پر قرآن، احادیث صحیحہ، اجماع امت کے مخالف آتا ہے۔

2۔ اور دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق اس نکتۂ نظر کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے نہ کہ اس کا تعلق مسائل فقہیہ کے ساتھ۔ کیونکہ جن امور کا تعلق عقائد سے ہو ان کا صرف قرآن و احادیث صحیحہ اور اجماع امت ہی سے حل پیش کیا جائے گا۔ ہر عقیدے کے متعلق کسی بھی نظریہ پر ہر مسلمان کے پاس قرآن، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے واضح دلیل ہونی چاہیے اس میں غیر شرعی اجتہاد و قیاس اور دیگر تخمینہ آرئیاں کرنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

ہارون یحییٰ کے دلائل کا تجزیہ:

اب ہم آخر میں ان دلائل کا جائزہ لینا مناسب سمجھتے ہیں۔ جو ہارون یحییٰ کی تحقیق کی بنیاد ہیں ان کو اگر خلاصہ کلام کے طور پر ذکر کیا جائے تو ہم یوں نقل کر سکتے ہیں:

1۔ قیامت کے قریب ایک عادل حکمران کی حکومت ہو گی۔ ان کا سیٹلائٹ کے ذریعے مشرق و مغرب کے تمام ممالک سے رابطہ ہو گا ان کے پاس ماہر معمر ہوں گے وہ ایک باصلاحیت، بااقتدار اور نیک حکمران ہو گا۔ احادیث کے مطابق انہی صفات کا مالک حکمران قرب قیامت آئے گا قرآن میں مذکور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام پر یہ تمام صفات چسپاں ہوتی ہیں۔

قارئین کرام! ایک لحاظ سے تو موصوف کی پوری تحقیق تخمینہ آرائیوں پر مشتمل ہے لیکن اس پوری تحقیق میں جس دلیل کو انہوں نے اپنی تحقیق کی بنیاد بنایا ہے۔ وہ احادیث میں مذکور قرب قیامت ایک عادل و بااقتدار حکمران کی حکومت ہے پھر اپنے ذہنی مفروضات

کے ذریعے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو اس حکمران کا مصداق ٹھہرادیا ہے۔

لیکن کتب احادیث کا تفصیلی مطالعہ اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ ان کی تحقیق کی بنیادی دلیل ہی درست نہ ہے کیونکہ قرب قیامت آنے والے حکمران کا تذکرہ کتب احادیث میں نام لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیده لیوشكن ان ینزل فیكم ابن مریم حكما عدلا فیكسر الصلب، و یقتل الخنزیر، و یضع الجزیة، و یفیض المال حتی لا یقبله أحد، حتی تكون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها، ثم یقول أبو هریرة: فاقرؤوا ان شئتم (وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ)الآیة.

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے کہ ابن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) تمہارے درمیان ایک عادل حکمران کے طور پر نازل ہوں گے وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی ریل پیل ہوگی کہ اسے لینے والا کوئی نہیں ملے گا حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔'' پھر حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو:'' اہل کتاب کا ہر فرد ان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لے آئے

گا۔‘‘(۱)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

واللّٰہ! لینزلن ابن مریم حکما عادلا، فلیکسرن الصلب، ولیقتلن الخنزیر، ویضعن الجزیة، ولیترکن القلاص، فلا یسعیٰ علیها، ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد. ولیدعون الی المال فلا یقبله أحد.‘‘

’’اللہ کی قسم! ابن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) حاکم عادل کی حیثیت

۱. صحیح بخاری: 82/3، رقم: 2222، صحیح مسلم: 135/1، رقم: 242، سنن الترمذی: 77/4، رقم: 2233، مسند احمد بن حنبل: 108/13، رقم: 7679، مشکوٰة المصابیح: 195/3، رقم: 5505، صحیح ابن حبان: 230/15، رقم: 6818، مسند ابن الجعد: 420/1، رقم: 2867، المصنف عبد الرزاق: 399/11، رقم: 20840، السنن الکبریٰ للبیهقی: 180/9، رقم: 18395، جامع معمر بن راشد: 399/11، رقم: 20840، الایمان لابن منده: 512/1، رقم: 407، السنن الواردة فی الفتن للدانی: 1235/6، رقم: 685، الفتن لنعیم بن حماد: 574/2، رقم: 1604، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 327/10، رقم: 7831، شرح السنة للبغوی: 80,81/15، رقم: 4275، شرح مشکل الآثار للطحاوی: 99/1، رقم: 103، مسند ابی داوٗد للطیالسی: 61/4، رقم: 2416، معجم لابن عساکر: 503/1، رقم: 616، معرفة السنن والآثار للبیهقی: 244/9، رقم: 13015، کنز العمال فی سنن الاقوال للهندی: 332/14، رقم: 38842

سے نازل ہوں گے وہ صلیب توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے۔
جزیہ موقوف کر دیں گے جوان اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی، ان سے کوئی
کام نہیں لیا جائے گا عداوت ورنجش اور باہمی بغض و حسد جاتا رہے گا وہ
مال کی طرف بلائیں گے لیکن اسے کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔"(۱)

مذکورہ دونوں احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قربِ قیامت ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تشریف لانے والے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک ذات ہوگی نہ کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام۔

اسی طرح ایک دوسرے حکمران کا تذکرہ بھی کتب واحادیث میں موجود ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يخرج في آخر امتي المهدي، يسقيه الله الغيث، و تخرج الأرض نباتها و يعطي المال صحاحا و تكثر الماشية و تعظم الأمة يعيش سبعاً أو ثمانياً (يعني حججا).''

''میری آخری امت میں مہدی کا ظہور ہوگا اللہ اسے بارش سے سیراب فرمائے گا زمین اپنی نباتات اگائے گی وہ مال کی صحیح صحیح تقسیم

---

۱. صحيح مسلم: 136/1، رقم: 243,155، مشكوٰة المصابيح: 196/3، رقم: 5506، الايمان لابن المندة: 514/1، رقم: 412، جامع الاصول في احاديث الرسول لابن الاثير: 327/10، رقم: 7831، شرح السنة لبغوى: 82/15، رقم: 4276، مسند ابي عوانة: 98/1، رقم: 313، جامع الاحاديث للسيوطي: 435/22، رقم: 25250، كنز العمال في سنن الاقوال للهندي: 332/14، رقم: 38841

کرے گا مویشی بکثرت ہوں گے امت عظیم ہو جائے گی اور وہ سات یا آٹھ سال تک زندہ رہے گا۔"(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

لا تقوم الساعة حتى تمتلئ الأرض ظلما و عدوانا، قال: ثم يخرج من عترتي أو من أهل بيتي يملؤها قسطا و عدلا كما ملئت ظلما و عدوانا.

"قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ روئے زمین ظلم و زیادتی سے بھر جائے گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میری نسل یا اہل بیت میں سے (ایک آدمی) نکلے گا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح یہ ظلم و جور سے بھری پڑی تھی۔"(۲)

---

۱. سنن ابن ماجة: 1366/2، رقم: 4083، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 601/4، رقم: 8673، سلسلة الاحاديث الصحيحة للألباني. 210/2، رقم: 711، كنز العمال في سنن الاقوال للهندي: 273/14، رقم: 38700، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ اور اسی طرح اس روایت کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سلسلہ احادیث الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے۔

۲. مسند احمد بن حنبل: 321/17، رقم: 11223، 416/17، رقم: 11313، صحيح ابن حبان: 236/15، رقم: 6823، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 600/4، رقم: 8669، مسند ابی یعلی: 274/2، رقم: 987، حلية الاولياء و طبقات الاصفياء لابی نعيم: 101/3، سلسلة الاحاديث الصحيحة للألباني: 103/4، كنز العمال في سنن الاقوال للهندي: 266/14، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سلسلہ احادیث الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے، شیخ حسین سلیم اسد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو مسند ابی یعلی کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے اور اسی طرح شعیب ارنؤوط نے بھی اس روایت کو مسند احمد بن حنبل اور صحیح ابن حبان کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے۔

کچھ قریب قریب الفاظ میں ابوداؤد میں یوں روایت مذکور ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ألمهدی منی أجلی الجبهة أقنی الأنف يملأ الأرض قسطا و عدلا كما ملئت ظلما و جورا و يملك سبع سنين."

''مہدی میری اولاد سے ہوگا چوڑی پیشانی اور باریک مگر لمبی ناک والا ہوگا وہ زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وطغیان سے بھر دی گئی تھی اور وہ سات سال تک حکومت کرے گا۔''(۱)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ قرب قیامت آنے والے دو حکمران سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام ہوں گے یہاں اس شبہ کا ازالہ ہم اپنی بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مذکورہ بالا احادیث کے پڑھنے کے بعد یہ شبہ قارئین کے اذہان میں ضرور جنم لے گا کہ بعض احادیث میں قرب قیامت میں آنے والے حکمران کا نام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بتایا گیا ہے اور بعض احادیث میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر ایک عادل حکمران کی صورت میں کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! یہ احادیث بظاہر ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہوتی ہیں لیکن

---

۱. سنن ابی داؤد: 174/4، رقم: 4287، مشکوٰۃ المصابیح للخطیب التبریزی: 184/3، رقم: 5454، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 331/10، رقم: 7836، شرح السنة للبغوی: 86/15، رقم: 4280، الجامع الصغیر و زیادہ للالبانی: 1169/1، رقم: 11682، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سنن ابی داؤد اور جامع الصغیر کی تحقیق میں حسن قرار دیا ہے۔

حقیقتاً ان احادیث میں تعارض نہیں ہے۔ علمائے محدثین نے ان روایات میں تطبیق یوں بیان کی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام بھی قرب قیامت ایک نیک عادل حکمران کی صورت جنم لیں گے اور سات سال تک حکومت کریں گے لیکن اس وقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ابھی نزول نہیں ہوا ہوگا پھر ان کے دور حکومت ہی میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کی ایک مسجد کے مینار پر نزول ہوگا اور پھر حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد ان کا دور خلافت شروع ہو جائے گا اور یہ قیامت کے سب سے آخری حکمران ہوں گے اور ان کے دور حکومت کی مدت کے متعلق کتب احادیث میں دو طرح کے مختلف الفاظ منقول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فیبعث اللّٰہ عیسیٰ بن مریم کأنہ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیھلکہ ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ، ثم یرسل اللّٰہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقیٰ علی وجہ الأرض أحد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر أو ایمان الا قبضتہ حتی لو أن أحدکم دخل فی کبد جبل لدخلتہ علیہ حتی تقبضہ."

"پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو نازل فرما دیں گے گو کہ وہ عروہ بن مسعود(۱) ہیں اور وہ دجال کو ڈھونڈ کر قتل کریں گے پھر لوگ سات سال تک زندہ رہیں گے حتیٰ کہ دو شخصوں کے درمیان بھی عداوت نہیں ہوگی پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے

۱۔ یہ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی کا نام ہے جو کہ کتب سیر میں عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کے نام سے زیادہ معروف ہیں اور یہ وہی شخص ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کی طرف سے سفیر بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

جو ہر اس آدمی کی روح قبض کرے گی جس کے دل میں رائی برابر بھی خیر یا ایمان ہوگا اور اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی سرنگ میں بھی گھس جائے گا تو یہ ہوا وہاں پہنچ کر اس کی روح قبض کرے گی۔"(۱)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فیمکث اربعین سنةً، ثم یتوفیٰ، ویصلی علیه المسلمون."

ترجمہ: "البتہ وہ (حضرت عیسیٰ) چالیس سال تک ٹھہریں گے پھر فوت کر دیے جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔"(۲)

---

۱. صحیح مسلم: 2258/4، رقم: 116، 2940، مسند احمد بن حنبل: 113æ114/11، رقم: 6555، مشکوٰة المصابیح: 199/3، رقم: 5520، صحیح ابن حبان: 350/16، رقم: 7353، السنن الکبریٰ للنسائی: 316/10، رقم: 11565، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 586/4، رقم: 8632، الایمان لابن مندة: 958/2، رقم: 1061، الاعتقاد للبیهقی: 213/1، السنن الواردة فی الفتن للدانی: 1288/6، رقم: 725، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 417/10، رقم: 7938، شعب الایمان للبیهقی: 308/1، رقم: 351، جامع الاحادیث للسیوطی: 71/24، رقم: 26652، کنز العمال فی سنن الاقوال للهندی: 298/14، رقم: 38745

۲. سنن ابی داوٗد: 201/4، رقم: 4326، مسند احمد بن حنبل: 398/15، رقم: 9632، 154/15، رقم: 9270، صحیح ابن حبان: 233,234/15، رقم: 6821، مسند بزار: 54/17، رقم: 9574، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 651/2، رقم: 4163، الشریعة للآجری: 1321/3، رقم: 888، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 327/10، رقم: 7831، شرح السنه للبغوی: 80,81/15، رقم: 4275، التمهید لابن عبد البر: 201/14، جامع الاحادیث للسیوطی: 44/11، رقم: 10214، مسند اسحاق بن راهویة: 124/1، رقم: 43، سلسلة الاحادیث الصحیحة للألبانی: 181/5، رقم: 2182، کنز العمال فی سنن الاقوال للهندی: 333/14، رقم: 38843

اوپر ذکر کردہ روایات میں سے ایک روایت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دورِ حکومت کی مدت سات سال ہے اور دوسری روایت میں چالیس سال کے الفاظ مذکور ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان روایات میں تطبیق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هكذا وقع في الحديث: أنه يمكث أربعين سنة، وثبت في صحيح مسلم عن عبد الله بن عمرو أنه يمكث في الأرض سبع سنين، فهذا مع هذا مشكل، اللهم الا اذا حملت هذه السبع على مدة اقامته بعد نزوله، وتكون مضافة الى مدة مكثه فيها قبل الى السماء، وكان عمره اذ ذاك ثلاثا و ثلاثين سنة على المشهور، والله أعلم."

"یہ بات حدیث میں وارد ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ٹھہریں گے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول روایت سے یہ ثابت ہے کہ وہ زمین پر سات سال تک قیام فرمائیں گے۔ ان دونوں احادیث کو جمع کرنا ایک مشکل امر ہے (لیکن ہمارے نزدیک ایک تطبیق یوں ہو سکتی ہے۔) پیدائش سے لے کر موت تک کل چالیس سال تک زمین پر اقامت کریں گے جن میں سے تینتیس سال گزار کر وہ آسمان پر اٹھائے جا چکے ہیں اور باقی سات سال وہ قیامت سے پہلے دوبارہ نازل ہونے کے بعد پورے کریں گے۔"(1)

لیکن امام سفارینی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی اس تطبیق سے

---

1. النهاية في الفتن والملاحم لابن كثير: 193/1

اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لیس بشئی لما مر من حدیث عائشة عند الامام أحمد و غیرہ (فیقتل الدجال، ثم یمکث عیسیٰ فی الأرض أربعین سنة)''

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے نقل فرمایا ہے۔ ''پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد وہ زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے۔'' اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس (تطبیق) کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔''

پھر اس کے بعد انہوں نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حکایت نقل کی ہے:

''أنه اعتمد روایة ''أربعین'' کما نقل السیوطی أنه ذهب الی ترجیحها، لأن زیادة الثقة یحتج بها، و لأنهم یأخذون بروایة الأکثر و یقدمونها علی روایة الأقل لما معها من زیادة العلم، و لأنه مثبت والمثبت مقدم.''

''انہوں نے أربعین والی روایت پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ انہوں نے امام سیوطی کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی اسی روایت کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ ثقہ راوی کی زیادت سے دلیل لی جائے گی اور اکثر روایت کو قلیل روایت پر مقدم کیا جائے گا کہ جب ان میں معلومات زیادہ ہوں اور اسی طرح مثبت کو بھی (منفی پر) مقدم کیا جاتا ہے۔''(۱)

۱. لوامع الأنوار البهیة للسفارینی: 99/2، بحوالة اشراط الساعة لعبداللّٰه بن سلیمان الغفیلی: 117,118/1

علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

"ان القليل لا ينافي الكثير."

"قلیل چیز کثیر کے منافی نہیں ہوتی۔"(۱)

ضمناً ایک شبہے کے ازالے کی تفصیل رقم کرنے کے بعد اب ہم اپنی اصل بحث کی طرف پلٹتے ہیں کہ ہارون یحییٰ اپنے مؤقف میں اپنی بنیادی دلیل ہی میں غلطی پر ہیں کیونکہ وہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو قرب قیامت آنے والے نیک حکمران کا مصداق ٹھہرا رہے تھے۔

حالانکہ ہم نے گزشتہ صفحات میں کثیر ادلہ شرعیہ کی روشنی میں یہ واضح کر دیا ہے کہ قرب قیامت نیک اور صالح حکمران کا تذکرہ، کتب احادیث میں بڑی صراحت کے ساتھ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام کی صورت میں کیا گیا ہے اور ان کتب تفاسیر اور احادیث میں کہیں ہمیں اشارہ تک نہیں ملتا کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام قیامت کے قریب تشریف لانے والے ایک نیک حکمران ہوں گے۔ یوں پھر ہم اب بڑے واضح الفاظ اور باوثوق انداز میں اس باب کے آخر میں اپنا مؤقف رقم کر سکتے ہیں:

ہارون یحییٰ کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق تحقیق کرنے میں غلطی لگی ہے، جس کی وجہ ان کے مؤقف کا زیادہ تر اعتماد تخمینہ آرائی اور ان کے اپنے ذہنی مفروضات پر مبنی ہیں۔ بدیں وجہ ہمیں ان کے مؤقف سے قطعاً اتفاق نہیں ہے۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام جو کئی ہزار ہا صدیاں گزرے ہوئے بنی اسرائیل کے ایک نیک حکمران تھے اُن کا قصہ سورۃ الکہف میں بالتفصیل مذکور ہے۔

واللہ اعلم بالصواب!

---

۱ الاشاعة لأشراط الساعة للشريف محمد بن رسول البرزنجي 304، بحوالة اشراط الساعةلعبدالله بن سليمان الغفيلي 118/1

باب ۷

یاجوج وماجوج
کے حالات وواقعات پر ایک نظر

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے متعلق تحقیق کرتے وقت یاجوج ماجوج کی تحقیق ایک لازمی امر ہے کیونکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے ساتھ یاجوج ماجوج کا گہرا تعلق ہے۔ یہی وہ ظالم قوم تھی جس کے شر سے لوگوں کو محفوظ کرنے کے لئے انہوں نے ایک تاریخ ساز سد تعمیر کی۔ یہ انتہائی ظالم قوم مسلسل بنی نوع انساں کو اپنے شر و فساد کا نشانہ بنا رہی تھی۔ قرآن وسنت میں ان کی صفات کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ علامات قیامت کی بڑی علامات میں ایک نشانی یاجوج ماجوج کا خروج ہی ہے۔ جو اہل زمین کے لئے ایک خوفناک فتنہ ہوگا۔ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کر چکے ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجیں گے کہ میرے نیک بندوں کو لے کر آپ کوہِ طور کی جانب چلے جایئے اور اس کے دامن میں محصور ہو جائیں۔ کیونکہ اب میں ایک ایسی قوم کو چھوڑنے والا ہوں جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت تم میں نہیں ہے۔ دوسری طرف یاجوج ماجوج کا یہ حال ہوگا کہ شروع دن سے جب وہ قید کئے گئے تھے۔ روزانہ سد ذوالقرنین کی نقب زنی میں مصروف عمل ہیں اور اس کام میں ان کا قصہ کچھ اس طرح ہے کہ جب دن کا

تھوڑا سا حصہ رہ جاتا ہے اور سورج غروب ہونے لگتا ہے۔ وہ دیوار میں کافی سوراخ کر چکے ہوتے ہیں تو ان کا امیر ان کو واپسی کا حکم دے دیتا ہے کہ اب چلو باقی کام کل کریں گے لیکن اگلے دن دیوار سابقہ دن سے زیادہ مضبوط ہو چکی ہوتی ہے۔ اب پھر جب ان کے خروج کا وقت مقرر آ چکا ہوگا تو وہ ایک دن دیوار میں کافی سوراخ کر چکے ہوں گے ادھر سے سورج ڈھلنے لگے گا تو ان کا امیر ان سے کہے گا چلو اب واپس جاتے ہیں باقی کام ''ان شاء اللہ'' کل کریں گے اس سے قبل وہ روزانہ ''ان شاء اللہ'' کا لفظ کہنا بھول رہے تھے۔ اب پھر جب وہ اگلے دن آئیں گے دیوار کو اسی حالت میں پائیں گے جیسے سابقہ دن چھوڑ کر گئے تھے۔ یہی دن ان کے خروج کا ہوگا وہ نکلتے ہی زمین کے جس حصے سے گزرتے جائیں گے مخلوقات خدا کو اپنے شر و فساد کا نشانہ بناتے چلے جائیں گے۔ زمین کا سارا پانی پی جائیں گے۔ اب وہ ایک پہاڑی علاقے میں جا پہنچیں گے جس میں درخت کافی دکھائی دیں گے ان سب کا بھی خاتمہ کریں گے پھر وہ خیال کریں گے ہم نے اب تمام اہل زمین کو ختم کر دیا ہے۔ چلو اب اہل آسمان کا خاتمہ کریں اس کے ساتھ ہی وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکنے شروع کریں گے اتفاق ایسا ہوگا کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ تیر خون آلود حالت میں نیچے ان کی طرف گرائیں گے۔ اب وہ یہی خیال کریں گے کہ ہم نے اہل آسمان کو بھی ختم کر دیا ہے۔

دوسری طرف سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوہ طور میں محصور ہوں گے۔ ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء ختم ہو جائیں گی پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے کہنے پر اللہ رب العزت سے اس فتنے کے خاتمے کے لئے دُعا کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرف قبولیت حاصل کرے گی۔ اللہ رب العزت اب یاجوج ماجوج کی گردنوں سے ایسے زخم کرے گا جو بڑھتے ہی چلے جائیں گے یہی زخم ان کی موت کا سبب بنیں گے۔ تمام کو اچانک یک لخت موت اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ لے گی۔ زمین پر ان لاشوں کے ڈھیر لگ جانے سے ہر طرف بدبو پھیل جائے گی پھر اللہ اونٹوں سے بڑی گردنوں والے پرندے بھیجے

گا، وہ ان کو اٹھا کر کسی ایسی جگہ پھینک دیں گے جہاں ان کو حکم الٰہی ہوگا۔ پھر آسمان سے بارش برسے گی جس سے زمین بالکل صاف ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی اس بڑے خوفناک فتنے کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ یاجوج ماجوج کے حالات و واقعات کا کتاب وسنت سے ماخوذ خلاصہ تھا جس کو ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے۔ اب ہم بالتفصیل دلائل کی روشنی میں ابتداء سے ان کے حالات وواقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

یاجوج وماجوج کی لغوی تعریف:

یاجوج ماجوج کس لفظ سے ماخوذ ہے اس میں اہل لغت کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں یہ دو عجمی نام ہیں۔

اور اسی طرح ان کا مشتق نہیں ہے کیونکہ عجمی لفظ کا مشتق عربی زبان میں نہیں ہوتا۔

بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ یہ دو عربی نام ہیں ان کا مشتق کون سا لفظ ہے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں: یہ عربی لفظ ''أجیج النار'' سے ماخوذ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مشتق "الأجاج" ہے جو کہ انتہائی کڑوے پانی کو کہتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے۔ ان کا مادہ "الأج" ہے جو کہ دشمنی میں جلد بازی کرنے پر بولا جاتا ہے۔

اس طرح یہ بھی کہا گیا ہے یہ "الأجة" تشدید کے ساتھ جو حرف ہے وہ ان کا مشتق ہے۔ بہر حال اس بحث میں کافی اضطراب واختلاط پایا جاتا ہے۔ علمائے جمہور کے نزدیک یاجوج ماجوج کی قرأت بغیر ہمزہ کے ہے۔ مگر عاصم بن اَحول کی قرأت میں یہ حروف ہمزہ ساکنہ کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ (۱)

---

۱ لسان العرب لابن منظور: 207/2، التذکرة للقرطبی: 815، فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: 106/13، لوامع الانوار البهية للسفارينی: 113/2 بحواله اشراط الساعة العبدالله بن سليمان الغفيلی. 134/1

علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ یاجوج ماجوج کے متعلق مذکورہ بالا تمام لغوی بحث کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''یاجوج ماجوج کے متعلق مذکورہ بالا بحث میں جو تمام اشتقاق مذکور ہیں ان کا خلاصہ ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ ان کا مشتق ''ماج'' زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی تائید قرآن حکیم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ

ترجمہ: ''اور اس دن ہم ان سب کو آپس میں گتھم گتھا کر دیں گے۔''

(سورۃ الکہف: ۱۸، آیت: ۱۰۰)

اور وہ اپنی اس گتھم گتھا کی حالت میں ہوں گے جب ان کا سد ذوالقرنین سے خروج ہوگا۔''(۱)

اصطلاحی تعریف:

شرعی اصطلاح میں یاجوج ماجوج خاص اس قوم کو کہا جاتا ہے جس کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے دیوار کے پیچھے بند کیا تھا۔ اصطلاحاً یہ نام صرف اسی ایک قوم کے لئے خاص ہے۔

اصطلاحی تعریف میں بھی بعض حضرات سہو کا شکار ہوئے ہیں انہوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ یاجوج ماجوج ہر فسادی قوم کو کہا جاتا ہے بدیں صورت انہوں نے ہر فتنہ وفساد اور خونریزی کرنے والی قوم کو یاجوج ماجوج کا مصداق قرار دیا ہے، جو کہ بالکل غلط ہے۔

۱ الاشاعۃ الاشراط الساعۃ للبرزنجی: 324، بحوالہ اشراط الساعۃ لعبداللہ بن سلیمان الغفیلی: 134/1

یاجوج وماجوج کا خاندانی نسب:

یاجوج ماجوج بنی آدم ہی سے تعلق رکھتے ہیں ان کا نسب کے بارے میں روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ ان کا نسب یافث بن نوح سے جا کر ملتا ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یقول اللّٰہ تعالیٰ یا آدم! فیقول لبیك و سعدیك والخیر كله فی یدیك فیقول: أخرج بعث النار، قال: وما بعث النار؟ قال: من كل الف تسعمائة و تسعه و تسعین فعندالله یشیب الصغیر (و تضع كل ذات حملٍ حملها و تری الناس سكاریٰ و ما هم بسكاریٰ ولكن عذاب الله شدید) قالوا: یارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم! و اینا ذٰلك الواحد؟ قال: ابشروا فان منكم رجلا و عن یاجوج و ماجوج الف ثم قال: والذی نفسی بیدهٖ انی أرجو ان تكونو ربع اهل الجنة فكبرنا فقال: ارجو ان تكونوا ثلث اهل الجنة فكبرنا، فقال: ارجوا ان تكونوا نصف أهل الجنه فكبرنا، فقال: ما أنتم فی الناس الا كالشعرة السوداء فی جلد ثور أبیض او كشعرة بیضاء فی جلد ثور اسود."

"اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا اے آدم! حضرت آدم عرض کریں گے میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں اور تیار ہوں، تمام

بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جہنم میں جانے والوں کو (الگ) نکال دو، حضرت آدم عرض کریں گے اے اللہ! جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے، اس وقت (کی وحشت و ہولناکی) سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے (پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی اور (اس دن) آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ جیسے ان پر نشہ طاری ہے حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ وہ ایک آدمی تم میں سے ہوگا اور ایک ہزار آدمی دوزخی یاجوج ماجوج کی قوم سے ہوں گے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اُمید ہے کہ تم تمام جنت والوں کا ایک چوتھائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا تہائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا آدھا حصہ ہوں گے۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (حشر کے میدان میں) تم لوگ تمام انسانوں کے مقابلے میں اتنے ہوں گے جتنے کسی سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال، یا جتنے ایک سیاہ بیل کے

جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔"(۱)

اس حدیث میں یہ واضح بات موجود ہے کہ یاجوج ماجوج بنی آدم کی نسل سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد میں ہر ایک ہزار سے نو سو ننانوے آدمی جہنم کے لئے طلب فرمائیں گے تو ان سے مراد ذریت آدم علیہ السلام سے یاجوج ماجوج ہی ہوں گے۔ جس بات کی وضاحت آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادی ہے۔

۳۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے مشہور تابعی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید امام سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

"ولد نوح ثلاثة: سام، حام، یافث، فولد سام، العرب و فارس والروم و فی هولاء خیر، وولد حام اسودان

۱ صحیح بخاری: 138/4، رقم: 3348، صحیح مسلم: 201/1، رقم: 379,222، سنن الترمذی: 175/5، رقم: 3169، مسند احمد بن حنبل: 384,385/17، رقم: 11284، مشکوٰة المصابیح: 205/3، رقم: 5541، صحیح ابن حبان: 352/16، رقم: 7354، مسند الحمیدی: 80/2، رقم: 853، السنن الکبریٰ للنسائی: 188/10، رقم: 11276، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 81/1، رقم: 78، المعجم الكبير للطبرانی: 144/18، رقم: 306، الأسماء والصفات للبیهقی: 544/1، رقم: 471، الایمان لابن مندة: 902,903/2، رقم: 988، الشريعة للآجری: 1239/3، رقم: 809، تهذيب الآثار للطبری: 251/6، رقم: 2754، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 184/9، رقم: 6748، حدیث السراج: 245/3، رقم: 2668، شرح اصول اعتقاد اهل السنة للألكائی: 1252/6، رقم: 2224، شرح السنة للبغوی: 139/15، رقم: 4325، شعب الایمان للبیهقی: 322/1، رقم: 361، مسند ابی عوانة: 85/1، رقم: 253، مسند ابی یعلی: 430/5، رقم: 3122، مسند الشامیین للطبرانی: 325/3، رقم: 2409، مسند عبد بن حمید: 287/1، رقم: 917

والبربر والقبط، و ولدیافث الترک والصقالبة و یاجوج ماجوج."

''حضرت نوح علیہ السلام سے تین بیٹے پیدا ہوئے سام، حام اور یافث۔ پھر سام سے آگے تین نسلیں چلیں۔عرب، فارس اور روم ان میں ہر طرح سے خیر ہے اور حام سے یہ تین نسلیں آگے بڑھیں سوڈان، بربر اور قبط، اور یافث سے یہ لوگ پیدا ہوئے، ترک، صقالبہ اور یاجوج ماجوج۔''(۱)

۴۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هم من ولد آدم عند اکثر العلماء."

''اکثر علماء کے نزدیک وہ آدم علیہ السلام ہی کی نسل سے ہیں۔''(۲)

۵۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الاجماع علی انهم من ولد یافث بن نوح علیہ السلام."

''(یاجوج ماجوج کے متعلق) اس بات پر اجماع ہے کہ وہ یافث بن نوح علیہ السلام سے پیدا ہوئے ہیں۔''(۳)

۶۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"یاجوج ماجوج طائفتان من الترک من ذریة آدم کما ثبت فی الصحیح."

---

۱ المستدرک علی الصحیحین للحاکم 509/4، رقم: 8429، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

۲. الارشاد الی صحیح الاعتقاد والرواهل الشرک والحاد للصالح الفوزان: 236/1

۳ الارشاد الی صحیح الاعتقاد والرواهل الشرک والحاد للصالح الفوزان: 236/1

''یاجوج ماجوج ترک میں سے دوگروہ ہیں جوکہ آدم کی ذریت سے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔''(۱)

۷۔ ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''و هم عن ذرية نوح عن سلالة يافث ابي الترك.''

''اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جو آگے چل کر ابوالترک یافث بن نوح سے کڑیاں مل جاتی ہیں۔''(۲)

۸۔ ایک اور مقام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یاجوج ماجوج کے بارے بالصراحت یوں فرماتے ہیں:

''و هم من ذرية نوح، من سلالة يافث ابي الترك، و قد كانوا يعيثون في الارض، و يؤذون أهلها، فحصر هم ذوالقرنين في مكانهم داخل السد، حتىٰ يأذن الله تعالىٰ في خروجهم على الناس فيكون من أمرهم ما ذكرنا في الأحاديث.''

''یاجوج ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے ابوالترک یافث کی اولاد میں سے ہیں وہ زمین میں آباد تھے اور اہل زمین کو تکلیف دیا کرتے تھے تو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے ان کو دیوار کے پیچھے بند کردیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں پر نکلنے کی اجازت دیں گے اور ان کا معاملہ ہماری ذکر کردہ احادیث کے مطابق ہوگا۔''(۳)

---

۱. النهاية في الفتن والملاحم لابن كثير: 200/1

۲. النهاية في الفتن والملاحم لابن كثير: 201/1

۳. النهاية في الفتن و الملاحم لابن كثير: 201/1

۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یأجوج و مأجوج قبیلتان ولد من یافث بن نوح."

"یاجوج ماجوج دو قبیلے ہیں جو کہ یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔"(۱)

یاجوج و ماجوج قرآن کی نظر میں:

قرآن حکیم میں دو مقامات پر یاجوج ماجوج کا تذکرہ کیا گیا ہے سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ اس انداز میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ○ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ○ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ○ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ○ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ○

ترجمہ: "پھر ذوالقرنین نے (دوسری سمت کا) سامان سفر تیار کیا جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے وہاں ایک ایسی قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی ان لوگوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں لہٰذا اگر تو کہے تو ہم تیرے

۱۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: 386/6

لئے کچھ ٹیکس اکٹھا کردیں تاکہ تو ہمارے اوران کے درمیان ایک بند تعمیر کردے۔اس نے کہا: میرے ربّ نے مجھے جو مال دے رکھا ہے وہی کافی ہے تم لوگ محنت مزدوری میں میری مدد کرو، میں تمہارے اوران کے درمیان بند بنادیتا ہوں مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔آخر جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا اب آگ دہکاؤ حتیٰ یہ آہنی دیوار بالکل آگ کی طرح سرخ ہوگئی تو اس نے کہا اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا (یہ ایسا بند تھا کہ) یاجوج ماجوج اس پر چڑھ کر باہر نہ آسکتے تھے اوراس میں نقب لگانا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔''

(سورۃ الکہف آیت:92-96)

ایک دوسرے مقام پرقرآن ان کاذکران الفاظ میں کرتا ہے۔

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَاهِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ○

ترجمہ: ''جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اس وقت سچا وعدہ (قیامت) پورا ہونے کا وقت آن پہنچے گا۔اس وقت ان لوگوں کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا تھا کہیں گے ہائے! ہماری کم بختی ہم اس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم (واقعی) خطاکار تھے۔''

(سورۃ الانبیاء آیت·96-97)

یاجوج وماجوج

احادیثِ مبارکہ کی نظر میں

یاجوج وماجوج کے حالات وواقعات کا تذکرہ کتب احادیث میں بڑی تفصیل سے وارد ہوا ہے جن میں چند ایک احادیث کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے۔

یاجوج وماجوج کی شکل وصورت

ہمارے ہاں اکثر اس معاملے میں بڑی افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے کہ یاجوج وماجوج کس شکل وصورت کی قوم ہے؟ حدیث مبارکہ میں ان کی شکل وصورت کے حوالہ سے جو بیان کیا گیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ان الفاظ پر مشتمل خطبہ ارشاد فرمایا:

"انکم تقولون لاعدو و انکم لن تزالوا تقاتلون عدوًّ حتّٰی یاجوج و ماجوج عراض الوجوہ صغار العیون، صھب الشعاف، و عن کل حدب ینسلون کان وجوھھم المجان المطرقة."

''تم لوگ کہہ رہے ہو کہ اب دشمن نہیں رہا حالانکہ تم لوگ ہمیشہ دشمنوں سے جہاد کرتے رہو گے حتیٰ کہ یاجوج وماجوج نکل آئیں گے۔ چوڑے چہروں والے، چھوٹی آنکھوں والے اور سرخی مائل سیاہ بالوں والے ہر بلندی سے دوڑتے آئیں گے ان کے چہرے چمڑا ابھری ڈھال جیسے (موٹے) ہوں گے۔''(۱)

۱. الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی: 101/7، التفسیر لابن ابی حاتم: 2467/8، رقم: 13729، التفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: 329/5، مسند احمد بن حنبل: 19/37، رقم: 22331، المستدرك علی الصحیحین للحاکم: /521، رقم: 8463، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: 190/6 رقم: 3419، ترتیب الأمالی الخمیسیة للشجری: 368/2، رقم: 2783، جامع الاحادیث للسیوطی: 437/9، رقم: 8762، کنز العمال فی سنن الاقوال للهندی: 341,342/14، رقم: 38873، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی: 6/8، رقم: 12570، اس روایت کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں۔(مجمع الزوائد منبع الفوائد للهیثمی: 6/8، رقم: 12570)، اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔(اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة للبوصیری: 142/8)، لیکن عرب کے معروف محقق شیخ شعیب ارناؤوط نے مسند احمد بن حنبل کی تحقیق میں اس روایت کو ابن حرملہ راوی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔(مسند احمد بن حنبل: 19/37، رقم: 22331) اس روایت کے قریب الفاظ کے ساتھ ایک روایت کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''المستدرك علی الصحیحین'' میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔(المستدرك علی الصحیحین للحاکم: /521، رقم: 8463)

یاجوج و ماجوج کا شر و فساد اور حملے کی داستان

یاجوج و ماجوج کا لشکر ایک بڑی کثیر تعداد میں ہوگا اور ان کا حملہ اس قدر خطرناک ہوگا کہ ان کا مقابلہ کرنے کی اس وقت امتِ مسلمہ میں طاقت نہیں ہوگی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں اس بات کا تذکرہ درج ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذ أوحی اللّٰہ إلی عیسیٰ انی قد أخرجت عبادا لی لا یدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور و یبعث اللّٰہ یاجوج ماجوج و ھم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلھم علی بحیرۃ طبریۃ فیشربون ما فیھا و یمر آخرھم فیقولون لقد کان بھذہ مرّۃ ماء (ثم یسیرون حتّٰی ینتھوا الی جبل الخمر و ھو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الی السماء فیرد اللّٰہ علیھم نشابھم مخضوبۃ دما) و یحصر نبی اللّٰہ علیہ السلام و أصحابہ حتّٰی یکون رأس الثور لأحدھم خیرا من مائۃ دینار لأحدکم الیوم فیرغب نبی اللّٰہ عیسیٰ و اصحابہ فیرسل اللّٰہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسیٰ کموت نفس واحدۃ ثم یھبط نبی اللّٰہ عیسیٰ و أصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الأرض موضع

شبر الا ملأہ زھمھم و نتنھم فیرغب نبی اللّٰہ عیسیٰ و أصحابہ الی اللّٰہ فیرسل طیرا کأعناق البخت فتحملھم فتطرحھم حیث ماشاء اللّٰہ ثم یرسل اللّٰہ مطرا لایکن منہ بیت مدر ولا و بر فیغسل الارض حتّٰی یترکھا کالزلفۃ."

''دجال کو قتل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجے گا میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں لہٰذا آپ میرے مسلمان بندوں کو کوہِ طور کی پناہ میں لے جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو نکالے گا تو وہ ہر اونچائی سے نکل بھاگیں گے ان کا پہلا حصہ جب بحیرہ طبریہ سے گزرے گا اس کا سارا پانی پی جائے گا جب ان کا آخری حصہ بحیرہ طبریہ پر پہنچے گا تو کہے گا کبھی اس سمندر میں پانی تھا یا نہیں؟ پھر آگے چلیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے یعنی بیت المقدس اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آ ؤ اب ہم آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں چنانچہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود واپس پلٹائے گا (اور وہ سمجھ لیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا ہے) اس دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھی کوہِ طور میں محصور ہوں گے (اور ان کا سامان خورد و نوش ختم ہو جائے گا) حتیٰ کہ ایک بیل کا سر سو دینار سے بہتر ہوگا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے (اس مصیبت سے نجات کے لئے) دُعا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج پر ایک عذاب بھیجے گا ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمادے گا جس سے وہ سارے کے سارے اس طرح یک دم مرجائیں گے جس طرح ایک آدمی مرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہِ طور سے واپس تشریف لے آئیں گے لیکن زمین پر ایک بالشت بھر جگہ یاجوج و ماجوج کی لاشوں سے خالی نہیں پائیں گے جن سے بدبو اور سرانڈ اٹھ رہی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمائیں گے (یعنی دُعا کریں گے) اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بڑے اونٹوں کے برابر ہوں گی وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں لے جا کر پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا جو ہر گھر اور خیمہ تک پہنچے گی اور زمین کو دھو ڈالے گی یہاں تک کہ اسے کسی باغ کی مانند (بدبو سے) پاک اور صاف کردے گا۔"(۱)

۱۔ صحیح مسلم: 2250/4، رقم: 110,2937، سنن الترمذی: 80,83/4، رقم: 2240، سنن ابن ماجة: 1356/2، رقم: 4075، مسند احمد بن حنبل: 172,174/29، رقم: 17629، مشکوٰة المصابیح للخطیب التبریزی: 188/3، رقم: 5475، المستدرك علی الصحیحین للحاکم: 537/4، رقم: 8508، کتاب الایمان لابن مندة: 932/2، رقم: 1027، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 341/10، رقم: 7840، شرح السنة للبغوی: 54,56/15، رقم: 4261، مسند الشامین للطبرانی: 354/1، رقم: 614

یاجوج وماجوج کے خروج کی علامات

یاجوج وماجوج کا فتنہ کب رونما ہوگا؟ اس کے بارے میں احادیث مبارکہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ دنیا میں خباثت عام ہو جائے گی اس وقت یاجوج وماجوج کے خروج کا وقت قریب آچکا ہوگا اور دنیا میں ظلم وزیادتی کا عام ہو جانا یاجوج وماجوج کی علامات میں سے ہے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں اس بات کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیها فزعا یقول: "لااله الا الله" ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یأجوج و مأجوج مثل هذه و حلق با صبعه: الابهام والّتی تلیها قالت زینب بنت جحش فقلت: یارسول الله أنهلك و فینا الصالحون؟ قال: نعم اذا کثر الخبث."

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے آپ فرما رہے تھے: اس شر سے اہل عرب کے لئے ہلاکت ہو جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج وماجوج کی دیوار سے سوراخ اتنا کھل گیا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنا لیا یہ سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تو کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہمارے درمیان نیک صالح لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں!

جب خباثت حد سے تجاوز کر جائے گی۔"(۱)

یاجوج وماجوج کا خروج قیامت کی بڑی علامات میں سے ہے

جس طرح کتب احادیث میں قیامت کی علامات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اوران علامات میں یاجوج وماجوج کا خروج بھی شامل ہے اوران کا خروج عین قرب قیامت ہوگا اور نبی کریم ﷺ کی احادیث میں یاجوج وماجوج کا ذکر قیامت کی دس بڑی علامات میں کیا گیا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

---

۱. صحیح بخاری: 138/4، رقم:3346، صحیح مسلم:2207/4، رقم.2880 ,1، سنن الترمذی: 50/4، رقم: 2187، سنن ابن ماجة: 1305/2، رقم: 3953، مسند احمد بن حنبل: 403/45، رقم:27413، مشکوٰة المصابیح: 158/3، صحیح ابن حبان: 34/2، مسند اسحاق بن راهویة: 256/4، رقم: 2081، مسند الحمیدی: 315/1، رقم: 310، المصنف لابن ابی شیبة: 459/7، رقم: 37214، السنن الکبریٰ للبیهقی: 93/10، رقم: 19984، السنن الکبریٰ للنسائی. 166/10، رقم: 11249، المصنف عبد الرزاق: 363/11، رقم: 20749، المعجم الاوسط للطبرانی: 218/7، المعجم الکبیر للطبرانی: 51/24، رقم. 136، جامع معمر بن راشد: 363/11، رقم:20749، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: 429/5، رقم: 2092، الاعتقاد للبیهقی: 215/1، الترغیب والترهیب للمنذری: 159/3، رقم:3486، الفتن لنعیم بن حماد: 591/2، رقم.1644، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 230/2، حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم الصبهانی: 218/13، شرح السنة للبغوی: 397/14، رقم: 4201، شعب الایمان للبیهقی: 97/6، رقم: 7598، مسند ابی یعلی. 82/13، رقم: 7155، مسند الشامیین للطبرانی: 208/4، رقم:3115، معجم لابن الاعرابی: 50/1، رقم 54، معجم لابن عساکر: 388/1، رقم:469

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ○ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ○

ترجمہ: ''جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اس وقت سچا وعدہ (قیامت) پورا ہونے کا وقت آن پہنچے گا۔ اس وقت ان لوگوں کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا تھا کہیں گے ہائے! ہماری کم بختی ہم اس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم (واقعی) خطا کار تھے۔''

(سورۃ الانبیاء آیت:97-96)

۲۔ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پوچھا کیا گفتگو چل رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان، والدجال، والدابة، و طلوع الشمس من مغربها، و نزول عیسیٰ بن مریم، و یأجوج و مأجوج، و ثلاثة خسوف: خسف بالمشرق، و خسف بالمغرب، و خسف بجزیرة العرب، وآخر ذلك نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم.''

''قیامت ہرگز قائم نہیں ہوگی آپ نے دھوئیں، دجال، جانور کے

نکلنے، سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے، عیسیٰ بن مریم کے تشریف لانے، یاجوج و ماجوج کے نکلنے، تین بار زمین کے دھنسنے: ایک بار مشرق میں، ایک بار مغرب میں اور ایک بار جزیرہ عرب میں دھنسنے کا ذکر کیا اور ان دس میں آخری نشانی کا ذکر فرمایا کہ آگ یمن کی طرف سے نکلے گی وہ لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف ہانک کرلے جائے گی۔"(۱)

یاجوج و ماجوج کا فتنہ اور شر و فساد

جب یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا وہ نکلتے ہی ہر طرف بڑی تیزی کے ساتھ پھیل جائیں گے جہاں جہاں سے ان کا گزر ہوگا ہر مخلوقاتِ خدا ان کے شر و فساد کا نشانہ بنے گی۔ وہ اپنی خباثت میں اس قدر آگے بڑھ جائیں گے کہ وہ تمام اہل زمین کو اپنے شر و فساد کا نشانہ بنا لینے کے بعد آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ خون آلود کر کے ان کی طرف لوٹائے گا ان کے فتنے اور فساد کا ذکر درج ذیل احادیث میں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"و عند الله لك يخرج ياجوج و ماجوج و هم من كل حدب ينسلون فيطؤون بلادهم لا يأتون على شئ الا

۱. صحیح مسلم: 2225/4، رقم: 39,2901، مسند احمد بن حنبل: 63/26، رقم: 16141، مشكوٰة المصابيح: 186/3، رقم: 5464، صحيح ابن حبان: 200,201/15، رقم: 6791، مسند الحميدى: 75/2، رقم: 849، أخبار المكة للفاكهي: 12/4، رقم: 2349، جامع الاصول فى أحاديث الرسول لابن الاثير: 405/10، شرح السنة للبغوى: 45/15، رقم: 4250

أهلكوه ولا يصرون على ماء الاشربوه ثم يرجع الناس الى فيشكوهم يأدعو اللّٰه عليهم فيهلكهم اللّٰه و يميتهم."

''پھر اس کے بعد یاجوج وماجوج کا خروج ہوگا وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے وہ ان (لوگوں) کے شہروں کو روند ڈالیں گے۔ ہر چیز کو تباہ وبرباد کردیں گے۔ جس پانی سے گزریں گے اسے پی جائیں گے۔ پھر لوگ میرے پاس (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) شکایت لے کر آئیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یاجوج وماجوج کے لئے بددعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرڈالے گا۔''(۱)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' ان ياجوج و ماجوج يحفرون السدّ كل يوم حتّٰى اذا كادوا يرون لشعاع الشمس قال الذى عليهم، ارجعوا فستحفرونه غدًا فيحودون اليه كا شرعا كان حتّٰى اذا بلغت عدتهم و ارادالله عزوجل ان يبعثهم الى الناس حضروا حتّٰى اذا كادوا يرون شعاع الشمس قال الذى

۱. سنن ابن ماجة: 1365/2، رقم: 4081، مسند احمد بن حنبل: 19,20/6، رقم: 3556، المسند للشاشي: 272/2، رقم: 846، المصنف لابن شيبة: 498/7، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 534/4، رقم: 8502، مسند ابى يعلى: 196/9، رقم: 5294، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے اور اسی طرح شیخ حسین سلیم اسد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کی سند کو مسند ابی یعلی کی تحقیق میں حسن قرار دیا ہے البتہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابن ماجہ کی تحقیق میں اور شیخ شعیب آرنؤوط نے مسند احمد بن حنبل کی تحقیق میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن ابن ماجة: 1365/2، رقم: 4081، مسند احمد بن حنبل: 19,20/6، رقم: 3556)

علیھم: ارجعو فستعفرونه غدًا ان شاء اللّٰہ و یستثنیٰ فیحودون الیه و ھو کھیئة حین ترکوه فیحفرونه و یخرجون علی الناس فینشفون المیاہ و یتحصن الناس منھم فی حصولھم فیرمون بسھامھم الی السماء فترجع و علیھا کھیئة الدّم فیقولون :قھرنا اھل الارض و علونا اھل السماء فیبعث اللّٰہ علیھم نفقا فی اقفائھم فیقتلھم بھا قال: فقال رسول اللّٰہ ﷺ: والذی نفسی بیدہٖ ان دواب الارض لتسمن شکرًا من لحومھم و دمائھم.‘‘

’’بلاشبہ ہر روز یاجوج وماجوج دیوار کو کھودتے رہتے ہیں (جو حضرت ذوالقرنین نے ان کو بند کرنے کے لئے تعمیر فرمائی تھی) حتیٰ کہ وہ سورج کی شعاع (دیوار میں سوراخ کر کے) دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان کا لیڈر ان سے کہتا ہے۔ واپس چلو باقی کل کھودیں گے تو کل تک وہ دیوار پہلے سے بھی مضبوط ہو چکی ہوتی ہے (اور یہ سلسلہ روز جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ جب ان کے خروج کی مدت پوری ہو جائے گی اللہ رب العزت ان کو نکالنے کا ارادہ فرمائے گا تو پھر وہ ایک دن اسے انتہائی آخر تک کھود چکے ہوں گے تو ان کا لیڈر ان سے کہے گا چلو اب باقی ان شاء اللہ کل کھودیں گے۔ کل جب وہ آئیں گے تو دیوار اسی طرح ہو گی جس طرح کھودی ہوئی وہ چھوڑ کر گئے تھے پھر وہ اسے کھود کر لوگوں پر نکل آئیں گے، سارا پانی پی جائیں گے، لوگ قلعہ بند ہو جائیں گے تو یاجوج وماجوج آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے۔ جنہیں اللہ رب العزت خون آلود کر

کے نیچے گرائے گا تو وہ کہیں گے کہ ہم آسمان اور زمین والوں (سب پر) غالب آچکے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے زمین کے جانوران کا گوشت اور خون کھا پی کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔"(۱)

۳۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذ أوحى الله إلى عيسىٰ انى قد أخرجت عبادا لى لا يدان لاحد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور و يبعث الله ياجوج ماجوج و هم من كل حدب ينسلون فيمر

---

۱. الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی:422/6، التفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: 177/5، جامع البیان فی ای القرآن للطبری:398,399/15، رقم: 23507، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: 57/11، سنن الترمذی:165/5، رقم: 3135، سنن ابن ماجة: 1364/2، رقم: 4080، مسند احمد بن حنبل: 369,370/369، رقم: 10632 ،صحیح ابن حبان: 242/244/15، رقم:6829، المستدرك الصحیحین للحاکم: 534/4، رقم:8501، السنن الواردة فی الفتن للدانی: 1205/6، سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی: 234/4، رقم: 1735 ،جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر 233/2، رقم: 710 اس روایت کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق میں اور شیخ شعیب ارنؤوط نے صحیح ابن حبان اور مسند احمد بن حنبل کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے (سنن ابن ماجة: 1364/2، رقم: 4080 ، مسند احمد بن حنبل 369,370/369، رقم: 10632 ،صحیح ابن حبان: 242/244/15، رقم:6829) اور اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت بخاری و مسلم کی شروط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ (المستدرك على الصحيحين للحاكم: 534/4، رقم:8501)

اوائلھم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیھا و یمر آخرھم فیقولون لقد کان بھذہ مرّة ماء (ثم یسیرون حتّٰی ینتھوا الی جبل الخمر و ھو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الی السماء فیرد اللّٰہ علیھم نشابھم مخضوبة دما)

''دجال کو قتل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجے گا میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں لہٰذا آپ میرے مسلمان بندوں کو کوہِ طور کی پناہ میں لے جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو نکالے گا تو وہ ہر اونچائی سے نکل بھاگیں گے ان کا پہلا حصہ جب بحیرہ طبریہ سے گزرے گا اس کا سارا پانی پی جائے گا جب ان کا آخری حصہ بحیرہ طبریہ پر پہنچے گا تو کہے گا کبھی اس سمندر میں پانی تھا یا نہیں؟ پھر آگے چلیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے یعنی جب بیت المقدس تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آؤ اب ہم آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں چنانچہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود واپس پلٹائے گا (اور وہ سمجھ لیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا ہے)''(۱)

۱۔ صحیح مسلم: 2250/4، رقم: 110,2937، سنن الترمذی: 80,83/4، رقم: 2240، سنن ابن ماجة: 1356/2، رقم: 4075، مسند احمد بن حنبل: 172,174/29، رقم: 17629، مشکوٰة المصابیح للخطیب

یاجوج وماجوج کی کثرتِ تعداد

یاجوج و ماجوج کی تعداد مسلمانوں کی نسبت ننانوے فیصد زیادہ ہوگی یعنی مسلمانوں کے ایک آدمی کے مد مقابل یاجوج و ماجوج کے ہزار آدمی ہوں گے اس لئے مسلمانوں میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہوگی وہ صرف عذاب الٰہی ہی کے سبب ہلاک ہوں گے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیث مبارکہ میں اس بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یقول اللّٰہ تعالیٰ یا آدم! فیقول لبیک و سعدیک والخیر کلہ فی یدیک فیقول: أخرج بعث النار، قال: وما بعث النار؟ قال: من کل الف تسعمائۃ و تسعہ و تسعین فعنداللّٰہ یشیب الصغیر(و تضع کل ذات حملٍ حملھا و تری الناس سکاریٰ و ما ھم بسکاریٰ ولکن عذاب اللّٰہ شدید) قالوا: یارسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم! و اینا ذٰلک الواحد؟ قال: ابشروا فان منکم رجلا و عن یاجوج و ماجوج الف ثم قال: والذی نفسی بیدہٖ افی أرجو ان تکونو ربع اھل الجنۃ فکبرنا فقال: ارجو ان تکونوا ثلث اھل الجنۃ فکبرنا، فقال: ارجوا ان تکونوا نصف

حاشیہ بقیہ صفحہ: التبریزی: 188/3 ،رقم:5475، المستدرک علی الصحیحین للحاکم:537/4، رقم: 8508، کتاب الایمان لابن مندۃ: 932/2، رقم: 1027، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 341/10، رقم:7840، شرح السنۃ للبغوی:54,56/15، رقم: 4261، مسند الشامیین للطبرانی: 354/1، رقم. 614

أهل الجنه فكبرنا، فقال: ما أنتم فى الناس الا كالشعرة السوداء فى جلد ثور أبيض او كشعرة بيضاء فى جلد ثور اسود."

''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا اے آدم! حضرت آدم عرض کریں گے میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں اور تیار ہوں، تمام بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جہنم میں جانے والوں کو (الگ) نکال دو، حضرت آدم عرض کریں گے اے اللہ! جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے، اس وقت (کی وحشت و ہولنا کی) سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے (پھر حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی اور (اس دن) آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ جیسے ان پر نشہ طاری ہے حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ وہ ایک آدمی تم میں سے ہوگا اور ایک ہزار آدمی دوزخی یاجوج وماجوج کی قوم سے ہوں گے پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اُمید ہے کہ تم تمام جنت والوں کا ایک چوتھائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا تہائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا آدھا حصہ ہوں گے۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (حشر کے میدان میں) تم لوگ تمام انسانوں کے مقابلے میں اتنے ہوں گے جتنے کسی سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال، یا جتنے ایک سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔"(۱)

۳۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یحصر نبی اللّٰہ علیہ السلام و أصحابہ حتّٰی یکون رأس الثور لأحدھم خیرا من مائۃ دینار لأحدکم الیوم

۱. صحیح بخاری: 138/4، رقم: 3348، صحیح مسلم: 201/1، رقم: 379,222، سنن الترمذی: 175/5، رقم: 3169، مسند احمد بن حنبل: 384,385/17، رقم: 11284، مشکوٰۃ المصابیح: 205/3، رقم: 5541، صحیح ابن حبان: 352/16، رقم: 7354، مسند الحمیدی: 80/2، رقم: 853، السنن الکبریٰ للنسائی: 188/10، رقم: 11276، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 81/1، رقم: 78، المعجم الکبیر للطبرانی: 144/18، رقم: 306، الأسماء والصفات للبیھقی: 544/1، رقم: 471، الایمان لابن مندۃ: 902,903/2، رقم: 988، الشریعۃ للآجری: 1239/3، رقم: 809، تھذیب الآثار للطبری: 251/6، رقم: 2754، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 184/9، رقم: 6748، حدیث السراج: 245/3، رقم: 2668، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للألکائی: 1252/6، رقم: 2224، شرح السنۃ للبغوی: 139/15، رقم: 4325، شعب الایمان للبیھقی: 322/1، رقم: 361، مسند ابی عوانۃ: 85/1، رقم: 253، مسند ابی یعلی: 430/5، رقم: 3122، مسند الشامین للطبرانی: 325/3، رقم: 2409، مسند عبد بن حمید: 287/1، رقم: 917

فیرغب نبی اللّٰہ عیسیٰ و اصحابه فیرسل اللّٰہ علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسیٰ کموت نفس واحدة ثم یهبط نبی اللّٰہ عیسیٰ و أصحابه الی الارض فلا یجدون فی الأرض موضع شبرالا ملأه زهمهم و نتنهم فیرغب نبی اللّٰہ عیسیٰ و أصحابه الی اللّٰہ فیرسل طیرا کأعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث ماشاء اللّٰہ ثم یرسل اللّٰہ مطرا لایکن منه بیت مدر ولا و بر فیغسل الارض حتّٰی یترکها کالزلفة.''

اس دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھی کوہِ طور میں محصور ہوں گے (اور ان کا سامان خورد و نوش ختم ہو جائے گا) حتیٰ کہ ایک بیل کا سر سو دینار سے بہتر ہوگا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے (اس مصیبت سے نجات کے لئے) دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج پر ایک عذاب بھیجے گا ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرما دے گا جس سے وہ سارے کے سارے اس طرح یک دم مر جائیں گے جس طرح ایک آدمی مرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہِ طور سے واپس تشریف لے آئیں گے لیکن زمین پر ایک بالشت بھر جگہ یاجوج و ماجوج کی لاشوں سے خالی نہیں پائیں گے جن سے بدبو اور سڑاند اٹھ رہی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمائیں گے (یعنی دُعا کریں گے) اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بڑے اونٹوں کے برابر ہوں گی وہ پرندے ان کی

لاشوں کو اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں لے جا کر پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا جو ہر گھر اور خیمہ تک پہنچے گی اور زمین کو دھو ڈالے گی یہاں تک کہ اسے کسی باغ کی مانند (بدبو سے) پاک اور صاف کر دے گا۔"(۱)

یاجوج وماجوج کی ہلاکت وبربادی

جب یاجوج وماجوج اپنے شر وفساد سے تمام اہلِ زمین کو نقصان پہنچا لیں گے اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوہِ طور میں محصور ہوں گے وہ ان کی ہلاکت کی اپنے رب سے دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دعا کو قبول فرمالیں گے اور یاجوج وماجوج پر عذاب الٰہی آ پہنچے گا جس کے سبب وہ تمام کے تمام یک لخت ہی مرجائیں گے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یحصر نبی اللّٰہ علیہ السلام و أصحابہ حتّٰی یکون رأس الثور لأحدھم خیرا من مائۃ دینار لأحدکم الیوم

---

۱. صحیح مسلم: 2250/4، رقم: 110,2937، سنن الترمذی: 80,83/4، رقم: 2240، سنن ابن ماجۃ: 1356/2، رقم: 4075، مسند احمد بن حنبل: 172,174/29، رقم: 17629، مشکوٰۃ المصابیح للخطیب التبریزی: 188/3، رقم: 5475، المستدرك علی الصحیحین للحاکم: 537/4، رقم: 8508، کتاب الایمان لابن مندۃ: 932/2، رقم: 1027، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 341/10، رقم: 7840، شرح السنۃ للبغوی: 54,56/15، رقم: 4261، مسند الشامین للطبرانی: 354/1، رقم: 614

فیرغب نبی اللّٰہ عیسیٰ و اصحابہ فیرسل اللّٰہ علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسیٰ کموت نفس واحدة ثم یهبط نبی اللّٰہ عیسیٰ و أصحابه الی الارض فلا یجدون فی الأرض موضع شبر الا ملأه زهمهم و نتنهم فیرغب نبی اللّٰہ عیسیٰ و أصحابه الی اللّٰہ فیرسل طیرا کأعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث ماشاء اللّٰہ ثم یرسل اللّٰہ مطرا لایکن منه بیت مدر ولا و بر فیغسل الارض حتّٰی یترکها کالزلفة۔"

اس دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھی کوہِ طور میں محصور ہوں گے (اوران کا سامان خوردونوش ختم ہو جائے گا) حتیٰ کہ ایک بیل کا سر سو دینار سے بہتر ہوگا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے (اس مصیبت سے نجات کے لئے) دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج پر ایک عذاب بھیجے گا ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمادے گا جس سے وہ سارے کے سارے اس طرح یک دم مرجائیں گے جس طرح ایک آدمی مرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھی کوہِ طور سے واپس تشریف لے آئیں گے لیکن زمین پر ایک بالشت بھر جگہ یاجوج و ماجوج کی لاشوں سے خالی نہیں پائیں گے جن سے بدبو اور سرانڈ اٹھ رہی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے اصحاب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمائیں گے (یعنی دُعا کریں گے) اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بڑے اونٹوں کے برابر ہوں گی وہ پرندے ان کی

لاشوں کو اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں لے جا کر پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا جو ہر گھر اور خیمہ تک پہنچے گی اور زمین کو دھو ڈالے گی یہاں تک کہ اسے کسی باغ کی مانند (بدبو سے) پاک اور صاف کر دے گا۔"(۱)

۲۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أن الناس يغرسون بعده الغروس ويتخذون من بعده الأموات "قلت سبحان الله! أبعد الدجال؟ : قال: نعم، فيمكثون الأرض ماشاء الله أن يمكثوا، ثم يفتح يأجوج ومأجوج، فيهلكون من فى الارض إلا من تعلق بحصن، فلما فرغو من اهل الأرض أقبل بعضهم على بعض فقالو: إنما بقى من فى الحصون ومن فى السماء ، فيمرون بسهامهم فخرت عليه متغيرة دما، فقالوا: قد استرحتم ممن فى اسماء، وبقى من فى الحصون، فحاصروهم حتى اشتد عليهم الحصر و البلاء فبينماهم كذلك إذ أرسل الله تعالى علهيم نغفا فى اعناقهم ،

۱. صحيح مسلم: 2250/4، رقم: 110,2937، سنن الترمذى: 80,83/4، رقم: 2240، سنن ابن ماجة: 1356/2، رقم: 4075، مسند احمد بن حنبل:172,174/29، رقم: 17629، مشكوٰة المصابيح للخطيب التبريزى:188/3، رقم: 5475، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 537/4، رقم: 8508، كتاب الايمان لابن منده:932/2، رقم: 1027، جامع الاصول فى احاديث الرسول لابن الاثير: 341/10، رقم: 7840، شرح السنة للبغوى:54,56/15، رقم:4261، مسند الشامين للطبرانى:354/1، رقم:614

فمال بعضهم علی بعض موتی، فقال رجل :قتلهم رب الكعبة، قال: إنما يفعلون ذالك مخادعة، فنخرج إليهم فيهلكونا كما أهلكوا إخواننا، فقال: افتحوا الي الباب، فقال أصحابه: لا نفتح فقال: دلوني بحبل، فلما نزل وجدهم موتى، فخرج الناس من حصونهم."

''یاجوج وماجوج زمین میں موجود ہر شخص کو ہلاک کر ڈالیں گے صرف وہی بچے گا جو کسی قلعے میں پناہ گزیں ہو گا جب یاجوج وماجوج زمین والوں کی ہلاکت سے فارغ ہو جائیں گے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اب صرف وہی لوگ بچے ہیں جو قلعوں میں ہیں یا آسمان والے رہ گئے ہیں وہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے تو وہ خون سے آلودہ ہو کر واپس آئیں گے وہ کہیں گے کہ ہم نے آسمان والوں سے بھی راحت حاصل کر لی ہے اب صرف وہی رہ گئے ہیں جو قلعوں میں چھپے ہوئے ہیں یہ ان کا محاصرہ کر لیں گے حتی کہ ان کے لئے محاصرے کی مشکلات بہت بڑھ جائیں گی ابھی وہ اسی سوچ و بچار میں ہوں گے کہ اللہ ان پر ایک کیڑا مسلط کر دے گا جو ان کی گردنوں میں پیدا ہو گا اور وہ ان کی گردنوں کو توڑ ڈالے گا۔ وہ ایک دوسرے پر گریں گے اور مر جائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ایک کہے گا: کعبہ کے رب نے انہیں قتل کر دیا ہے بعض دوسرے کہیں گے: نہیں نہیں، یہ ہمارے ساتھ دھوکا کر رہے ہیں تا کہ ہم ان کی طرف نکلیں اور یہ

ہمیں بھی اسی طرح ہلاک کر دیں جس طرح انہوں نے ہمارے بھائیوں کو ہلاک کر دیا وہ کہے گا کہ تم مجھے قلعے کا دروازہ کھول دو میں باہر جا کر ان کی خبر لاتا ہوں وہ کہیں گے ہم نہیں کھولیں گے وہ کہے گا کہ مجھے کوئی رسی دے دو وہ رسی کے ذریعے نیچے اترے گا تو ان سب کو مردہ پائے گا۔''(۱)

یاجوج وماجوج کے بعد زمین میں جنگ وجدل کا خاتمہ

جب اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو ہلاک کر دے گا تو زمین میں سوائے مومنوں کے کوئی نہیں بچے گا۔ برکات وخیرات ہر طرف پھیل جائیں گی ان کے دل آپس میں صاف ہوں گے اور جدال وقتال اور جنگیں ختم ہو جائیں گی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! گھوڑوں کو چھوڑ دیا گیا ہے، ہتھیار رکھ دیے گئے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ اب کوئی لڑائی نہیں ہوگی اور جنگیں اختتام پذیر ہوگئی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''انہوں نے غلط کہا لڑائی تو اب آئی ہے۔ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہے گی جو اللہ کے راستے میں لڑتی رہے گی ان کے مخالفین ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں کو جنہیں اللہ رزق دے رہا ہوگا، ٹیڑھا کر دے گا

۱. المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر :443/18، حديث :4523

وہ جماعت قیامت کے قائم ہونے تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتی رہے گی۔"(۱)

یاجوج وماجوج کے خاتمے کے بعد لوگ حج کریں گے

جس طرح کے گزشتہ اوراق میں مرقوم چند احادیث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یاجوج وماجوج کا جب روح زمین سے خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ رب العزت ایک دفعہ زمین کو بالکل پاک صاف فرما دیں گے اور جوان کے اجسام سے پھیلنے والی بدبو کی وجہ سے فضا کافی متاثر ہو چکی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بارش برسا کر زمین کو متاثر شدہ فضا کو خوشگوار بنائیں گے۔

زمین سے بنو نوع انساں کا شر و فساد بھی ختم ہو چکا ہوگا۔ اللہ رب العزت کے برگزیدہ بندے ہی اس وقت زمین پر زندگی بسر کر رہے ہوں گے تو اب پھر یاجوج وماجوج کے خاتمے کے بعد لوگ کعبۃ اللہ کا حج کریں گے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ اس بات کی تائید کر رہی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لیحجن البیت ولیعتمرن بعد خروج یأجوج ومأجوج"

"خروج یاجوج وماجوج کے بعد بھی بیت اللہ شریف کا حج اور عمرہ کیا جائے گا۔"(۲)

---

۱ السنن الکبریٰ للنسائی : 218/5، وسلسلة الاحادیث الصحیحة للألبانی، 571/4، رقم:1935

۲ صحیح بخاری کتاب الحج، رقم الحدیث 1593

یہاں یہ ایک شبہہ جنم لے لیتا ہے کہ صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا تقوم الساعة حتی لا یحج البیت.''

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج بند نہ ہو جائے۔''

ان دونوں احادیث کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ یاجوج وماجوج کے خاتمے کے بعد لوگ کعبۃ اللہ کا حج کریں گے۔ حالانکہ یہ بات بھی متفق ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج پھر ان کا خاتمہ قرب قیامت کی بڑی علامات میں سے ہے تو ظاہر بات ہے کہ قیامت اس وقت قریب ہی ہوگی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ان دونوں احادیث کو اکٹھا بیان کرنے کا یہی مقصد ہے کہ مذکورہ دونوں احادیث میں جو بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے اس کو واضح کیا جائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں احادیث میں یہ تطبیق بیان کی ہے کہ پہلی حدیث زیادہ راویوں نے بیان کی ہے اور اس روایت کو قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت کو امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ شعبہ کی نسبت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو زیادہ مضبوط ہونے کی وجہ سے ترجیح حاصل ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے سے اکثر علماء کو اتفاق نہیں ہے جن میں شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں ان کا کہنا ہے کہ دونوں احادیث اپنی سند کے لحاظ سے صحیح ہیں اور ان میں تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں جو مذکور ہے کہ یاجوج و ماجوج کے خاتمے کے بعد لوگ حج کریں گے یہ بھی درست ہے۔ رہی دوسری حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی کہ جب تک کعبۃ اللہ کا حج نہ روک دیا جائے یہ حدیث بھی اپنی جگہ حق ہے کیونکہ اس دوسری حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ

یاجوج وماجوج کے خاتمے کے بعد حج روک دیا جائے گا کیونکہ ظاہر بات ہے کہ خواہ یاجوج وماجوج کا خروج قرب قیامت ہی ہوگا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یاجوج وماجوج کے خاتمے کے فوراً بعد قیامت آجائے گی بلکہ حقیقت امر یہ ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں مذکور چند احادیث میں یہ بات ہم پڑھ چکے ہیں کہ یاجوج وماجوج کے خاتمے کے بعد صرف نیک لوگ ہی بچ جائیں گے جو حضرت عیسیٰ کے ماتحت رہ کر اپنی بقیہ زندگی کے ایام گزاریں گے۔ قرب قیامت پھر ایک دفعہ فتنے شروع ہوں گے اور نیک لوگوں کو اٹھالیا جائے گا۔ زمین میں شروفساد اس قدر عروج پر چلا جائے گا کہ نبی کریم کی حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيقول: يا ليتني مكانه."

"اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کوئی آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے اور یہ نہ کہے: ہائے! میں اس کی جگہ ہوتا۔"(۱)

اور قیامت صرف برے لوگوں پر آئے گی جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل احادیث میں یہ مذکور ہے۔

---

۱ صحیح بخاری رقم:7115، صحیح مسلم. 2231/4، رقم:53,157، مسند احمد بن حنبل:164/12، رقم:7227، صحیح ابن حبان:100/15، رقم:6707، الموطأ للامام مالك :237/2، رقم:507، السنن الواردة للدانی:453/2، رقم:157، المخلصیات لابی الطاهر .347/3، رقم:2682، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر:399/10، رقم.7910، ، التمهید لابن عبدالبر:147/18، الاستذکار ، رقم:527

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى لا يقال فى الارض: الله، الله وفى رواية قال: لا تقوم الساعة على احد يقول: الله، الله."

"جب تک زمین میں اللہ اللہ کا کہا جائے گا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: کسی ایک پر قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک وہ اللہ اللہ کہتا ہو۔"(۱)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة الا على شرار الخلق."

"قیامت صرف بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔"(۲)

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا يذهب الليل والنهار حتى يعبد اللات والعزى فقلت يا رسول الله: ان كنت لاظنحين انزل الله: (هو الله الذى ارسل رسوله با لهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون) ان ذلك تاما، قال: انه سيكون من ذلك ما شاء الله ثم يبعث الله ريحا طيبة فتوفى كل من كان فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان، فيبقى من ال خير فيه فيرجعون الى دين ابائهم."

---

۱. صحيح مسلم رقم:234 ,148، مشكوٰة المصابيح، رقم:5516

۲. صحيح مسلم، رقم:131 ,2949، مشكوٰة المصابيح، رقم:5517

''رات اور دن ختم نہیں ہوں گے حتی کہ لات وعزی کی پوجا کی جائے گی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا ہے تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرک اسے ناگوار خیال کریں۔'' تو میں خیال کرتی تھی کہ یہ (حکم تمام زمانوں کو) شامل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اس (دین کے مکمل کرنے) میں سے جو اللہ چاہے گا وہی ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشگوار ہوا چلائے گا اس وقت جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ وفات پا جائے گا اور صرف باقی وہی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر نہ ہوگی، وہ اپنے آباء کے دین کی طرف واپس لوٹ جائیں گے۔''(۱)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(یخرج الدجال فیمکث اربعین) لا ادری اربعین یوما او شهرا او عاما (فیبعث الله عیسیٰ ابن مریم کانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة، ثم یرسل الله ریحا باردة من قبل الشام فلا یبقی علی وجه الارض احد فی قلبه مثقال ذرة منم خیر او ایمان الا قبضته، حتی لو ام احدکم دخل فی کبد جبل لدخلته علیه حتی تقبضه قال: فیبقی شرار الناس فی خفة الطیر و احلام السباع،

۱۔ صحیح مسلم، رقم:52 ,2907، مشکوٰۃ المصابیح ، رقم:5519

لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا، فیتمثل لھم الشیطان، فیقول: الا تستحیون؟ فیقولون: فما تأمرنا؟ فیأمرھم بعبادۃ الاوثان وھم فی ذلک دار رزقھم حسن عیشھم ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعه احد الا اصغی لیتا ورفع لیتا قال: واول من یسمعه رجل یلوط حوض ابله فیصعق و یصعق الناس ثم یرسل الله مطرا کانه الطل فینبت منه اجساد الناس ثم ینفخ فیه اخریٰ فاذا ھم قیام ینظرون ثم یقال: یایھا الناس! ھلم الی ربکم، وقفوھم انھم مسئولون فیقال: اخرجوا بعث النار فیقال من کم؟ کم؟ فیقال: من کل الف تسع مائة و تسعة و تسعین، قال فذلک یوم یجعل الولدان شیبا، وذلک یوم یکشف عن ساق."

''دجال نکلے گا سو وہ چالیس سال قیام کرے گا۔ (حضرت عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں) میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال مراد ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا گویا وہ عروہ بن مسعود ہیں اور وہ اس دجال کو تلاش کر کے قتل کریں گے پھر لوگوں کے درمیان سات سال تک رہیں گے، کسی دو کے درمیان عداوت نہیں ہوگی۔ پھر اللہ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا تو وہ روئے زمین پر موجود تمام لوگوں کی روح قبض کر لے گی جن کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان یا خیر ہوگی حتیٰ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کے اندر گھس جائے گا تو وہ

وہاں پہنچ کر اسے دبوچ لے گی۔ اور فرمایا: بدترین لوگ رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح سبک اور تیز جبکہ درندوں کی طرح سخت (وحشی) ہوں گے وہ نہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ برائی کو برائی سمجھیں گے۔ شیطان روپ بدل کر ان کو کہے گا: کیا تم حیا نہیں کرتے؟ وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو؟ چنانچہ وہ ان کو بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دے گا اور وہ اسی حالت میں ہوں گے، ان کا رزق بہت زیادہ ہوگا، ان کی زندگی خوشگوار ہوگی پھر صور پھونکا جائے گا جو شخص اسے سنے گا وہ اپنی گردن کو ایک جانب جھکائے گا اور ایک جانب اٹھائے گا۔'' اور فرمایا: سب سے پہلے اسے وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کے حوض کی لپائی کر رہا ہوگا تو وہ بے ہوش ہو جائے گا اور تمام لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی مانند بارش برسائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ (جی) پڑیں گے پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو وہ اچانک کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے پھر کہا جائے گا لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ (فرشتوں سے کہا جائے گا) انہیں کھڑا کرو کیونکہ ان سے حساب لیا جائے گا، پھر (فرشتوں سے کہا جائے گا) آگ والوں (جہنمیوں) کو نکال لاؤ، کہا جائے گا کتنے میں سے کتنے؟ کہا جائے گا ہزار میں سے نوسوننانوے۔'' تو فرمایا: یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہ وہ دن ہے جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا۔''(۱)

---

۱. صحیح مسلم، رقم 116، 2940، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: 5540

ان مذکورہ احادیث سے درج ذیل باتیں ہمارے سامنے واضح ہوتی ہیں:

۱۔ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک زمین پر اللہ کا ایک بندہ اپنے رب کا نام لے رہا ہوگا۔

۲۔ بدترین آدمیوں پر قیامت قائم ہوگی۔

۳۔ دجال کے قتل کے بعد حضرت عیسیٰ سات سال تک حیات رہیں گے۔

۴۔ حضرت عیسیٰ کے اس دور میں لوگوں کے درمیان ہر قسم کی عداوت ختم ہو جائے گی۔

۵۔ پھر شام کی طرف سے اٹھنے والی ہوا ہر اس آدمی کی روح کو قبض کر لے گی جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان یا خیر ہوگی۔

۶۔ قیامت سے قبل لوگ اپنے آباء و اجداد کے دین پر پھر واپس لوٹ جائیں گے۔

اس مذکورہ تمام حقیقت حال ہم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دجال کے قتل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سات سال تک حیات رہیں گے یہ بات بھی کتب احادیث میں واضح ہے جس کا تذکرہ ہم گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ دجال کے قتل کے فوراً بعد یاجوج و ماجوج کا خروج ہو جائے گا اور ان کا وہ فتنہ صرف دن کا ہے۔ ان کے شر و فساد کے جب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پر امن زندگی گزار رہے ہوں گے تو پھر اس دوران لوگ کعبۃ اللہ کا حج بھی کریں گے۔

۱۔ اسی شبہے کا ازالہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

قلت: "ولا منافاة فی المعنی بین الروایتین، لأن الکعبة یحجها الناس و یعتمرون بها بعد خروج یأجوج و مأجوج و هلاکهم و طمأنینة الناس و کثرة أرزاقهم فی زمان المسیح، ثم یبعث اللّٰه ریحا طیبة فیقبض بها

روح کل مؤمن و مؤمنة، و یتوفی نبی اللّٰہ عیسیٰ، و یصلی علیه المسلمون، و یدفن بالحجرة النبویة مع رسول اللّٰہ، ثم یکون خراب الکعبة علی یدی ذی السویقتین بعد ھذا، و ان کان ظھورہ فی زمان المسیح، کما قال کعب الاحبار."

''میں یہ کہتا ہوں کہ ان دونوں روایات کے معنی میں تعارض نہیں ہے اس لئے کہ لوگ یاجوج و ماجوج کے خروج، ان کی ہلاکت، لوگوں کے پرسکون دور اور مسیح کے دور میں مال کی کثرت کے بعد بھی کعبہ کا حج کریں گے پھر اللہ تعالیٰ پاک صاف ہوا بھیجے گا جس سے تمام مومن مرد اور مومنہ عورتوں کی روح قبض کر لی جائیں گی پھر اللہ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وفات پا جائیں گے تو مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجرۃ النبی میں دفن کریں گے پھر اس کے بعد ذی السویقتین کے ہاتھوں خانہ کعبہ مسمار ہوگا اگرچہ اس کا ظہور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ ہی میں ہوگا جیسا کہ کعب الاحبار نے کہا ہے۔''(۱)

۲۔ مولانا داؤد راز رحمہ اللہ صحیح بخاری میں اوپر مذکور دونوں احادیث کی شرح میں اسی شبہے کا ازالہ کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''یاجوج و ماجوج دو کافر قومیں یافث بن نوح کی اولاد ہیں جن کی اولاد میں روسی اور ترک بھی ہیں۔ قیامت کے قریب وہ ساری دنیا پر قابض ہو کر بڑا دھندہ مچائیں گے۔ پورا ذکر علامت میں آئے گا۔ امام

---

۱ النھایة فی الفتن و الملاحم لابن کثیر 134/1، طبع جدید، دار الحدیث قاھرة

بخاری اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس کی روایت میں بظاہر تعارض ہے اور فی الحقیقت تعارض نہیں، اس لئے کہ قیامت تو یاجوج و ماجوج کے نکلنے اور ہلاک ہونے کے بہت دنوں بعد قائم ہو گی تو یاجوج و اور ماجوج کے وقت میں لوگ حج اور عمرہ کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد پھر قرب قیامت پر لوگوں پر کفر پھیل جائے گا اور حج اور عمرہ موقوف ہو جائے گا۔ ابان کی روایت کو امام احمد نے اور عمران کی روایت کو ابو یعلی اور ابن خزیمہ نے وصل (متصل سند کے ساتھ بیان) کیا ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: "لا یزال الناس علی دین ما حجوا البیت واستقبلوا القبلة." (فتح) یعنی مسلمان اپنے دین پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ کعبۃ اللہ کا حج اور اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔"(۱)

یاجوج و ماجوج کی اکثریت جہنم کا ایندھن بنے گی

یاجوج و ماجوج کی قوم کا اکثر حصہ اپنی بد اعمالیوں کی بنا پر جہنم کا ایندھن بنے گا اور جو بنی نوع انسان کو انہوں نے اپنے شر و فساد کا نشانہ بنایا تھا کل روز قیامت ان سے ان اعمال کا پورا پورا بدلہ لیا جائے گا اور اسی اپنی شر پسندی کی وجہ ہر ہزار میں سے 999 آدمی ان میں جہنم میں جائیں گے۔ ہزار میں سے صرف ایک آدمی کے مقدر میں جنت آئے گی۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس بات کی وضاحت اپنے پیارے فرمان میں یوں بیان فرمائی ہے:

---

۱. شرح صحیح بخاری از داؤد راز: 62//2

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یقول اللّٰہ تعالیٰ یا آدم! فیقول لبیك و سعدیك والخیر كله فی یدیك فیقول: أخرج بعث النار، قال: وما بعث النار؟ قال: من كل الف تسعمائة و تسعه و تسعین فعنداللّٰه یشیب الصغیر (و تضع كل ذات حملٍ حملها و تری الناس سكاریٰ و ما هم بسكاریٰ ولكن عذاب اللّٰه شدید) قالوا: یارسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم! و اینا ذٰلك الواحد؟ قال: ابشروا فان منكم رجلا و عن یاجوج و ماجوج الف ثم قال: والذی نفسی بیدهٖ افی أرجو ان تكونو ربع اهل الجنة فكبرنا فقال: ارجو ان تكونوا ثلث اهل الجنة فكبرنا، فقال: ارجوا ان تكونوا نصف أهل الجنه فكبرنا، فقال: ما أنتم فی الناس الا كالشعرة السوداء فی جلد ثور أبیض او كشعرة بیضاء فی جلد ثور اسود."

"اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا اے آدم! حضرت آدم عرض کریں گے میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں اور تیار ہوں، تمام بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جہنم میں جانے والوں کو (الگ) نکال دو، حضرت آدم عرض کریں گے اے اللہ! جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے، اس وقت (کی وحشت و ہولنا کی) سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے (پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن

کی یہ آیت تلاوت فرمائی (اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی اور (اس دن) آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ جیسے ان پر نشہ طاری ہے حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ وہ ایک آدمی تم میں سے ہوگا اور ایک ہزار آدمی دوزخی یاجوج و ماجوج کی قوم سے ہوں گے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اُمید ہے کہ تم تمام جنت والوں کا ایک چوتھائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا تہائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا آدھا حصہ ہوں گے۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (حشر کے میدان میں) تم لوگ تمام انسانوں کے مقابلے میں اتنے ہوں گے جتنے کسی سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال، یا جتنے ایک سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔"(۱)

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یاجوج و ماجوج فطرتاً اور طبعاً ہی حق بات کو قبول کرنے کے لائق نہیں تھے اور ان کی طبیعت ہی میں شر پسندی بس چکی تھی تو پھر وہ اس بات کے مکلف نہیں ہونے چاہئیں کہ ان کا حساب و کتاب ہو اور انہیں ان کی شر پسندی کے سبب جہنم کا ایندھن بنایا جائے۔

کلمہ گو مسلمان کو اس بات کا جواب دینا کوئی مشکل امر نہیں ہے کیونکہ مسئلہ تقدیر

ہر مومن کے بنیادی عقائد سے تعلق رکھتا ہے اور یاجوج وماجوج کے بارے میں اس بحث کا تعلق بھی تقدیرِ الٰہی ہی سے ہے جس کی اصل حقیقت کو تو اللہ رب العزت ہی بہتر جانتا ہے۔

یہاں ہم اس شبہے کا بالتفصیل ازالہ کرتے ہوئے ذیل میں مسئلہ تقدیر کے بارے میں قدرے تفصیل کے ساتھ رقم کرنا ہی مناسب خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ آج کل ہمارے ہاں اکثریت اس مسئلہ میں گمراہی کا شکار ہے۔

اس بحث کی تفصیلات جاننے کے لئے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ آخر تقدیر کیا ہے؟

۱۔ تقدیر کے بارے میں اسی ابتدائی بات کو سمجھاتے ہوئے استاد الحدیث ابوانس حافظ محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں:

---

۱. صحیح بخاری: 138/4، رقم: 3348، صحیح مسلم: 201/1، رقم: 379,222، سنن الترمذی: 175/5، رقم: 3169، مسند احمد بن حنبل: 384,385/17، رقم: 11284، مشكوٰة المصابیح: 205/3، رقم: 5541، صحیح ابن حبان: 352/16، رقم: 7354، مسند الحمیدی: 80/2، رقم: 853، السنن الكبریٰ للنسائی: 188/10، رقم: 11276، المستدرك علی الصحیحین للحاكم: 81/1، رقم: 78، المعجم الكبیر للطبرانی: 144/18، رقم: 306، الأسماء والصفات للبیهقی: 544/1، رقم: 471، الایمان لابن منده: 902,903/2، رقم: 988، الشریعة للآجری: 1239/3، رقم: 809، تهذیب الآثار للطبری: 251/6، رقم: 2754، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 184/9، رقم: 6748، حدیث السراج: 245/3، رقم: 2668، شرح اصول اعتقاد اهل السنة للألكائی: 1252/6، رقم: 2224، شرح السنة للبغوی: 139/15، رقم: 4325، شعب الایمان للبیهقی: 322/1، رقم: 361، مسند ابی عوانة: 85/1، رقم: 253، مسند ابی یعلی: 430/5، رقم: 3122، مسند الشامین للطبرانی: 325/3، رقم: 2409، مسند عبد بن حمید: 287/1، رقم: 917

''تقدیر کا معنی کسی چیز کی بنیادی حد بندی ہے شرعی اصطلاح میں اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے ہی ام الکتاب میں لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ اس کا علم اس کے وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔ کوئی چیز بھی اپنے وجود میں آنے سے پہلے اور بعد اس کے علم سے باہر نہیں اس نے ہی پوری کائنات میں ہر ایک امر کو اس کی حدود و اصول میں وضع کیا ہے کوئی ایسا امر نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے خلق اور پیدائش سے پہلے ضبط اور لکھ نہ دیا ہو۔''(۱)

۲۔ تقدیر کے معنی و مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ سورۃ الاعلیٰ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں:

''یعنی ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے یہ طے کر دیا کہ اسے دنیا میں کیا کام کرنا ہے اور اس کام کے لئے اس کی مقدار کیا ہو؟ اس کی شکل کیا ہو، اس کی صفات کیا ہوں، اس کا مقام کس جگہ ہو، اس کے لئے بقاء اور قیام اور فعل کے لئے کیا مواقع اور کیا ذرائع فراہم کیے جائیں، کس وقت وہ وجود میں آئے کب تک اپنے حصے کا کام کرے اور کب کس طرح ختم ہو جائے؟ اس پوری سکیم کا مجموعی نام اس کی ''تقدیر'' ہے اور یہ تقدیر اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے لئے اور مجموعی طور پر پوری کائنات کے لئے بنائی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تخلیق کسی پیشگی منصوبے کے بغیر کچھ یونہی نہیں ہو گئی ہے بلکہ اس کے لئے ایک پورا منصوبہ خالق کے پیش نظر تھا اور سب کچھ اس

۱. عقیدۃ اھل حدیث از محمد یحیٰی گوندلوی رحمہ اللہ: 358

منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے۔"(۱)

تقدیر الٰہی قرآن کی روشنی میں

۱۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا

ترجمہ: "اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا پورا پورا اندازہ مقرر کیا۔"

(سورۃ الفرقان ۲)

۲۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ

ترجمہ: "ہر چیز اللہ کے ہاں مقدار کے ساتھ ہے۔"

(سورۃ الرعد آیت ۸)

۳۔ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ

ترجمہ: "ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں مگر ہم ان کو معلوم مقدار کے ساتھ اتارتے ہیں۔"

(سورۃ الحجر:۲۱)

۴۔ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا.

ترجمہ: "جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے مقرر کی ہیں ان میں نبی پر حرج نہیں (یہی) اللہ کا دستور ان میں بھی رہا جو پہلے ہوئے اور اللہ

۱۔ تفہیم القرآن از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی: 311/6

تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کیے ہوئے ہیں۔''

(سورہ الاحزاب:۳۸)

۵۔ وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ.

ترجمہ: ''اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کا غیب ہے اور تمام امر اسی کی طرف لوٹتے ہیں پس تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو۔''

(سورۃ ھود، آیت:۱۲۳)

اللہ تعالیٰ انسانی تخلیق کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں یوں فرماتے ہیں:

۶۔ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ○ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ.

ترجمہ: ''کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے؟ نطفہ کی ایک بوند سے۔ اللہ نے اسے پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔''

(سورۃ عبس، آیت:۱۸،۱۹)

۷۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ○ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى.

ترجمہ: ''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا، جس نے تقدیر بنائی، پھر راہ دکھلائی۔''

(سورۃ الاعلیٰ، آیت:۱تا۳)

تقدیر الٰہی احادیث کی روشنی میں

ذیل میں ہم چند احادیث درج کر رہے ہیں جن سے تقدیر کے بارے پیدا

ہونے والے تمام شبہات کا تسلی بخش ازالہ ہو جاتا ہے۔ وہ احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(کتب اللّٰہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنۃ) وقال:(و کان عرشہ علی الماء)

''اللہ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیر لکھی، اور اس کا عرش پانی پر تھا۔''(۱)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کل شیء بقدر حتی العجز والکیس.''

ترجمہ: ''ہر چیز حتیٰ کہ عجز ودانائی، تقدیر کے مطابق ہے۔''(۲)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''احتج ادم و موسیٰ عند ربھما فحج ادم موسیٰ قال

---

۱. صحیح مسلم: 2044/4، رقم:16,2653، مشکوٰۃ المصابیح: 18/1، رقم:79، الابانۃ الکبریٰ لابن بطۃ: 323/3، رقم:1345، الشریعۃ للآجری: 763/2، رقم: 342، القضاء والقدر للبیہقی: 169/1، رقم: 128، المخلصیات البی الطاہر: 311/3، رقم:2588، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر:132/10، رقم:7606، شرح السنۃ للبغوی:123/1، رقم:66

۲. صحیح مسلم: 2045/4، رقم: 18,2655، مسند احمد بن حنبل:134/10، رقم: 5893، مشکوٰۃ المصابیح: 18/1، رقم: 80، صحیح ابن حبان: 17/14، رقم:6149، السنن الکبریٰ للبیہقی:205/10رقم:20671،

موسیٰ: انت آدم الذی خلقك بیدہ و نفخ فیك من روحہ و اسجد لك ملئكة و اسكنك فی جنتہٖ ثم اهبطت الناس بخطیئتك الی الارض. قال ادم: انت موسیٰ الذی اصطفاك اللّٰه برسالتہٖ و بكلامہٖ اعطاك الالواح فیها تبیان كل شیء و قربك نجیا فبكم و جدت اللّٰه كتب التوراة قبل ان اخلق، قال موسیٰ: باربعین عاما قال ادم: فهل وجدت فیها وعصٰی ادم ربه فغویٰ قال: نعم قال: افتلو منی علیٰ ان عملت عملا كتبه اللّٰه علی ان اعمله قبل ان یخلقنی باربعین سنة)). قال رسول اللّٰه:((فحج آدم موسٰی)).''

''آدم اور موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے ہاں مناظرہ ومباحثہ کیا، تو آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ آدم علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمایا، اس میں اپنی روح پھونکی، اپنے فرشتوں سے آپ علیہ السلام کو سجدہ کرایا، آپ علیہ السلام کو اپنی جنت میں بسایا پھر آپ علیہ السلام نے اپنی خطا سے لوگوں کو زمین پر اُتارا، آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ موسیٰ علیہ السلام ہیں، جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لئے منتخب فرمایا، آپ علیہ السلام کو تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے، آپ علیہ السلام کو کسی واسطے کے بغیر سرگوشی کا شرف

حاشیہ صفحہ سابقہ: الموطأ للامام مالك: 372/5، رقم: 1396، الابانة الكبریٰ لابن بطة: 172/4، رقم: 1664، الاعتقاد للبیهقی: 135/1، السنة لعبداللہ بن احمد: 417/2، رقم: 913، الشریعة للآجری: 871/2

بخشا، آپ علیہ السلام کے خیال میں میری تخلیق سے کتنا عرصہ قبل اللہ تعالیٰ نے تورات لکھی ہوگی؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: چالیس برس، آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ علیہ السلام نے اس میں یہ چیز بھی پائی: آدم علیہ السلام نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گئے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں، آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ علیہ السلام مجھے ایسے عمل کے کرنے پر ملامت کرتے ہیں جس کا کرنا اللہ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس برس پہلے مجھ پر لازم کر دیا تھا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔''(۱)

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مامنکم من احد الا و قد کتب مقعدهٔ من النار و مقعده من الجنة)). قالوا: یارسول اللّٰه! افلا نتکل علی کتابنا و ندع العمل قال: ((اعملوا فکل میسر لما خلق له اما من کان من اهل السعادة فسییسر لعمل السعادة و اما من کان من اهل الشقاوة فسییسر لعمل الشقاوة)) ثم قرأ: ﴿فاما من اعطی و اتقی و صدق

۱. صحیح بخاری: 158/4، رقم: 3409، صحیح مسلم: 2043/4، رقم: 15,2652، سنن ابی داوٗد: 362/4، رقم: 4703، سنن الترمذی: 12/4، رقم: 2134، سنن ابن ماجة: 31/1، رقم: 80، مسند احمد بن حنبل: 95/15، رقم: 9176، مشکوٰۃ المصابیح: 18/1، رقم: 81، صحیح ابن حبان: 55/14، رقم: 6179، مسند بزار: 372/14، رقم: 8085

بالحسنیٰ......﴾ لایۃ."

''تم میں سے ہر ایک کی جہنم میں اور جنت میں جگہ لکھ دی گئی ہے۔''
انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم پھر اپنے نوشتہ تقدیر پر بھروسہ کر لیں، اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
''عمل کرتے رہو، ہر ایک کو، جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے، میسر کر دیا جاتا ہے جو شخص سعادت مندوں میں سے ہوگا تو اس کے لئے اہل سعادت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے، اور جو شخص بد نصیبوں میں سے ہوا تو اس کے لئے بدنصیبی والے عمل آسان کر دیئے جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''جس کسی نے اللہ کی راہ میں دیا اور ڈرتا رہا، اور اچھی بات کی تصدیق کی، تو ہم بہت جلد اس کے لئے نیکی کی راہ آسان کر دیں گے۔''(۱)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"ان اللّٰه کتب علی ابن آدم حظه من الزنا ادرک ذالك لا محالة فزنا العین النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تتمنی و تشتهی و الفرج یصدق ذلك و یکذبه)) متفق علیه و فی روایة المسلم قال: ((کتب علی ابن آدم نصیبه من الزنا مدرك ذالك لا محالة العینان زنا هما

۱. صحیح بخاری: 96/2، رقم: 1362، صحیح مسلم: 1040/4، رقم: 7,2647، سنن الترمذی:298/2، رقم: 3344، سنن ابن ماجة: 30/1، رقم: 78، مسند احمد بن حنبل:339/2، رقم: 1110، مشکوٰۃ المصابیح: 19/1، رقم: 85، صحیح ابن حبان: 47/2، رقم: 335، مسند بزار: 200/2، رقم: 583، السنن الکبریٰ للنسائی:338/10، رقم:11615، الادب المفرد للبخاری، رقم:903

النظر والاذنان زناهما الاستماع و اللسان زناه الكلام و اليد زناه الكلام و اليدزنا ها البطش و الرجل زناها الخطى والقلب يهوى و يتمنى و يصدق ذالك الفرج و يكذبه."

''اللہ نے اولادِ آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ ضرور پا کر رہے گا، آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے جبکہ نفس تمنا اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔'' اور مسلم کی روایت میں ہے: ''اللہ نے ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، جسے وہ ضرور پا کر رہے گا، آنکھ کا زنا دیکھنا، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، ٹانگ کا زنا چل کر جانا ہے، جبکہ نفس تمنا اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''(۱)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مامن مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه كما تنتج البهيمة جمعآء هل تحسون فيها من جدعآء)) ثم يقول: ''فطرة الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذالك الدين القيم.........''

۱۔ صحيح بخارى: 54/8، رقم:6243، صحيح مسلم: 2046/4، رقم:20,2657، سنن ابى داؤد: 212/2، رقم:2154، مسند احمد بن حنبل: 529/13، رقم:8215، مسند بزار: 362/15، رقم:7943، السنن الكبرىٰ للبيهقى: 89/7، رقم:13287، السنن الكبرىٰ للنسائى:278/10، رقم:11480، المستدرك على الصحيحين للحاكم:511/2، رقم:3752 القضاء و القدر للبيهقى:203/1، رقم:215

''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا کیا جاتا ہے، پس اس کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا اسے نصرانی بنا دیتے ہیں یا اسے مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانور صحیح سالم جانور کو جنم دیتا ہے کیا تم اس میں سے کسی کا کان کٹا ہوا محسوس کرتے ہو؟'' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''یہ وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں کوئی تبدیلی نہ کرو، یہی درست دین ہے۔''(۱)

۷۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان اول ما خلق اللّٰہ القلم فقال له: اُکتب قال: ما اکتب قال: اکتب القدر فکتب ما کان و ما ھو کائن الی الابد.''

''اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا تو اسے فرمایا: ''لکھو، اس نے

۱. صحیح بخاری: 94/2، رقم: 1358، صحیح مسلم: 2047/4، رقم: 22,2658، سنن ابی داؤد: 366/4، رقم: 4716، مسند احمد بن حنبل: 104/12، رقم: 7181، مشکوٰۃ المصابیح: 20/1، رقم: 90، صحیح ابن حبان: 339/1، رقم: 130، مصنف عبدالرزاق: 119/11، رقم: 20087، السنن الکبریٰ للبیہقی: 202/6، رقم: 11917، الموطأ للامام مالك: 236/2، رقم: 507، الاعتقاد للبیہقی: 164/1، القضاء و القدر للبیہقی: 340/1، رقم: 591، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 268/1، رقم: 56، شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالکائی: 622/2، رقم: 997، شرح السنة للبغوی: 154/1، رقم: 83، مسند ابی داؤد للطیالسی: 115/4، رقم: 2480

عرض کیا، کیا لکھوں؟ فرمایا: "لکھو تقدیر لکھو، اس نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونا تھا سب لکھ دیا۔"(۱)

۸۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتدرون ما هذان الكتابان؟)) قلنا: لا يارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم! الا ان تخبرنا فقال: ((للذى فى يده اليمنٰى هٰذا كتاب من رب العالمين فيها اسمآء اهل الجنة و اسمآء اٰبآئهم و قبآئلهم ثم اجمل علىٰ اٰخرهم فلا يزادُفيهم ولا ينقص منهم ابدا)) ثم قال للذى فى شماله: ((هٰذا كتاب من رب العالمين فيه اسمآء اهل النار و اسمآء اٰبآئهم و قبائلهم ثم اجمل علىٰ اخرهم فلا يزادفيهم ولا ينقص منهم ابدا)) فقال اصحابه: ففيم العمل يارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم! ان كان امر قد فرغ منه فقال: ((سددوا و قاربوا فان صاحب الجنة يختم له بعمل اهل الجنة و ان عمل اى اعمل و ان صاحب النار يختم له

---

۱. سنن الترمذی: 27/4، رقم:2155، مشکوٰۃ المصابیح: 21/1، رقم: 94، مسند ابن الجعد: 494/1، رقم: 3444، السنن الکبریٰ للبیہقی: 3/9، رقم: 17481، الاسماء والصفات للبیہقی: 239/2، رقم:804، الابانۃ الکبریٰ لابن بطۃ: 334/2، رقم: 1363، التوحید لابن مندۃ: 93/1، رقم: 12، السنۃ لابن ابی عاصم: 48/1، رقم:103، الشریعۃ للآجری:516/1، رقم:181

بعمل اهل النار و ان عمل ای عمل)) ثم قال رسول الله ﷺ بیده فنبذ هما ثم قال: ((فرغ ربکم من العباد فریق فی الجنة و فریق فی السعیر))."

"کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو کتابیں کیا ہیں؟" ہم نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ جب تک آپ نہ بتائیں، ہم نہیں جانتے، تو آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: "یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں جنتیوں، ان کے آباء اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر پر پورا حساب کر دیا گیا ہے لہٰذا ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔" پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: "یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں جہنمیوں، ان کے آباء اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر پر پورا حساب کر دیا گیا ہے لہٰذا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔" تو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! جب فیصلہ ہو چکا ہے تو پھر عمل کس لئے کرنا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میانہ روی سے درست اعمال کرتے رہو، کیونکہ جنتی شخص سے آخری عمل جنتیوں والا کرایا جائے گا اگرچہ پہلے اس نے کیسے بھی عمل کئے ہوں، اور جہنمی سے آخری عمل جہنمیوں والا کرایا جائے گا، خواہ اس سے پہلے اس نے کیسے بھی عمل کئے ہوں۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے وہ کتابیں رکھ کر فرمایا: "تمہارا رب بندوں (کے معاملے) سے فارغ ہو چکا، پس ایک گروہ جنت

میں اور ایک گروہ جہنم میں جائے گا۔"(۱)

۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"یکون فی امتی خسف و مسخ و ذلک فی المکذبین بالقدر.

"میری اُمت میں زمین میں دھنس جانا اور صورتیں بدل جانا ہوگا اور یہ حال تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوگا۔"(۲)

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم و ان ماتو فلا تشھدوھم."

"قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں، پس اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ فوت ہو جائیں تو ان کے جنازے میں نہ جاؤ۔"(۳)

---

۱. السنن الترمذی: 17/14، رقم: 2141، مشکوٰۃ المصابیح: 21/1، رقم: 96، القدر للفریابی: 56/1، رقم: 45، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 107/10، رقم: 7577،

۲. سنن الترمذی: 25/4، رقم: 2153، مسند احمد بن حنبل: 108/10، رقم: 5867، مشکوٰۃ المصابیح: 23/1، رقم: 106، المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی: 84/3، رقم: 1158، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 131/10، رقم: 6705

۳. سنن ابی داوٗد: 357/4، رقم: 4693، مشکوٰۃ المصابیح: 23/1، رقم: 107،

۱۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ستة لعنتهم و لعنهم الله و كل نبی يجاب: الزائد فی كتاب الله و المكذب بقدر الله و المتسلط بالجبروت ليعز من اذله الله و يذل من اعزه الله و المستحل لحرم الله و المستحل من عترتی ما حرم الله و التارك لسنتی."

"چھ قسم کے لوگوں پر میں نے لعنت کی اور اللہ نے بھی ان پر لعنت کی، اور ہر نبی کی دُعا قبول ہوتی ہے، اللہ کی کتاب میں اضافہ کرنے والا، اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا، طاقت کے بل بوتے پر مسلط ہونے والا شخص تاکہ وہ کسی ایسے شخص کو معزز بنائے جسے اللہ نے ذلیل بنایا ہو اور کسی ایسے شخص کو ذلیل بنادے جسے اللہ نے معزز بنایا ہو، اللہ کے حرم کی بے حرمتی کرنے والا، میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والا اور میری سنت کو ترک کرنے والا۔"(۱)

حاشیہ بقیہ صفحہ: السنن الکبریٰ للبیهقی: 203/10، رقم: 10658، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 159/1، رقم: 286، المعجم الاوسط للطبرانی: 65/3، رقم: 2494، الابانة الكبرىٰ لابن بطة: 97/4، رقم: 1512، الاعتقاد للبيهقی: 236/1، السنة لابن ابی عاصم: 338، الشريعة للآجری: 381، القضاء والقدر للبيهقی: 281/1، رقم: 407، شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالكائی: 707/4، رقم: 1150، شرح السنة للبغوی: 152/1

۱. سنن الترمذی: 26/4، رقم: 2154، مشكوٰة المصابيح: 24/1، رقم: 109، صحيح ابن حبان: 60/13، رقم: 5749، المستدرك على السحيحين للحاكم: 91/1، رقم: 102، المعجم الاوسط للطبرانی: 186/2، رقم: 1667،

۱۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مومنوں کے بچے (ان کے بارے میں کیا حکم ہے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من آبائھم)) فقلت: یارسول اللہ! بلا عمل قال: ((اللہ اعلم بما کانوا عاملین)) قلت: فذراری المشرکین؟ قال: ((من آبائھم)) قلت: بلاعمل. قال: ((اللہ اعلم بما کانو عاملین)).''

''اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے۔'' میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! عمل کے بغیر ہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہوں نے جو کرنا تھا اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔'' میں نے عرض کیا: تو مشرکین کے بچے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بھی اپنے آباء کے ساتھ۔'' میں نے عرض کیا، عمل کے بغیر ہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہوں نے جو کرنا تھا، اللہ اس سے بخوبی واقف تھا۔''(۱)

حاشیہ بقیہ صفحہ: امعجم الکبیر للطبرانی: 127/3، رقم: 2883، أخبار مكة للأزرقي: 125/2، أخبار مكة للفاكهي: 245/2، رقم: 1484، الترغيب والترهيب للمنذری: 44/1، رقم: 80، الدعاء للطبرانی: 578/1، رقم: 2090، السنة لابن ابی عاصم: 149/1، رقم: 337، القضاء والقدر للبیهقی: 285/1، رقم: 424، المخلصيات لابی الطاهر: 70/3، رقم: 2015، شرح مشكل الآثار للطحاوی: 84/9، رقم: 3460

۱۔ سنن ابی داوٗد: 365/4، رقم: 4714، مسند احمد بن حنبل: 96/41، رقم: 24545، مشكوٰة المصابیح: 24/1، رقم: 111، مسند اسحاق بن راهوية: 958/3، رقم: 1671، الابانة الكبریٰ لابن بطة: 81/4، رقم: 1485، القضاء

۱۳۔ حضرت ابن دیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو میں نے انہیں کہا: میرے دل میں تقدیر کے متعلق کچھ شبہ سا ہے، پس آپ مجھے کوئی حدیث سنائیں امید ہے کہ اللہ اسے میرے دل سے دور کر دے، تو انہوں نے فرمایا:

"لو ان اللّٰہ عذب اهل سمٰواته و اهل ارضه عذبهم و هو غير ظالم لهم و لو رحمهم كانت رحمته خيرا لهم من اعمالهم و لو انفقت مثل احد ذهبا فى سبيل الله ما قبلة الله منك حتى تومن بالقدر و تعلم ان ما اصابك لم يكن ليخطئك و ان ما اخطاك لم يكن ليصيبك و لو مت علىٰ غير هٰذا لدخلت النار قال: ثم اتيت عبدالله بن مسعود فقال مثل ذالك قال: ثم اتيت حذيفة بن اليمان فقال مثل ذالك ثم اتيت زيد بن ثابت فحدثنى عن النبى مثل ذالك."

''اگر اللہ عزوجل آسمان اور زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو وہ انہیں عذاب دینے میں ظالم نہیں ہوگا، اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو ان کے لئے اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا حتی کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ اور تم جان لو کہ جو کچھ تمہیں پہنچا

حاشیہ بقیہ صفحہ: والقدر للبیهقی: 350/1، رقم: 615، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 122/10، رقم: 7595، شرح السنة للبغوی: 157/1، مسند الشامیین للطبرانی: 399/2

وہ تم سے خطا نہیں ہو سکتا تھا اور جو کچھ تم سے خطا ہو گیا وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتا تھا، اور اگر تم اس عقیدے کے علاوہ کسی اور عقیدے پر فوت ہو گئے تھے تم جہنم میں جاؤ گے، ابن دیلمی بیان کرتے ہیں پھر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا، پھر میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اسی کی مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی۔''(۱)

۱۴۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو اس نے کہا: فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے، تو انہوں نے فرمایا:

" انه بلغنی انه قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرئة منی السلام فانی سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ((یکون فی امتی)) او: ((فی هذه الامة خسف و

۱. سنن ابی داؤد: 361/4، رقم: 4701، سنن ابن ماجة: 29/1، رقم: 77، مسند احمد بن حنبل: 486/35، رقم: 21611، مشکوٰة المصابیح: 25/1، رقم: 115، السنن الکبریٰ للبیهقی: 204/10، رقم: 20663، المعجم الکبیر للطبرانی: 160/5، رقم: 4940، الابانة الکبریٰ لابن ابی بطة: 50/4، رقم: 1444، الاعتقاد للبیهقی: 149/1، السنة لابن ابی عاصم: 109/1، رقم: 245، السنة لعبدالله بن احمد بن حنبل: 388/2، رقم: 843، الشریعة للآجری: 793/2، رقم: 373، القضاء والقدر للبیهقی: 196/1، رقم: 200، المخلصیات لابی الطاهر: 86/3، رقم: 2051، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 105/10، رقم: 7575

مسخ)) او: ((قذف فی اهل القدر)).“

”مجھے پتہ چلا ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے، پس اگر تو اس نے بدعت ایجاد کی ہے تو پھر میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”میری امت میں یا اس امت میں، زمین میں دھنسنا، صورتیں مسخ ہو جانا یا آسمان سے پتھروں کی بارش ہونا ہوگا۔“(۱)

۱۵۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خلق اللّٰه آدم حين خلقه فضرب كتفه اليمنیٰ فاخرج ذرية بيضآء كانهم الذر و ضرب كتفه اليسریٰ فاخرج ذرية سودآء كانهم الحمم فقال للذی فی يمينه: الی الجنة ولا ابالی و قال للذی فی كتفه اليسریٰ: الی النار ولا ابالی."

”اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، جب انہیں پیدا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دائیں کندھے پر مارا اور سفید اولاد کو نکالا جیسے چیونٹیاں ہوں، اور اس نے ان کے بائیں کندھے پر مارا تو کالی اولاد نکالی جیسے کوئلہ ہو، تو اللہ نے ان کی دائیں طرف والوں کے متعلق فرمایا: یہ جنتی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، اور جو ان کے بائیں کندھے کی طرف تھے ان کے متعلق فرمایا یہ جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ

---

۱. سنن الترمذی: 25/4، رقم: 2152، سنن ابن ماجة: 1350/2، رقم: 4061، مشکوٰۃ المصابیح: 25/1، رقم: 116، مسند بزار: 231/12، رقم: 5953

نہیں۔"(۱)

مسئلہ تقدیر علمائے اُمت کے اقوال کی روشنی میں

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"العجز والكيس بقدر."

"عاجزی اور دانائی تقدیر سے ہے۔"(۲)

۲۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مسئلہ تقدیر کے منکر شخص کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

"تقدیر کے منکر کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے اور نہ ہی اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔"(۳)

۳۔ مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ سورۃ عبس کی آیت نمبر ۱۹ کی تفسیر میں تقدیر کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

یعنی یہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں بن رہا تھا کہ اس کی تقدیر طے کر دی گئی۔ اس کی جنس کیا ہوگی، اس کا رنگ کیا ہوگا، اس کا قد کتنا ہوگا، اس کی جسامت کیسی اور کس قدر ہوگی۔ اس کے اعضاء کس حد تک صحیح و

---

۱. مسند احمد بن حنبل: 481/45، رقم: 27488، مشكوٰة المصابيح: 26/1، رقم: 119، مسند بزار: 78/10، رقم: 4143، الابانة الكبرىٰ لابن بطة: 309/3، رقم: 1329، السنة لعبدالله بن احمد: 466/2، رقم: 1059، القدر للفريابی: 50/1، رقم: 36

۲. كتاب القدر للفريابی، رقم: 304 سندهٔ صحيح

۳. كتاب السنة للخلال، رقم: 948، سندهٔ صحيح

سالم اور کس حد تک ناقص ہوں گے۔ اس کی شکل وصورت اور آواز کیسی ہوگی، اس کے جسم کی طاقت کتنی ہوگی، اس کے ذہن کی صلاحیتیں کیا ہوں گی، کس سرزمین، کس خاندان، کن حالات اور کس ماحول میں یہ پیدا ہوگا۔ پرورش اور تربیت پائے گا اور کیا بن کر اٹھے گا، اس کی شخصیت کی تعمیر میں موروثی اثرات اور اس کی اپنی خودی کا کیا اور کتنا اثر ہوگا، کیا کردار یہ دنیا کی زندگی میں ادا کرے گا اور کتنا وقت اسے زمین پر کام کرنے کے لئے دیا جائے گا، اس تقدیر سے یہ بال برابر بھی ہٹ نہیں سکتا، نہ اس میں ذرہ برابر ردّ و بدل کرسکتا ہے۔ پھر کیسی عجیب بات ہے اس کی یہ جرأت کہ جس خالق کی بنائی ہوئی تقدیر کے آگے یہ اتنا بے بس ہے اس کے مقابلے میں کفر کرتا ہے۔"(۱)

۴۔ شیخ العرب والعجم سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ تقدیر کے بارے پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"تقدیر کا معنی ہے اندازا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں ارادہ کیا کہ اس عالم کو تخلیق کیا جائے اس کے متعلق پروگرام اور اسکیم اس کے علم میں موجود تھی جس کی تفصیل (گزشتہ نکات کی روشنی میں) اس طرح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ایک ایسی دنیا وجود میں لائی جائے، جس کے وجود میں آنے کے بعد ہی اس کی مخلوق کو معرفت یا پہچان حاصل ہوگی اور مخلوق کو بھی پتہ چلے گا کہ اس کا بھی کوئی ایک رب وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ جس نے اپنی

۱. تفہیم القرآن از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی: 257/6

پہچان اور صفات حمیدہ کے ظہور کے لئے اس دنیا کو پیدا کرنا چاہا، جس میں ایسی مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ کیا جس کے پیدا ہونے کے بعد اللہ کی صفات کا بوجہ اتم ظہور ہوا اور وہ مخلوق ایسی ہو جو حاجت عقل واختیار ہو مجبور محض نہ ہو اپنے ارادے سے خیر وشر کی راہ لے سکے۔ پھر ان کو ارادے کی آزادی دے کر امتحان میں مبتلا کیا تا کہ ان تمام صفات وغرض وغایات کا ظہور ہو، (جن کی تفصیل نکات کے ضمن میں گزری) اس مخلوقات اور دنیا کے متعلق پورا خاکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس عالم میں جو مخلوق پیدا کروں گا وہ اپنے اختیار وارادے کی آزادی کے سبب لازمی طور چند بلاکوں میں بٹ جائے گی، اور اس کے یہ یہ نتائج لامحالہ اٹل طور پر نکلیں گے جو ان اعمال کے نتائج ہوں گے، جس طرح مادیات کے بھی نتائج مشاہدے میں آتے ہیں یعنی کوئی اگر زہر کھاتا ہے تو ضرور مر جاتا ہے، کوئی مقوی چیز کھاتا ہے تو اس سے اس کی قوت اور طاقت ملتی ہے بعینہٖ اسی طرح اعمال کے بھی اللہ تعالیٰ نے نتائج مقرر کر دیئے، اچھے کام کا نتیجہ یہ اور برے کام کا یہ نتیجہ نکلے گا اور مخلوق کو ارادے کو عمل میں لانے کی آزادی دے کر اس کی آزمائش کروں گا تا کہ اپنے اختیار سے وہ جو چاہے کر سکے اس کو مجبور محض نہیں بناؤں گا کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی بھی کام نہ کر سکے کیونکہ یہ امتحان اور ابتلاء کے منافی ہے اور وہ جس بھی راستہ کو اختیار کرے گا اس کے اسباب بھی فراہم کیے جائیں گے، جو خیر کے لئے کوشاں ہوگا، اس کے لئے بھی راہ ہموار ہوگی اور جو شر کی طرف مائل ہوگا، اس کے لئے بھی دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔

فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ○ وَاَمَّا مَنْ م بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ○

(سورۃ الیل:۷۔۱۰)

ترجمہ: ''اُس کو ہم آسان راستے کے لئے سہولت دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور (اپنے اللہ سے) بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا، اس کو ہم سخت راستے کے لئے سہولت دیں گے۔''

کیونکہ آزمائش اس کے بغیر ناممکن ہے جس کی تفصیل نکات میں گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا کے نقشے کے مطابق یہ بھی علم تھا کہ اگر اس کی فطرت سالم پیدا ہو گی تاہم اس کو یہ اسباب سامنے آئیں گے، یہ حالات درپیش آئیں گے، ان مسائل سے دوچار ہو گا، اس کو یہ صحبت میسر ہو گی جس کا ساتھ دینے کے لئے یہ خاص امور سامنے آئیں گے، جس کی وجہ سے یہ بلاک وجود میں آئیں گے ان کے اس حسن اختیار یا سوء (برا) اختیار اور غلط انتخاب کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا۔

حاصل کلام کہ اس دنیا کے متعلق پورا نقشہ کہ یہ آسمان عالم کے اوپر چھت اور فرش کے لئے زمین اور باقی ضروریات کے لئے پہاڑ، دریا، باغ، باغیچے اور زمین کے اندر معدنی اشیاء کہاں ہوں گی یا کہاں پر زیادہ ہوں گی اور روشنی کے لئے سورج اور چاند ستارے وغیرہ ہوں گے ان سب کے لئے خاص دائرہ یا جگہ یا حلقہ مقررہ معین ہو گا اس کرۂ ارض میں سمندر اور دریاؤں کی وراثت کس طرح ہو گی؟ خشکی اراضی کس طرح ہو گی؟ سورج زمین سے کتنا دور ہونا چاہیے؟ زمین

پر موسموں کا اندازہ اور تقسیم کیسی ہونی چاہیے پھر ان موسمی مضر اثرات سے بچاؤ یا دوسری کائنات نقصان کار اشیاء سے امن کے لئے کیا تدابیر ہونی چاہئیں؟ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم و اندازہ بہرحال اس بڑے گھر جس میں ضروریات کی تمام چیزیں موجود ہوں اس کے مکمل منصوبے کے بعد اس میں بارادہ مخلوق کو بسانے اور اس کے نسلی اضافے اور ان کا کرۂ ارض کے مختلف خطوں اور علاقوں میں آباد ہونا اور اس کے بعد اس کے ماحول حالات و کیفیات میں اختلاف کے سبب اسی مخلوق کے احوال و اعمال کرنا، بود و باش میں اختلاف ہوگا اور جن کو جہاں خاص امور سے دوچار ہونا پڑے گا، اس کے مطابق خود کو ان حالات کے مطابق بنانے کی کوشش کرے گا، کچھ ناگزیر اسباب کی وجہ سے ان کے عقائد و اعمال اخلاق وغیرہ میں اختلاف ہوگا۔

جس کی وجہ سے منافرت اور ایک دوسرے کے مقابلے بھی ہوں گے اور کئی وجوہ کی بنا پر وہ برائیوں اور بداخلاقیوں میں بھی سب گرفتار ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حجت پوری کرنے کے لئے ان پر انبیاء بھیجے گا جو ان کو شر سے خیر کی طرف آنے کی دعوت دیں گے اور جنہوں نے ان کی باتوں کو مانا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوں گے اور جنہوں نے ان کی بات کو نہ مانا وہ نتیجتاً بڑے وبال سے دوچار ہوں گے یعنی اسی طرف اللہ تعالیٰ کو نہ صرف کلی یا اجمالی طرح بلکہ تفصیل اور ہر جز کا علم تھا کہ اس آدمی کو یہ باتیں پیش آئیں گی۔ جس کی وجہ سے یہ ہدایت یافتہ ہوگا اور یہ اسباب سامنے آئیں گے جس کی بنا پر وہ گمراہ ہوگا۔ اس سے یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود

اس کو اس راستے پر چلایا یا خود اس سے یہی گناہ کا کام کروایا بلکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو آزمانے کے لئے ارادہ کو عمل میں لانے کے لئے آزادی دی ہے۔

جس کے نتیجے میں لامحالہ وہ طریقے وجود میں آنے تھے اور وجود میں آئے کہ جن کے نتائج بھی لازمی نکلنے تھے مطلب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عمل کی آزادی دی ہے تاکہ اس کو آزمایا جائے اور انسان اس آزادی سے کوئی بھی کام لے چاہے اچھا لے یا برا۔ اپنی مرضی اور ارادے سے اللہ تعالیٰ نے اتنا کیا ہے کہ ایسا نظام قائم کردیا ہے جس سے انسانی ارادے کی آزادی بھی برقرار رہتی ہے اور آزمائش کی صورت بھی عمل میں پائی جاتی ہے۔

فرض کریں کہ کسی آدمی کے چند نوکر یا ملازم ہوں یا چند بیٹے ہوں وہ ان کی تابعداری اور طرز عمل سے اندازہ لگا لیتا ہے کہ فلاں خادم فرمانبردار ہے یا فلاں بیٹا فرمانبردار ہے، لیکن اگر وہ محض اپنے اندازے کے مطابق ان کے ساتھ نافرمانوں والا سلوک کرے گا، تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ بابا سائیں ہمیں آزمالیتا، بغیر آزمانے کے ہمارے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے یا یہ سزا دیتا ہے ان کی اس حجت کو ختم کرنے کے لئے ان پر کوئی کام رکھتا ہے، یا ان کو کوئی ذمہ داری دیتا ہے، پھر وہ فرمانبرداری یا نافرمانی کی اس ذمہ داری کو پوری کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے مالک یا باپ کی طرف سے مناسب سلوک یا جزا وسزا پالیں تو ان کو یہ حق کہاں ہے کہ وہ کہہ دیں ہم ایسے ہیں اس لئے اس کے علاوہ کیا بن سکتے تھے۔

کیونکہ اس آدمی کا علم ان کے طرزِ عمل کے سبب تھا، لہٰذا اس علم کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے ان کو مجبور کیا، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو تمام انسانوں کی فطرت صحیح سالم پیدا کی ہے لیکن اس دنیا میں آنے کے بعد اس عالم کے جو اسباب اس کے سامنے آئے ہیں ان کو اپنی مرضی سے اختیار کرنے کے سبب وہ نتائج اس کے دامن میں پھنس جاتے ہیں یہاں ہم انسانوں کو لوگوں کے طرزِ عمل سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ طرزِ عمل کس سبب سے ہوا وہ کبھی معلوم ہو جاتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس کو یہ اسباب سامنے آئیں گے جس وجہ سے وہ اپنی آزادی کے اختیار کے مطابق اس کو اپنائے گا اور نتیجہ بھگتے گا تو یہ آزادی آزمائش کے لئے ضروری تھی۔

دوسری مثال:

ایک ماہر ڈاکٹر کسی مریض کے چیک اپ کے بعد اس کو کہہ دے کہ یہ نہیں بچے گا پھر وہ آدمی واقعتاً مر گیا تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ اس ڈاکٹر نے اس کو مار ڈالا ہے؟ ہرگز نہیں! ڈاکٹر نے تو اس کی بیماری کی نوعیت اور کیفیت ڈگری اور درجے کے علم کے مطابق اس بات کا اظہار کیا البتہ یہ بیماری اس اسٹیج پر کیسے پہنچی یا شروع کیسے ہوئی اس کا پتہ کبھی کبھی ہوتا ہے تو کبھی کبھی نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کی جسمانی یا روحانی بیماری کا علم ہوتا ہے اور اس کے پیدا ہونے کا بھی علم ہوتا ہے تو کیا یہ علم اعتراض جیسی بات ہے؟

بہر حال اس عالم کے اس مکمل نقشے یا خاکے کے علم اور اندازے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک کتاب میں ثبت کر دیا ہے جس کو وہ ''قرآن مبین'' یا ''امام مبین'' سے پکارتا ہے، مطلب کہ تقدیر کے معنٰی ہے علم یا اندازہ تو اس میں کیا خرابی ہے؟ اس سے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم اور اندازے کی وسعت معلوم ہوئی جو کہ اس کی کمال کی صفت ہے اس میں کوئی بھی خرابی نہیں ہے۔ یہاں اگر اللہ تعالیٰ یہ لکھ دیتے کہ فلاں بندے تُو نے یہ کام کرنا ہے، اور فلاں تو نے یہ کام کرنا ہے تو اس صورت میں کچھ بولنے کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن اس طرح نہیں، اس نے تو یہ لکھا ہے کہ فلاں آدمی ان وجوہات کی بنا پر اپنی آزادی سے کام لے کر یہ کام کرے گا، خدارا انصاف کریں اس میں کیا خرابی ہے؟ یہ کون سی اعتراض جیسی بات ہے؟

جب کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے علم حکمت، تقدیری اندازے کا بے انداز اور بے شمار ثبوت فراہم کر رہا ہے، تو انسان کے متعلق اس کے علم و اندازے کا انکار کیوں؟ یہاں پر یہ سوال بالکل فضول ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیوں انسان کے سامنے یہ مختلف اسباب لائے ہیں جن کی وجہ سے وہ خیر اور شر کے مختلف حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں کیوں نہ ان کے سامنے ایک ہی راستہ لائے؟ اس لئے کہ اس صورت میں انسان مشینی صفت کی ایک مخلوق ہوتا اور ایک ہی راہ کو لے چلتا اور اس میں اس کے ارادے یا عمل کا کوئی دخل نہ ہوتا، اس حالت میں امتحان یا آزمائش والی بات سراسر مہمل اور بیکار

ہو جاتی کہ اسے کسی راستے کو اختیار کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے
اس لئے آزمائش کس چیز کی؟ بہر حال ابتلاء اور آزمائش اور کے لئے
دونوں راستوں کا ہونا اور انسان کے سامنے پیش آنا اٹل اور ضروری
تھا تاکہ ان میں خود جس کو چاہے اس کو اختیار کر لے، دنیا کمال
حاصل کرلے یا اپنی لیاقت اور صلاحیت کو ضائع کر کے ترقی اور فلاح
کا دروازہ خود ہی بند کر دے۔ یہ حقیقت اس قدر واضح ہے جس کا
انکار سوائے ضد اور عناد کے ممکن ہی نہیں ہے۔ یہاں پر یہ سوال بھی
قابل دریافت ہے کہ تقدیر کے متعلق سوالات ملحد (اللہ تعالیٰ کے
وجود انکاری) ان کی طرف سے پیش ہوئے ہیں یا کسی مسلمان جاہل
کی طرف سے، کیونکہ تقدیر یا علم واندازہ یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفت
ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا منکر ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ
کی صفت کے بارے میں بحث کرنا سراسر بیکار اور فضول ہے بحث و
مناظرے کے طریقے کے بھی خلاف ہے تو وقت کا بھی ضیاع
ہے۔"(۱)

۵۔ استاذ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ مسئلہ تقدیر کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ جہاں خالق ومدبر ہے وہاں علیم وقدیر بھی ہے اسے ہر چیز
کے متعلق اس کے اول سے آخر تک زندگی سے موت تک اور موت
سے عالم برزخ وحشر ومابعد تک کے تمام حالات سے آگاہی اور
واقفیت اور علم واندازہ ہے جو لوح محفوظ میں درج ہے ہر چیز کا

۱۔ فتاویٰ راشدیہ از سیّد محب اللہ شاہ الراشدی، صفحہ: 179,184

آئندہ کے متعلق حالات سے علم وواقفیت کی بناپر اس کے ہاں ہر شخص
کی تقدیر کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے یعنی ہر شخص کی پیدائش، رزق،
زندگی، اخلاق وکردار اور موت ونشاۃ بعد الموت، بعثت وحشر اور
جنت یادوزخ میں پہنچناوغیرہ تمام حالات مندرجہ ہیں۔
بچہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو یہ سب کچھ اس وقت
سے ہی لکھ دیا جاتا ہے (جبکہ ابھی اس کی روح بھی نہیں پھونکی
جاتی) کہ اس جان کے آئندہ حالات کیسے ہونے والے ہیں اس
کی زندگی کتنی اور کیسی کیسی ہوگی پھر آخر موت کب اور کہاں، کس
حادثہ سے ہوگی اس کا ذہنی رجحان کیسا ہوگا خاتمہ بحالت ایمان یا
کفر ہوگا۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قولہ (ولقد سبقت کلمتنا) ۲۲/۴۶۶، رقم ۶۹۰۰)

اللہ تعالیٰ جب عالم الغیب ہے تو اس کا علم ماضی، حال اور مستقبل کے
حالات پر محیط ہے پس یوں سمجھنا چاہئے کہ لوح محفوظ حق تعالیٰ کا علم
ہے جو کبھی خطا نہیں ہوسکتا جیسے کسی شخص کے متعلق لکھا جا چکا ہے وہی
کچھ ہوگا کوئی ذرہ برابر اس سے مختلف نہیں ہوسکتا۔'' (۱)

ان قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور علمائے امت کے اقوال کی روشنی میں یہ
بات ہم پر واضح ہو چکی ہے کہ تقدیر الٰہی برحق ہے اور اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔
اب ہم اپنے اسی شبہے کے ازالے کی طرف پلٹتے ہیں جس کے ضمن میں مسئلہ تقدیر کے متعلق
اس تفصیل کو رقم کیا گیا ہے کہ یاجوج وماجوج جن کی طبیعت ہی میں شر پسندی رکھی گئی ہے تو
ان کو پھر کیوں جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا اس شبہے کا ازالہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۱. الایمان جزء: 1، ص: 22، بحوالہ عقیدۃ اہل حدیث از محمد یحیٰی گوندلوی: 358,359

''البدایۃ والنہایۃ'' میں فرماتے ہیں:

"و قد حكاه الشيخ ابو الحسن الاشعرى اجماعا عن اهل السنة و الجماعة و امتحانهم لا يقتضى نجاتهم و لا ينافى الاخبار عنهم بانهم من اهل النار لان الله يطلع رسول على ما يشاء من امر الغيب و قد اطلعه على ان هؤلاء من اهل الشقاء و أن سجاياهم تابى قول الحق و الانقياد له فهم لا يجيبون الداعى الى يوم القيامة فيعلم من هذا انهم كانوا اشد تكذيبا للحق فى الدنيا لو بلغهم فيها."

''شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل السنۃ والجماعۃ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یاجوج وماجوج کی آزمائش ان کی نجات کو مقتضی نہیں اور نہ ہی وہ روایات اس کے منافی ہیں جن میں یاجوج وماجوج کو جہنمی قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے رسول کو کسی غیبی امر سے مطلع فرما دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے مطلع کر دیا ہوگا کہ یاجوج وماجوج بدبخت ہیں اور ان کی طبیعت وعادت حق کو قبول کرنے اور حق کے لئے مطیع وفرمانبردار ہونے سے انکاری ہے اور یہ تا قیامت دین کی دعوت دینے والے کسی داعی کی بات قبول نہیں کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دنیا میں انہیں حق کا پیغام بالفرض پہنچ بھی جاتا تو یہ حق کی تکذیب میں سب سے بڑھ کر ثابت ہوتے۔''(۱)

---

۱ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر :131/2

یاجوج و ماجوج کے متعلق جدید مفکرین کی آراء اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

اب ہم ذیل میں یاجوج و ماجوج کے متعلق چند جدید مفکرین کی آراء پیش کر رہے ہیں جن کا خیال ہے یاجوج و ماجوج تاتاریوں کی قوم ہے بعض کا خیال ہے یہ چند وحشی قبائل ہیں اسی طرح بعض حضرات نے چند اُن قوموں کا نام پیش کیا ہے جنہوں نے زمین میں مخلوق خدا کو اپنے شر اور فساد سے اذیت دی۔

ا۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

''اب ہم یاجوج و ماجوج پر بحث کرتے ہیں کہ وہ کون سی قوم ہے اور کیسی ہے؟ باتفاقِ محققین یہ دونوں عجمی نام ہیں، دو قوموں کے کہ جو یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے:

"فقیل انهما من الترك و قیل یاجوج من الترك و ماجوج من الجیل و الدیلم."

کہ بعض کہتے ہیں یاجوج و ماجوج دونوں ترکوں کے قبیلہ ہیں بعض کہتے ہیں یاجوج ترکوں میں سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے۔

بیضاوی اور المسعودو دیگر مفسرین ان کو یافث کی نسل سے کہتے ہیں مطلب ایک ہی ہے کتاب المسالک وممالک میں چین کا حال بیان کر کے لکھتا ہے:

"یکون یاجوج و ماجوج ماوراء هم الی البحر المحیط."

کہ چین سے متصل بحر اعظم کے کنارہ کنارہ یاجوج وماجوج قوم ہے۔ جبل الطئی کے پرلی طرف منچوریا منگولیا، کوریا چین سے ملے ہوئے ہیں، دریا کی حد تک وہ ان سب کو یاجوج وماجوج بتلاتا ہے۔ انہیں کے روکنے کے لئے فغفور چین نے اپنے ملک کی حفاظت کے لئے دیوار چین بنائی تھی اور انہیں کے لئے ذوالقرنین نے اس درہ کو بند کر دیا تھا اور ایک جگہ لکھتا ہے:

"و اما یاجوج فهم فی ناحیة الشمال اذا قطعت ما بین الکیماکیة الخ."

اور اسی کے مطابق اور قدیم جغرافیہ والوں نے بھی بیان کیا ہے جس سے منچوریا اور منگولیا کے لوگ معلوم ہوتے ہیں یہ لوگ دیو، بھوت نہیں ہمارے جیسے آدمی ہیں ہاں کسی زمانہ میں وحشی درندے، سفاک جاہل کافر ضرور تھے اور کچھ اب بھی ہیں، جغرافیہ جام جم میں جو انگریزی کتابوں کا ترجمہ ہے مرزا فرہاد نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اس تقریر پر منگول ومن جیوا جو چینی تاتار کے باشندے ہیں انہیں کو اگلے زمانہ میں یاجوج وماجوج کہتے ہیں اور یاجوج وماجوج کے لفظ کو منگول ومن جیوا کر لیا یا اس کے برعکس ہوا اور صدیوں کے بعد الفاظ

میں اس قسم کے تغیرات ہو جاتے ہیں کہ جس کا اصل پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ انگریزی میں یعقوب کا جیکب، سکندر کا الیگزینڈر اور یوسف کا جوزف بن گیا۔ اسی طرح یونانی الفاظ کا عربی میں آکر ایسا ہی حال ہوا اور زبانوں کے الفاظ کو قیاس کر لینا چاہیے جب یہ مان لیا گیا کہ یہ یاجوج وماجوج عربی نہیں بلکہ عجمی لفظ ہیں اب نہیں کہہ سکتے کہ کس ملک کے لفظ ہیں عربی میں آکران میں کیا تغیر ہوا اور پہلے یہ اپنی اصلی زبان میں کیا تھے اور اب وہاں یہ کس طرح پر ہیں؟

توریت کتاب پیدائش کے دسویں باب میں یوں آیا ہے (۲) یافث کے بیٹے یہ ہیں جمر اور ماجوج اور مادی اور یونان اور توبل اور مسک اور تیراس اس یاجوج کی بابت ہمارا معزز معاصر لکھتا ہے کہ یہ ماکوک سے معرب ہوا جس کو عبرانی میں ماغوغ کہتے تھے اور آگے چل کر یہ ثابت کیا ہے کہ گاک میگاگ جس کا یاجوج وماجوج بنایا ہے ایک ہی قوم پر استعمال کیا جاتا ہے ایاس ہو مگر اس کی دلیل بیان نہیں کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یاجوج وماجوج ابتداء میں کسی شخص کے نام تھے پھر ان کی اولاد پر مستعمل ہونے لگے۔ کتاب حزقیل کی ۳۸ باب میں یوں آیا ہے اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا، اے آدم زاد تو جوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے، اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر۔ یہاں جوج کو یاجوج کی سرزمین کا رہنے والا اور روش اور مسک اور توبال قوموں کا سردار کہا۔ بظاہر یاجوج اس ملک اور اس قوم کو کہا جو یاجوج بن یافث کی اولاد سے ہیں اور جو انہیں بلادِ شمالیہ میں رہتے تھے جن کو آج کل تاتار اور

چینی تاتار و ترکستان کہتے ہیں اور انہی کی نسل کے لوگوں سے یہ ملک آباد ہیں اور جوج یعنی یاجوج ان میں سے کسی خاص فرقے کا نام تھا جو روس وتوبال اور مسک قوموں کا ان دنوں میں حاکم ہوگا۔

یہاں سے بعض صاحبوں کا یہ خیال کر لینا کہ جوج سے انگریز اور یاجوج سے روسی لوگ مراد ہیں محض غلط ہے نہ اس کی کوئی سند ہے نہ اس کا کوئی عاقل قائل ہے۔"(۱)

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

"اب صرف ایک معاملہ کی تشریح باقی رہ گئی ہے یعنی یاجوج اور ماجوج سے کون سی قوم مراد ہے؟ اور جو سد سائرس نے بنائی تھی اس کی تاریخی نوعیت کیا ہے؟ قرآن مجید نے یاجوج اور ماجوج کا دو جگہ ذکر کیا ہے ایک تو یہاں ہے دوسرا سورۂ انبیاء میں ہے:

"حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ."

(سورۂ انبیاء، آیت 96)

یاجوج اور ماجوج کا نام سب سے پہلے عہد عتیق میں آیا ہے۔ حزقیل نبی کی کتاب میں جنہیں بخت نصر اپنے آخری حملہ بیت المقدس میں گرفتار کر کے بابل لے گیا تھا اور جو سائرس کے ظہور تک زندہ رہے، یہ پیشین گوئی ملتی ہے:

۱. تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، از: الشیخ ابو محمد عبدالحق الحقانی الدہلوی، 160,161/5

حزقی ایل نبی کی پیشین گوئی:

''اور خداوند کا کلام مجھ تک پہنچا۔ اس نے کہا اے آدم زاد! تو جوج کی طرف اپنا منہ کر کے اس کے برخلاف نبوت کر۔ جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس، مسک اور توبال کا سردار ہے۔ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ میں تیرا مخالف ہوں میں تجھے پھرا دوں گا۔ تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا، تیرے سارے لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو جنگی پوشاک پہنے چوپہریاں اور سپر لئے ہوئے ہیں اور سب شمشیر بکف ہیں، کھینچ نکالوں گا، اور میں ان کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط کو بھی کھینچ نکالوں گا جو سپر لئے ہوئے اور خود پہنے ہوں گے۔ نیز جومر اور شمال بعید کے اطراف کے باشندگان تجرمہ اور ان کا سارا لشکر۔''

اس کے بعد دور تک تفصیلات چلی گئی ہیں اور چار باتیں خصوصیت کے ساتھ کہی گئی ہیں ایک یہ کہ جوج شمال کی طرف سے آئے گا تاکہ لوٹ مار کرے۔ دوسری یہ کہ ''ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں سکونت رکھتے ہیں تباہی آئے گی'' تیسری یہ کہ جو لوگ اسرائیل کے شہروں میں بسنے والے ہیں وہ بھی ماجوج کے مقابلہ میں حصہ لیں گے اور ان کے بے شمار ہتھیار ان کے ہاتھ آئیں گے۔ چوتھی یہ کہ ماجوج کی تباہی کا گورستان ''مسافروں کی وادی'' میں بنے گا جو ''سمندر کے پورب میں ہے'' ان کی لاشیں عرصہ تک وہاں پڑی رہیں گی۔ لوگ انہیں گاڑتے رہیں گے تاکہ رہ گزر صاف ہو

جائے۔

(باب39-38)

یہ واضح رہے کہ اس پیشین گوئی سے پہلے سائرس کے ظہور اور یہودیوں کی آزادی وخوشحالی کی پیشین گوئی بیان کی جاچکی ہے اور اس پیشین گوئی کا محل ٹھیک اس مکاشفہ کے بعد ہے جس میں حزقی ایل نبی نے بنی اسرائیل کی سوکھی ہڈیوں کو زندہ ہوتے دیکھا تھا اور جسے قرآن نے بھی سورۂ بقرہ کی آیت:

ن"اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا."

(سورۂ بقرہ آیت:259)

میں بیان کیا ہے پس ضرور ہے کہ جوج اور ماجوج کا معاملہ بھی اسی زمانے کے لگ بھگ پیش آنے والا ہو یعنی سائرس کے زمانہ میں اور یہ سائرس کے ذوالقرنین ہونے کا ایک مزید ثبوت ہے کیونکہ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ اسی نے یاجوج وماجوج کے حملوں کی روک تھام کے لئے ایک سد تعمیر کی تھی۔

عہد عتیق کے بعد یہ نام ہمیں مکاشفات یوحنا میں ملتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ "جب ہزار برس پورے ہوچکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور وہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج وماجوج کو گمراہ کرنے اور لڑانے کے لئے جمع کرنے نکلے گا ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا وہ تمام زمین کی وسعتوں پر چڑھ جائیں گی۔"

(7:20)

گاگ اور مے گاگ (Gog & Magog):

یاجوج اور ماجوج کے لئے یورپ کی زبانوں میں (Gog) اور (Magog) کے نام مشہور ہو گئے ہیں اور شارحین تورات کہتے کہ یہ نام سب سے پہلے تورات کے ترجمہ سبعینی (۱) میں اختیار کئے گئے تھے۔ لیکن کیا اس لئے اختیار کئے گئے کہ جوج اور ماجوج کا یونانی تلفظ یہی ہو سکتا تھا یا خود یونانی زبان میں پہلے سے یہ نام موجود تھے؟ اس بارے میں شارحین کی رائیں مختلف ہیں لیکن زیادہ قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں نام اسی طرح یا اس کے قریب قریب یونانیوں میں بھی مشہور تھے۔ (۱)

شمال مشرقی قبائل:

اب سوال یہ ہے کہ یہ کون قوم تھی؟ تمام تاریخی قرائن متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی مسیحی تک برابر مغرب کی طرف امنڈتا رہا، جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے چینیوں کو سیکڑوں میل لمبی دیوار بنانی پڑی تھی، جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں۔ اور

۱. سبعینی سے مقصود تورات کا وہ پہلا یونانی ترجمہ ہے جو سکندریہ میں شاہی حکم سے لکھا گیا اور اس میں ستر علمائے یہود شریک تھے۔

جن کا آخری قبیلہ یورپ میں میگر کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیاء میں تاتاریوں کے نام سے، اسی قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سیتھین (Scythian) کے نام سے پکارا ہے، اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لئے سائرس نے سد تعمیر کی تھی۔

منگولیا:

شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب ''منگولیا'' کہلاتا ہے۔ لیکن ''منگول'' لفظ کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ اس کے لئے جب ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں (اور ہمیں اسی طرف رجوع ہونا چاہیے کیونکہ وہ منگولیا کے ہمسایہ میں ہے) تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نام ''موگ'' تھا۔ یقیناً یہی ''موگ'' ہے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں ''میگ'' اور ''مے گاگ'' پکارا جاتا ہوگا، اور یہ عبرانی میں ''ماجوج'' ہوگیا۔''(۱)

۳۔ مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

مولانا یوں رقم طراز ہیں:

''تیسری علامت کے بارے میں یہ تو قریب قریب متحقق ہے کہ یاجوج و ماجوج سے مراد روس اور شمالی چین کے وہ قبائل ہیں جو تاتاری، منگولی، ہن اور سیتھین وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں اور قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر حملے کرتے رہے ہیں نیز یہ بھی

۱۔ ترجمان القرآن از ابوالکلام آزاد 2/493-490

معلوم ہے کہ اُن کے حملوں سے بچنے کے لئے قفقاز کے جنوبی علاقے میں دربند اور داریال کے استحکامات تعمیر کیے گئے تھے لیکن یہ ابھی تک ثابت نہیں ہو سکا ہے کہ خُورس ہی نے یہ استحکامات تعمیر کیے تھے۔ آخری علامت قدیم زمانے کے معروف فاتحوں میں اگر کسی پر چسپاں کی جاسکتی ہے تو وہ خُورس ہی ہے کیونکہ اس کے دشمنوں تک نے اس کے عدل کی تعریف کی ہے اور بائبل کی کتاب عزرا اس بات پر شاہد ہے کہ وہ ضرور ایک خدا پرست اور خدا ترس بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل کو ان کی خدا پرستی ہی کی بناء پر بابل کی اسیری سے رہا کیا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کا حکم دیا۔'' (۱)

موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

''یاجوج ماجوج سے مراد، جیسا کہ اُوپر حاشیہ 62 میں اشارہ کیا جاچکا ہے ایشیاء کے شمال مشرقی علاقے کی وہ قومیں ہیں جو قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر غارت گرانہ حملے کرتی رہی ہیں اور جن کے سیلاب وقتاً فوقتاً اُٹھ کر ایشیاء اور یورپ دونوں طرف رُخ کرتے رہے ہیں۔ بائبل کی کتاب پیدائش (باب 10) میں ان کو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی نسل میں شمار کیا گیا ہے اور یہی بیان مسلمان مؤرخین کا بھی ہے۔ حزقی ایل کے صحیفے (باب 39-38) میں ان کا علاقہ روس اور تُوبل (موجودہ توبالسک) اور مسک (موجودہ ماسکو) بتایا گیا ہے۔ اسرائیلی مؤرخ یوسیفوس اُن سے مراد

۱۔ تفہیم القرآن از سید ابو الاعلیٰ مودودی: 44/3

سیتھین قوم لیتا ہے، جس کا علاقہ بحرِ اسود کے شمال اور مشرق میں واقع تھا۔ جیروم کے بیان کے مطابق ماجوج کا کیشیا کے شمال میں بحرِ خزر کے قریب آباد تھے۔"(۱)

۴۔ سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

سید صاحب یوں رقم طراز ہیں:

"اب سوال یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج کون ہیں؟ اور یہ لوگ کہاں ہیں؟ ان کا واقعہ کیا تھا اور کیا ہوگا؟ واقعہ یہ ہے کہ ان تمام سوالات کا علیٰ وجہ الیقین جواب دینا بہت ہی دشوار ہے کیونکہ یاجوج و ماجوج کے بارے میں تاریخ خاموش ہے اور صرف قرآن نے بھی ان کے بارے میں یہ مختصر واقعہ دیا ہے۔ بعض صحیح احادیث میں بھی ان کے بارے میں مختصری معلومات ہیں۔

اس موقعہ پر قرآن کریم ذوالقرنین کی زبانی یہ بات کہتا ہے:

"فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ○

ترجمہ: مگر جب میرے ربّ کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اسے پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔"

یہ نص کسی مخصوص وقت کا تعین نہیں کرتی کہ اللہ کا وعدہ کب آئے گا۔ اللہ کے وعدے سے مراد یہاں وہ میعاد ہے کہ جب یہ بند ٹوٹ جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ کا وعدہ گزر چکا ہو اور وہ بند ٹوٹ چکا ہو۔ جب تاتاریوں نے عالم اسلام پر ہلا بولا تھا تو انہوں نے تمام مہذب

---

۱. تفہیم القرآن از سید ابو الاعلیٰ مودودی:46,47/3

ممالک میں پھیل کر ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔

سورۂ انبیاء کی ایک آیت میں ہے:

"حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ○ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ."

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے نکل پڑیں گے اور وعدہ برحق کے آنے کا وقت قریب آ لگے گا۔"

اس آیت میں بھی خروج یاجوج ماجوج کا زمانہ متعین نہیں وعدہ برحق کے قریب آنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت قریب آجائے گی۔

قیامت کا قریب آجانا واقعہ ہو چکا ہے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے:

"اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ."

ترجمہ: "قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔"

(سورۃ القمر آیت: 1)

اب قریب کا مطلب اس زمانے کے لحاظ سے نہیں ہے، جس کا شمار ہم کرتے ہیں، اللہ کے حساب میں قرب اور دوری کا اور مفہوم ہے ہو سکتا ہے کہ قیامت کے قریب آنے اور وقوع قیامت کے درمیان بھی کئی ملین سال گزر جائیں یا صدیاں گزر جائیں، جنہیں انسان اپنے حساب میں ایک طویل عرصہ سمجھتا ہے جبکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت ہی مختصر عرصہ ہوتا ہے لہٰذا یہ تفسیر بھی جائز ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے زمانے کے بعد اور ہمارے اس دور سے قبل ہی یہ بند

کھل گیا ہو اور مغلوں اور تاتاریوں کا خروج یاجوج و ماجوج ہو۔

ایک صحیح حدیث جسے امام احمد نے سفیان عن عروہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے انہوں نے ابن بنت ابوسلمہ، حبیبہ بنت ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے۔ اس نے اپنی ماں حبیبہ سے انہوں نے زینب بنت جحش اُمّ المؤمنین سے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرۂ مبارک سرخ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ ''ہلاکت ہے عربوں کے لئے اس شر سے جو قریب ہوگئی ہے۔ آج یاجوج اور ماجوج کے بند میں اس قدر شگاف پڑ گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کر کے بتایا کہ اس قدر شگاف پڑ گیا ہے میں نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمیں ہلاک کر دیا جائے گا حالانکہ ہمارے درمیان صالح لوگ موجود ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب برا عنصر زیادہ ہو جائے گا۔

اس پیشین گوئی کو چودہ سو سال ہو گئے ہیں تاتاریوں کی تاخت و تاراج اس کے بعد واقع ہوئی۔ انہوں نے عربوں کی حکومت کو، خلافت عباسیہ کے زمانے میں معتصم کی خلافت کے دور میں جو عباسی خلفاء میں سے آخری خلیفہ تھا، ختم کر دیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ حقیقی علم اللہ ہی کے پاس ہے ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ کوئی یقینی بات نہیں ہے بلکہ ہماری ترجیح ہے۔''(۱)

۱۔ تفسیر فی ظلال القرآن از قطب شہید :4/523-524

۵۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

''اس وضاحت کے بعد اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یاجوج و ماجوج کا مصداق کون سے قبائل ہیں اور ان قبائل کا کائنات انسانی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ مسئلہ درحقیقت ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور اقوام عالم کی بہت سی قوموں پر اثر انداز ہے نیز سورۂ انبیاء کی آیت:

''حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ.''

(سورۂ انبیاء آیت:96)

سے اس کا گہرا تعلق ہے۔

بہرحال اس سے پہلے کہ ہم اس مسئلہ پر کچھ لکھیں مقدمہ اور تمہید کے طور پر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انسانی آبادی کے تمام گوشوں میں جو چہل پہل اور رونق نظر آتی ہے اور ربع مسکوں جس طرح بنی آدم سے آباد ہے اور تمدن و حضارت کی نیرنگیوں سے گل زار بنا ہوا ہے ان کی ابتداء بدوی اور صحرائی قبائل سے ہوئی ہے اور یہی قبائل صدیاں گزر جانے اور اپنے اصل مرکز سے جدا ہو جانے کے بعد تمدن و حضارت کے بانی بنتے اور متمدن قومیں شمار ہوتے رہے ہیں۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دُنیا کی قوموں کے سب سے بڑے سرچشمے کہ جہاں سے سیلاب کی طرح امنڈ امنڈ کر انسانی آبادی پھیلی اور پھلی پھولی ہے اور مختلف ملکوں اور زمین کے مختلف خطوں میں جا کر بسی ہے صرف دو ہیں ایک حجاز اور دوسرا چینی ترکستان یا کاکیشیا کا وہ

علاقہ جو شمال مشرق میں واقع ہے اور سطح زمین کا مرتفع اور بلند حصہ شمار ہوتا ہے۔

حجاز ان تمام اقوام و قبائل کا سرچشمہ ہے جو سامی النسل یا سمیٹک (SEMETIC) کہلاتی ہیں یہ قبائل ہزاروں سال سے اس بے آب و گیاہ سرزمین سے طوفان کی طرح اٹھتے اور بگولہ کی طرح دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلتے رہے ہیں اور بدوی اور صحرائی زندگی کے گہوارہ سے نکل کر زبردست تمدن اور عظیم الشان حضارت و شہریت کے بانی قرار پائے۔

عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ (ثمود) اسی سرزمین سے اٹھے اور اپنی عظیم الشان صناعی اور پرسطوت حکومت وصولت کے ذریعہ صدیوں تک تمدن و حضارت کے علم بردار رہے، جدیس، طسم اور اسی قسم کے دوسرے قبائل بھی جو آج امم بائدہ (ہلاک شدہ) کہلاتے ہیں اسی خاک کے پروردہ تھے۔ اذوائے یمن (شاہان حمیر) اور عمالقہ مصر و شام و عراق کے جلال و جبروت اور وسعت سلطنت کا یہ عالم تھا کہ ایک عرصہ تک فارس اور روم بلکہ ہندوستان کے بعض حصے بھی ان کے احکام کے محکوم اور ان کی حکومت کے باج گزار رہ چکے ہیں۔

غرض سامی النسل اقوام وقبائل خواہ بدوی اور صحرائی ہوں یا حضری اور متمدن شہری سب اسی حجاز (عرب) کے ذرات تھے جو اپنی وسعت کے بعد آپس میں اس قدر اجنبی ہو گئے تھے کہ بدوی اور شہری بلکہ فراعنہ مصر (عمالقہ) اور اذوائے یمن (سلاطین حمیری) اور عرب مستعربہ اسماعیلی عربوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنی بھی مشکل ہو

گئی تھی اور اگر نسلی امتیازات وخصوصیات اور زبان کی بنیادی یک رنگی ان کے باہم پیوند نہ لگاتی تو تاریخ کے کسی گوشہ کی بھی ہمت نہ تھی کہ وہ ابھر کران کو اخوت باہمی کا درس دے سکتا۔

اسی طرح قبائل واقوام عالم کا دوسرا سمندر چینی ترکستان اور منگولیا کا وہ علاقہ رہا ہے جو شمال مشرق میں واقع ہے اور سطح زمین کا بلند اور مرتفع حصہ ہے۔

اس مقام سے بھی ہزاروں سال کے عرصہ میں سینکڑوں قبائل اٹھے اور دنیا کے مختلف کونوں تک پہنچے اور وہاں جا کر بس گئے یہیں سے انسانوں کی موجیں اٹھیں اور وسط ایشیا میں جا گریں۔ یہیں سے یورپ پہنچیں اور یہیں سے ہندوستان اور شمال مغرب تک پھیلتی چلی گئیں۔ ہندوستان میں بس جانے والوں نے اپنا تعارف آرین کے ساتھ کرایا۔ وسط ایشیا میں بسنے والوں نے "ایرانیہ" کہلا کر اپنے علاقہ کا نام ایران مشہور کیا۔ یورپ میں ہن، گاتھ، وندال وغیرہ ان ہی قبائل کے نام پڑے اور بحر اسود سے دریائے ڈینوب تک بسنے والے سیتھین کہلائے اور یورپ اور ایشیا کے ایک بڑے حصہ پر چھا جانے والے رشین (روسی) کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہ قبائل جب اپنے مرکز سے چلے تھے تو صحرائی وحشی اور بدوی تھے لیکن اپنے مرکز سے ہٹ کر جب دوسرے مقامات پر پہنچے اور حضارت وتمدن سے آشنا ہوئے یا ضرورت نے آشنا کرایا تو نئے نئے ناموں سے پکارے گئے حتیٰ کہ اپنے مرکز کی ابتدائی حالت سے اس قدر بعد ہو گیا کہ مرکز میں بسنے والے وحشی قبائل اور ان کے درمیان

کوئی یکسانیت باقی نہ رہی بلکہ ایک ہی اصل کی دونوں شاخیں ایک دوسرے کی حریف بن گئیں اور شہری اقوام کے لئے ان کے ہم نسل وحشی قبائل مستقل خطرہ ثابت ہونے لگے جو آئے دن شہریوں پر تاخت و تاراج کرتے اور لوٹ مار کر کے پھر اپنے مرکز کی جانب واپس ہو جاتے تھے۔

بہرحال تاریخ کے اوراق اس کے شاہد ہیں کہ عہد تاریخی کے قبل سے پانچویں صدی مسیح تک اس علاقہ سے جو آج کل منگولیا یا تاتار کہلاتا ہے یہاں اس قسم کے انسانی طوفان اٹھتے رہے ہیں اور ان سے قریب اور ہمسایہ قوم چینی ان کے بڑے دو قبائل کو موگ اور یواچی کہتے رہے ہیں پس یہی ''موگ'' ہے جو تقریباً چھ سو برس قبل مسیح یونان میں میگ اور میگاگ بنے اور عربی میں ماجوج ہوئے اور غالباً یہی ''یواچی'' یونانی میں یوگاگ اور عبرانی اور عربی میں جوج اور یاجوج کہلائے لیکن جب یہ قبائل دنیا کے مختلف حصوں میں جا کر آباد ہوئے اور بہت سے قبائل پہلے کی طرح اپنے مرکز ہی میں وحشی اور صحرائی بنے رہے تو اس اختلاف تمدن و معیشت نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ ان قبائل کے وحشی اور صحرائی جنگجو تو اسی طرح یاجوج (گاگ GOG) اور ماجوج (میگاگ MAGOG) کے نام سے موسوم رہے مگر متمدن اور شہری قبائل نے مقامی خصوصیات و امتیازات کے ساتھ ساتھ اپنے ناموں کو بھی بھلا دیا اور نئے نئے ناموں سے شہرت پائی اور پھر یہ تقسیم اس طرح قائم ہو گئی کہ تاریخ کے عہد میں بھی اس کو باقی رکھا گیا اور وسط ایشیا کے ایرانی ایشیائی اور

یورپین روسی اور دیگر یورپین قومیں اور ہندوستان کے آرین اصل کے اعتبار سے منگولین (یعنی موگ ماجوج اور یوگا یاجوج) نسل ہونے کے باجود تاریخ میں ان ناموں سے یاد نہیں کئے جاتے اور یاجوج وماجوج کا نام صرف ان ہی قبائل کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے جو اپنی گزشتہ حالت وحشت وبربریت اور غیر متمدن زندگی میں اپنے مرکز کے اندر موجود ہیں اور مختلف صدیوں میں قتل وغارت اور لوٹ مار کرنے کے لئے اپنی ہم نسل متمدن اقوام پر حملے کرتے رہے ہیں اور ان ہی کے وحشیانہ حملوں کی حفاظت کے لئے اور مشرقی تاخت وتاراج سے بچنے کے لئے مختلف اقوام نے مختلف دیواریں اور سد قائم کیں اور ان ہی میں سے ایک وہ سد ہے جو ذوالقرنین نے ایک قوم کے کہنے پر دو پہاڑوں کے درمیان لوہے اور تانبے سے ملا کر تیار کی تاکہ وہ یاجوج و ماجوج کے مشرقی حملوں سے محفوظ ہو جائے۔

یاجوج وماجوج کا ذکر تورات میں بھی ہے چنانچہ حزقیل علیہ السلام کے صحیفہ میں یوں کہا گیا ہے:

''اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے سزا دوں گا اور تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا، دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اے جوج روش اور

مسک اور توبال کے سرداراور میں تجھے پلٹ دوں گا (ماروں گا)۔"

(حزقیل باب 38 آیات 4-1)

"اور میں یاجوج پراوران پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا۔"

(حزقیل باب 39 آیت 6)

"اور اس دن یوں ہوگا کہ میں وہاں اسرائیل میں جوج کو ایک گورستان دوں گا یعنی رہ گزروں کی وادی جو سمندر کے پورب میں ہے اوراس کے رہ گزروں کی راہ بند ہوگی اور وہاں جوج کواوراس کی جماعت کو گاڑ دیں گے اور اسے ہامون جوج کی وادی نام رکھیں گے۔"

(حزقیل باب 39 آیت 11)

ان حوالوں میں جوج، ماجوج، روش، مسک اور توبال کا ذکر ہے اور ان کو خدا کا مخالف بتایا گیا ہے اور مظلوموں کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پھرا دے گا اور ان کے جبڑوں میں بنسیاں (آنکڑے) مارے گا تاکہ وہ پلٹ جائیں اور یہ کہ قیامت کے قریب ان وحشی اور ظالم قبائل کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا اوران کی موت سے عرصہ تک رہ گزروں کے لئے راہیں بند ہو جائیں گی۔

ان ناموں کی تفصیل میں تورات کے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ جوج سے مراد گاگ (GOG) ہے اور ماجوج سے میگاگ (MAGOG) اور روش سے رُوس (R U S S I A) اور مسک سے مراد ماسکو (MASCOW) اور توبال سے بحر اسود کا بالائی علاقہ مراد

ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ تورات کی شہادت بھی اس سے اتفاق کرتی ہے کہ لفظ یاجوج اور ماجوج ان ہی قبائل کے لئے مخصوص ہو گیا تھا جو منگولیا اور کاکیشیا سے لے کر دور تک مشرق میں پھیلتے چلے گئے تھے اور یہ کہ حزقیل علیہ السلام کے زمانہ تک رُوس (RUSSIA) کا علاقہ تہذیب وتمدن اور حضارت سے عاری اور وحشی قبائل کا وطن اور مسکن تھا اور قتل وغارت گری ان کا پیشہ اور ظلم وستم ان کا روزہ مرہ کا مشغلہ تھا لہٰذا حضرت حزقیل علیہ السلام کی پیشین گوئیوں میں یہ بشارت دی گئی کہ وہ وقت قریب ہے جب کہ ان قبائل کی تاخت وتاراج کا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک کے لئے بند ہو جائے گا اس پیشین گوئی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جوج شمال کی جانب سے آئے گا تاکہ لوٹ مار کرے اور یہ کہ ماجوج پر اور جزیروں میں بسنے والوں پر سخت تباہی آئے گی اور یہ کہ اسرائیلی بھی ماجوج کے مقابلہ میں حصہ لیں گے۔

اب اگر تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو آپ پر یہ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ تقریباً ایک ہزار قبل مسیح سے بحر خزر اور بحر اسود کا علاقہ وحشی اور خونخوار قبائل کا مرکز بنا ہوا ہے جو مختلف ناموں کے ساتھ موسوم ہوتے رہے ہیں بالآخر ان میں سے ایک زبردست قبیلہ نمودار ہوتا ہے جو تاریخ میں سیتھین کے نام سے مشہور ہے یہ وسط ایشیا سے بحر اسود کے شمالی کناروں تک پھیلا ہوا ہے اور اطراف میں مسلسل حملے کرتا رہتا اور متمدن اقوام پر تباہی لاتا رہتا ہے یہ زمانہ بابل ونینویٰ کے عروج اور آشوریوں کے تمدن کے آغاز کا زمانہ تھا۔ پھر تقریباً ساڑھے چھ سو قبل مسیح میں ان کے ایک بڑے زبردست گروہ نے اپنی بلندیوں سے اتر

کر ایران کا تمام مغربی حصہ تہ وبالا کر ڈالا۔

اب ۵۳۹ قبل مسیح میں سائرس (کیخسرو) کا ظہور ہوتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جب کہ اس کے ہاتھوں بابل کی تباہی، بنی اسرائیل کی آزادی اور میڈیا و فارس کی دو سلطنتوں کی یک جا طاقت کا نظارہ سامنے آتا ہے اور ٹھیک حزقیل علیہ السلام کی پیشین گوئی کے خصوصی امتیازات اس کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور سیتھین قبائل کے مغربی حملوں سے حفاظت کے لئے اس کے ہاتھوں وہ سد قائم ہوتی ہے جس کا ذکر بار بار آرہا ہے۔

بہر حال ان تمام تاریخی مصادر سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حزقیل علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق وہ یاجوج وماجوج جن کی حفاظت کے لئے سائرس (ذوالقرنین) نے سد تیار کی یہی سیتھین قبائل تھے جو ابھی تک اپنی وحشیانہ خصائص وخصائل کے اسی طرح حامل تھے جس طرح ان کے پیشرو اپنے مرکز میں رہتے ہوئے ان امتیازات کے ساتھ یاجوج وماجوج کہلاتے رہے تھے اور یہ دراصل ایک مزید ثبوت ہے اس دعویٰ کے لئے کہ ذوالقرنین ''سائرس'' (کیخسرو) ہی تھے۔

یاجوج وماجوج کے متعلق جس قدر بحث اس وقت کی جا چکی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں ہیں بلکہ دنیائے انسانی کی عام آبادی کی طرح وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں اور یہ کہ یاجوج وماجوج منگولیا (تاتار) کے ان وحشی قبائل کو کہا جاتا رہا ہے جو یورپ اور روس کی اقوام کے منبع ومنشاء ہیں اور

چونکہ ان کی ہمسایہ قوم ان قبائل میں سے دو بڑے قبیلوں کو موگ اور یوچی کہتی تھی اس لئے یونانیوں نے ان کی تقلید میں ان کو میگ یا میگاگ اور یوگاگ کہا اور عبرانی اور عربی میں تصرف کر کے ان کو یاجوج وماجوج سے یاد کیا گیا۔"(۱)

۶۔ مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ نظر:

موصوف یاجوج وماجوج کی تعیین وتعبیر کے حوالہ سے بائبل سے استشہاد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حزقی ایل فرماتے ہیں: اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش، مسک اور توبل کا فرمانروا ہے متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوت کر۔"

(حزقی ایل 1:38)

"اور کہہ خداوند یوں فرماتا ہے دیکھ اے جوج! روش، مسک اور توبل کے فرمانروا میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے پھرا دوں گا اور تجھے لئے پھروں گا اور شمال کے دور اطراف سے چڑھا لاؤں گا۔"

(حزقی ایل 1,2:39)

روش، مسک اور توبل کے نام اب تک رشیا، ماسکو اور توبالسک کی صورت میں موجود ہیں اور یہ علاقے فلسطین سے شمال کے بعید اطراف میں ہیں۔ یاجوج و ماجوج کے قبائل بحر خزر کے شمال کی

---

۱ قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمٰن سیوھاروی: 2/119-116

جانب اور وسط ایشیاء میں منگولیا کے علاقہ میں آباد تھے۔ ایران پران کی تاخت ترکستان کے راستے سے بھی ہوتی تھی اور کوہ قفقاز کے درے کی راہ سے بھی۔ کوہ قفقاز (Caucasia) کے خسرو کے دارالحکومت سے ٹھیک شمال کو ہے اس لئے عین ممکن ہے کہ بادشاہ نے درے کو بند کر کے اس خطرے کا سد باب کر دینا چاہا ہو۔"(۱)

۷۔ مفسرِ قرآن مولانا جلال الدین القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

موصوف اپنی تفسیر میں یاجوج وماجوج کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

"قال بعض المحققين كان يوجد من راء الجبل جبال القوقاز المعروف عند العرب بحبل قاف في اقليم داغستان قبيلتان تسمى احداهما "آقوق" والثانية "ماقوق" فعربهما العرب باسم ياجوج و ماجوج و هما معروفان عند كثر من الأمم وورد ذكرهما في كتب اهل الكتاب و منهما تناسل كثير من امم الشمال و الشرق في روسيا و آسيا."

"بعض محققین فرماتے ہیں کہ پہاڑوں کے پیچھے دو قبیلے آباد ہیں جنہیں آقوق اور ماقوق کہا جاتا ہے انہی قبیلوں کو اہل عرب اپنی لغت میں یاجوج اور ماجوج کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ لوگوں کے ہاں معروف ومشہور ہیں یہود ونصاریٰ کی آسمانی کتابوں میں بھی ان کے تذکرے موجود ہیں اور ان کی نسل پھیلتے پھیلتے روس اور ایشیا کے

۱. تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحی: 220-221/4

شمالی اور مشرقی علاقوں کو گنجان کیے ہوئے ہے۔"(۱)

۸۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

پیر کرم شاہ ازہری اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

"یاجوج اور ماجوج کا ذکر قرآنِ کریم میں دوبار آیا ہے۔ ایک سورۃ الکہف اور دوسرا سورۃ الانبیاء میں۔ یورپ کی زبانوں میں انہیں (GOG AND MAGOG) کہا جاتا ہے یہ کون سی قوم تھی۔ تمام تاریخی قرائن متفقہ طور پر شہادت دیتے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی اور طاقت ور قبائل جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے چین کے شہنشاہ چین وانگٹی کو وہ عظیم الشان دیوار بنانی پڑی۔ جو پندرہ سو میل تک چلی گئی ہے اور جو دیوار چین کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر ۲۱۴ ق۔م میں شروع ہوئی، اور دس برس میں ختم ہوئی۔ اس نے شمال اور مغرب کی طرف منگولین قبائل کے حملوں کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ اس لئے ان کے حملوں کا رُخ پھر وسط ایشیاء کی طرف مڑ گیا۔ انہیں کے حملوں کو روکنے کیلئے سائرس نے سد تعمیر کی۔ شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے لیکن چینی ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا اصلی قدیم نام "موگ" ہے جو چھ سو برس ق۔م یونانیوں میں میگ اور میگاگ پکارا جاتا تھا، اور یہی لفظ عبرانی میں ماجوج ہو گیا۔"(۱)

۲۔ محاسن التنزیل فی اسرار التأویل للجلال الدین القاسمی:4116/11

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری50-49/3

۹۔ سید شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

سید شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

''میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یاجوج وماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نووی نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حوا تک نہیں پہنچتا گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا، اسی قوم میں کا ہو۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (مریم صدیقہ) کے بطن سے بتوسط نفخہ ملکیہ پیدا ہوئے، نزول من السماء کے بعد دجال کو ہلاک کر دیں گے۔''(۱)

۱۰۔ جاوید احمد غامدی کی رائے:

جناب غامدی صاحب ایک مضمون میں یاجوج وماجوج کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''مذہب اشتراک کے علمبردار .... وہ پریشان روزگار آشفتہ، مغز آشفتہ ہو وہ کم وبیش پون صدی تک اس دنیا میں فطرت کے خلاف برسر جنگ رہے......ان کے لئے یوم فصل تو یوم قیامت ہی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا ہونا مقدر تھا۔ دیوار برلن ٹوٹ گئی مادیت

---

۱. تفسیر عثمانی از شبیر احمد عثمانی: 469/2

کا یہ مولود فساد اپنی مادر مہرباں کے وجود میں تحلیل ہوا۔ ماں اور بیٹے کا الگ تشخص ہمیشہ کے لئے ختم ہوا۔ یاجوج و ماجوج آپس میں گلے ملے اب امریکہ روس میں ہے اور روس امریکہ میں۔

من تو شدم تو من شدی، من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ان کا وطن ہمالہ کے آس پاس روس اور سواد روس کا علاقہ ہوا'' اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد یاجوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش (روس) مسک (ماسکو) اور توبل (توبالک) کا فرمانروا ہے متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوت کر۔''

(حزقی ایل 1:38)

''اور کہہ خداوند یوں فرماتا ہے دیکھ اے جوج! روش، مسک اور توبل کے فرمانروا میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے پھرا دوں گا اور تجھے لئے پھروں گا اور شمال کے دور اطراف سے چڑھا لاؤں گا۔''

(حزقی ایل 1,2:39)

اپنے اس علاقے سے قدیم زمانوں میں یہی لوگ یورپ میں جا کر آباد ہوئے اور وہاں سے پھر صدیوں کے بعد تاریخ کی روشنی میں امریکہ اور آسٹریلیا پہنچے اور اب دنیا کے سارے پھاٹک انہیں کے قبضے میں ہیں۔ روس میں اشتراکیت کا خاتمہ ہوا اور یاجوج و ماجوج میں صلح ہوئی۔ اب وہ منتظر تھے کہ ملت ابراہیمی کے خزانوں میں سیال سونا ان کی حکومت میں رہے۔ تب ابراہیم کے فرزند ارض عراق سے

اُٹھے اور اپنے بھائیوں پر چڑھ دوڑے۔ فوقعت الواقعۃ یاجوج و ماجوج کی فوجیں اس وقت جزیرہ نمائے عرب کے صحراؤں میں اتر رہی ہیں۔"(۱)

مذکورہ مفکرین کی آراء کا تحقیقی جائزہ

ان تمام مفکرین آراء کا تحقیقی جائزہ پیش کرنے سے قبل ہم ذیل میں یاجوج و ماجوج کی صفات رقم کررہے ہیں۔ جس سے ہمیں اس مسئلہ کی تحقیق کے اندر کافی آسانی ہو جائے گی کتاب وسنت سے ماخوذ یاجوج وماجوج کی چند ایک صفات درج ذیل ہیں:

۱۔ یاجوج وماجوج کے خروج کے متعلق کتاب وسنت میں یہ بات واضح الفاظ میں موجود ہے کہ وہ دجال کے قتل کے بعد سد ذوالقرنین کو مسمار کر کے باہر نکل آئیں گے۔

۲۔ ان کے خروج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک حیات ہوں گے اور وہ اس وقت اپنے ساتھیوں کو لے کر کوہ طور میں محصور ہو جائیں گے۔

۳۔ یاجوج وماجوج اپنے خروج کے وقت بحر طبریہ کا سارا پانی پی جائیں گے۔

۴۔ اہل زمین کو اپنے شر وفساد کا نشانہ بنا لینے کے بعد اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ خون آلود کر کے زمین کی طرف گرائے گا جس سے یاجوج وماجوج خیال کریں گے کہ اب ہم نے زمین وآسمان کے رہنے والے تمام کو ختم کر ڈالا ہے۔

۵۔ وہ عارضی فتنہ اس قدر خطرناک ہوگا کہ اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت مسلمانوں میں نہیں ہوگی۔

۱۔ ماهنامه "اشراق" اکتوبر 1990ء شذرات صفحه 7-4

۶۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وبائی مرض ان کی ہلاکت کا باعث بنے گی۔

۷۔ صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ یاجوج وماجوج کی تعداد مسلمانوں کی نسبت 99 (ننانوے) فیصد زیادہ ہوگی۔

۸۔ وہ مخلوق خدا میں سے ہر ذی روح کے دشمن ہیں۔

۹۔ جب عذاب الٰہی ان پر مسلط ہوگا تو وہ تمام کے تمام یک لخت مر جائیں گے۔

۱۰۔ عام انسانوں سے خواہ ان کی طبیعت اور زندگی کے باقی اطوار کافی مختلف ہیں مگر پھر بھی ہمیں یہ بات بڑے مضبوط ذرائع سے پہنچی ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام ہی کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔

اب ہم اس بحث کی تحقیق آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں کہ مذکورہ جدید مفکرین نے جن اقوام کو یاجوج وماجوج کا مصداق قرار دیا ہے کیا وہ قوم یاجوج وماجوج کی تمام صفات سے متصف ہیں؟

اب ہم ذیل میں قارئین کی خدمت میں مذکورہ مفکرین کی آراء کا تحقیقی اور تقابلی جائزہ نہایت آسان پیرائے میں پیش کر رہے ہیں:

۱۔ کتاب وسنت کے دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج دجال کے قتل کے بعد ہوگا اس دوران وہ سد ذوالقرنین کے پیچھے ہی قید رہیں گے اور وہ اپنے قید وبند کے عرصہ میں کسی کو اپنے شر وفساد کا نشانہ نہیں بنا سکتے؟ لیکن جدید مفکرین جن اقوام کو یاجوج وماجوج کا مصداق قرار دیتے ہیں وہ ساتھ ہی ان کے خروج کا بھی دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ابھی تک دجال کا فتنہ ہی ظاہر نہیں ہوا یوں یہ صفت یاجوج وماجوج کی ان اقوام میں نہیں پائی جاتی۔

۲۔ یاجوج وماجوج کے خروج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک بقید حیات ہوں گے اور وہ ان کے خروج پر اپنے ساتھیوں کو لے کر کوہِ طور میں محصور ہو جائیں

گے۔ یہ صفت بھی ان اقوام میں موجود نہیں ہے جن کو یاجوج وماجوج کا مصداق قرار دیا گیا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت ہوگا۔

۳۔ یاجوج وماجوج کا جب خروج ہوگا وہ زمین کا سارا پانی پی جائیں گے لیکن جن اقوام کو یاجوج وماجوج کا مصداق ٹھہرایا جاتا ہے ان کا کوئی ایسا واقعہ جدید مفکرین میں سے کسی نے اپنی تحقیق میں بیان نہیں کیا۔

۴۔ یاجوج وماجوج بوقت خروج تمام اہل زمین کو (سوائے ان لوگوں کے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہِ طور میں محصور ہوں گے) اپنے شر وفساد کا نشانہ بنانے کے بعد اپنے تیر آسمانوں کی طرف پھینکیں گے جن کو اللہ ربّ العزت خون آلود کر کے زمین کی طرف گرائے گا لیکن شر وفساد کی یہ انتہا ان اقوام میں سے کسی میں بھی نہیں پائی جاتی جن کو یاجوج وماجوج کا مصداق ٹھہرایا جاتا ہے۔

۵۔ یاجوج وماجوج کے خروج کا وہ عارضی فتنہ اس قدر شدید ہوگا کہ مسلمانوں میں ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی اور نہ ہی مسلمان ان کے مقابلے کے لئے نکلیں گے لیکن ان اقوام کا معاملہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو خواہ ان اقوام نے بڑے ظلم وتشدد کا نشانا بنایا ہے مگر مسلمانوں نے پھر بھی ان کا مقابلہ تو کیا ہی تھا اور اگر مسلمان ان کے خلاف متحد ہو جائیں یا جن اقوام کے ساتھ دور ماضی میں آمنا سامنا ہوا ہے تو مسلمانوں میں ضرور ان کے مقابلے کی طاقت موجود تھی۔

۶۔ صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ یاجوج وماجوج کی تعداد مسلمانوں کی نسبت ننانوے (۹۹) فیصد زیادہ ہوگی فی الوقت عام اندازے کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ایک کھرب یا سوا کھرب کے قریب ہے تو جس سے لازم آتا ہے کہ پھر یاجوج وماجوج کی تعداد ننانوے کھرب ہونی چاہیے تو پھر کیا جن

قوموں کو یاجوج و ماجوج کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے ان کی تعداد ننانوے کھرب ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ ویسے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں (مسلم و غیر مسلم) کی تعداد چھ کھرب کے قریب ہے یاجوج و ماجوج کی کثرت تعداد کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا کی وجہ سے وہ ہلاک ہوں گے تو ان کی لاشوں سے پوری زمین بھر جائے گی لیکن یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ جن اقوام کو یاجوج و ماجوج کا مصداق قرار دیا جاتا ہے ان کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

۷۔ یاجوج و ماجوج کی قوم کو یک لخت اور آن واحد میں موت اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ لے گی جبکہ مذکورہ وحشی قبائل اور دیگر ایشیائی اقوام نسل در نسل زندگی بسر کر رہی ہیں۔

۸۔ یاجوج و ماجوج کا جس وقت خروج ہوگا وہ انسانوں سمیت تمام مخلوقاتِ خدا کو اپنے شر و فساد کا نشانہ بنائیں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوہِ طور میں لے جا کر محصور ہو جائیں گے اور قوم یاجوج و ماجوج زمین کی تمام ہریالی کو تباہ و برباد اور سمندروں اور دریاؤں کا پانی خشک کر دیں گے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ان وحشی قبائل اور دیگر ایشیائی اقوام میں یہ صفات موجود ہیں؟ اور کیا وہ ہر انسان اور ہر ذی روح کو دیکھ کر اس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں اور کیا ان علاقوں میں پانی کا بحران ہے؟ کیا وہ دوسرے ممالک سے کسی قسم کے روابط طے نہیں کرتے؟ لیکن جن اقوام کو یاجوج و ماجوج کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے وہ نہ تو ذی روح کے دشمن ہیں نہ ان علاقوں میں پانی کا بحران پایا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے روئے زمین پر بسنے والے تمام ممالک سے روابط منقطع ہیں؟ لہٰذا ان اقوام کو یاجوج و ماجوج کا مصداق ہرگز نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

۹۔ احادیثِ مبارکہ کے واضح بیان کے مطابق جب یاجوج وماجوج کا خروج ہوگا اس وقت کوئی غیر مسلم زمین پر زندہ نہ رہے گا کیونکہ اس سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ساتھ مل کر دجالِ اکبر سے جنگ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجالِ اکبر کو قتل کریں گے اور اس وقت اگر کوئی کافر کسی درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپا ہوگا تو وہ درخت اور پتھر بھی پکار اٹھے گا کہ اے مسلمان! میرے پیچھے کافر پناہ لئے ہوئے ہے اس کو قتل کرو اور تمام عیسائی اسلام قبول کرلیں گے۔ یوں کفر سے زمین بالکل پاک صاف ہو جائے گی اسی دوران پھر یاجوج وماجوج کے خروج کا وقت ہوگا لیکن فی الوقت اگر روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کا جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں سے پانچ گناہ زیادہ غیر مسلم اس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور عیسائیوں کی کثیر تعداد اپنے مذہب عیسائیت پر عمل پیرا ہے بلکہ ان کی تعداد فی الوقت مسلمانوں سے زیادہ ہے۔

۱۰۔ یاجوج وماجوج کی جب ہلاکت ہوگی اس وقت ان کی لاشوں سے زمین بھر جائے گی اور بدبو پھیل جائے گی پھر اللہ ربّ العزت خاص ایسے پرندے بھیجے گا جو بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر موٹے تازے ہوں گے وہ ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا لے جا کر پھینک دیں گے۔ یعنی ان کی تدفین کا معاملہ روئے زمین پر بسنے والے کسی انسان کے مذہب کے مطابق نہیں ہوگا لیکن جب ہم ان وحشی قبائل اور دیگر ایشیائی اقوام کا جائزہ لیتے ہیں تو ضرور ان کا یہ معاملہ وہاں کے رائج مذہب کے مطابق سرانجام دیا جاتا ہے۔

اب اس مذکورہ تقابلی جائزے سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یاجوج وماجوج کی صفات کسی صورت میں بھی منگولین، روسی، امریکی، تاتاری اور چینی اور

ان جیسی دوسری اقوام پر منطبق نہیں کی جا سکتیں اور اسی طرح ان وحشی عرب قبائل اور دیگر ایشیائی اور غیر ایشیائی اقوام کو کسی صورت میں یاجوج و ماجوج کا مصداق نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ یہ نظریہ بے شمار کتاب و سنت کے واضح دلائل کے خلاف آ رہا ہے جس کا اندازہ ہمارے قارئین ضرور گزشتہ دلائل سے لگا چکے ہوں گے۔

سید شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کا تحقیقی جائزہ

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں آپ سید شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کا مطالعہ کر چکے ہیں جو کہ باقی تمام علماء سے ایک الگ رائے ہے کیونکہ سید صاحب کا یہ کہنا ہے کہ یاجوج و ماجوج جن و انس کے علاوہ ایک برزخی مخلوق کا نام ہے جن کا باپ کی طرف سے تو نسب حضرت آدم علیہ السلام تک جا ملتا ہے مگر ماں کی طرف سے ان کا نسب معلوم نہیں ہو سکا۔

ہمیں اس سلسلہ میں یہ کہنا ہے کہ سید صاحب میں اس سلسلہ میں کچھ زیادہ ہی احتیاط کا مظاہرہ کر دیا ہے حالانکہ جس قدر یاجوج و ماجوج کے بارے میں ہمیں تفصیلات ملتی ہیں ان کو ضرور واضح کرنا چاہیے۔ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج بنی آدم ہی سے تعلق رکھتے ہیں ان کا نسب کے بارے میں روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ ان کا نسب یافث بن حضرت نوح علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یقول اللّٰہ تعالیٰ یا آدم! فیقول لبیک و سعدیک والخیر کله فی یدیك فیقول: أخرج بعث النار، قال: وما بعث النار؟ قال: من کل الف تسعمائة و تسعه و تسعین فعنداللّٰہ یشیب الصغیر (و تضع کل ذات حمل حملها و تری الناس سکاریٰ و ما هم بسکاریٰ ولکن

عذاب اللّٰہ شدید) قالوا: یارسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم! و اینا ذٰلک الواحد؟ قال: ابشروا فان منکم رجلا و عن یاجوج و ماجوج الف ثم قال: والذی نفسی بیدہٖ انی أرجو ان تکونوا ربع اھل الجنۃ فکبرنا فقال: ارجو ان تکونوا ثلث اھل الجنۃ فکبرنا، فقال: ارجوا ان تکونوا نصف أھل الجنہ فکبرنا، فقال: ما أنتم فی الناس الا کالشعرۃ السوداء فی جلد ثور أبیض او کشعرۃ بیضاء فی جلد ثور اسود."

"اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا اے آدم! حضرت آدم عرض کریں گے میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں اور تیار ہوں، تمام بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جہنم میں جانے والوں کو (الگ) نکال دو، حضرت آدم عرض کریں گے اے اللہ! جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے، اس وقت (کی وحشت و ہولناکی) سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے (پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرادے گی اور (اس دن) آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ جیسے ان پر نشہ طاری ہے حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ وہ ایک آدمی تم میں سے ہوگا اور ایک ہزار آدمی

دوزخی یاجوج وماجوج کی قوم سے ہوں گے پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اُمید ہے کہ تم تمام جنت والوں کا ایک چوتھائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا تہائی حصہ ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا آدھا حصہ ہوں گے۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (حشر کے میدان میں) تم لوگ تمام انسانوں کے مقابلے میں اتنے ہوں گے جتنے کسی سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال، یا جتنے ایک سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔"(۱)

۱۔ صحیح بخاری: 138/4، رقم: 3348، صحیح مسلم: 201/1، رقم: 379,222، سنن الترمذی: 175/5، رقم: 3169، مسند احمد بن حنبل: 384,385/17، رقم: 11284، مشکوٰۃ المصابیح: 205/3، رقم: 5541، صحیح ابن حبان: 352/16، رقم: 7354، مسند الحمیدی: 80/2، رقم: 853، السنن الکبریٰ للنسائی: 188/10، رقم: 11276، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 81/1، رقم: 78، المعجم الکبیر للطبرانی: 144/18، رقم: 306، الأسماء والصفات للبیھقی: 544/1، رقم: 471، الایمان لابن مندۃ: 902,903/2، رقم: 988، الشریعۃ للآجری: 1239/3، رقم: 809، تھذیب الآثار للطبری: 251/6، رقم: 2754، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 184/9، رقم: 6748، حدیث السراج: 245/3، رقم: 2668، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للألکائی: 1252/6، رقم: 2224، شرح السنۃ للبغوی: 139/15، رقم: 4325، شعب الایمان للبیھقی: 322/1، رقم: 361، مسند ابی عوانۃ: 85/1، رقم: 253، مسند ابی یعلی: 430/5، رقم: 3122، مسند الشامیین للطبرانی: 325/3، رقم: 2409، مسند عبد بن حمید: 287/1، رقم: 917

اس حدیث میں یہ واضح بات موجود ہے کہ یاجوج وماجوج بنی آدم کی نسل سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد میں ہر ایک ہزار سے نو سو ننانوے آدمی جہنم کے لئے طلب فرمائیں گے تو ان سے مراد ذریت آدم علیہ السلام سے یاجوج وماجوج ہی ہوں گے۔ جس بات کی وضاحت آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادی ہے۔

۳۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور تابعی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید امام سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

"ولد نوح ثلاثة: سام، حام، يافث، فولد سام، العرب و فارس والروم و فی هولاء خير، وولد حام اسودان والبربر والقبط، و ولديافث الترك والصقالبة و ياجوج ماجوج."

"حضرت نوح علیہ السلام سے تین بیٹے پیدا ہوئے سام، حام اور یافث۔ پھر سام سے آگے تین نسلیں چلیں۔ عرب، فارس اور روم ان میں ہر طرح سے خیر ہے اور حام سے یہ تین نسلیں آگے بڑھیں سوڈان، بربر اور قبط، اور یافث سے یہ لوگ پیدا ہوئے، ترک، صقالبہ اور یاجوج وماجوج۔"(۱)

۴۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هم من ولد آدم عند اكثر العلماء."

"اکثر علماء کے نزدیک وہ حضرت آدم علیہ السلام ہی کی نسل سے ہیں۔"(۲)

---

۱. المستدرك على الصحيحين للحاكم: 509/4، رقم: 8429، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

۲. الارشاد الى صحيح الاعتقاد والرواهل الشرك والحاد للصالح الفوزان: 236/1

۵۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الاجماع علی انهم من ولد یافث بن نوح علیہ السلام.

"(یاجوج و ماجوج کے متعلق) اس بات پر اجماع ہے کہ وہ یافث بن نوح علیہ السلام سے پیدا ہوئے ہیں۔"(۱)

۶۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"یاجوج ماجوج طائفتان من الترک من ذریة آدم کما ثبت فی الصحیح."

"یاجوج و ماجوج ترک میں سے دو گروہ ہیں جو کہ آدم کی ذریت سے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔"(۲)

۷۔ ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"و هم عن ذریة نوح عن سلالة یافث ابی الترک."

"اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جو آگے چل کر ابوالترک یافث بن نوح سے کڑیاں مل جاتی ہیں۔"(۳)

۸۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یأجوج و مأجوج قبیلتان ولد من یافث بن نوح."

"یاجوج و ماجوج دو قبیلے ہیں جو کہ یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔"(۴)

---

۱. الارشاد الی صحیح الاعتقاد والرواهل الشرک والحاد للصالح الفوزان:236/1

۲. النهایة فی الفتن والملاحم لابن کثیر:200/1

۳. النهایة فی الفتن والملاحم لابن کثیر:201/1

٤. فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر:386/6

یاجوج وماجوج کے متعلق ہمارا موقف:

گزشتہ اوراق میں ہم ان جدید مفکرین کی آراء کا بالتفصیل تحقیقی جائزہ لے چکے ہیں اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ دور حاضر میں ایسی کوئی قوم موجود نہیں ہے جس کو یاجوج و ماجوج کا مصداق ٹھہرایا جائے یہاں یہ شبہ ضرور قارئین کے ذہنوں میں پیدا ہو رہا ہوگا کہ آخر یاجوج و ماجوج وہ کون سی قوم ہے جن کا سراغ اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہیں لگ سکا؟

اس سوال کا جواب اہل ایمان کو سمجھانا تو کوئی مشکل امر نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد کا اکثر و بیشتر حصہ غیبی امور سے تعلق رکھتا ہے۔ جنت و جہنم، قیامت کے احوال، عذاب قبر اور میدان حشر میں دربار الٰہی میں کھڑے ہو کر اپنی زندگی میں کیے تمام اعمال کا حساب دینا یہ وہ تمام امور ہیں جو فی الوقت انسانی نظروں سے اوجھل ہیں لیکن ان پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ جیسا کہ کلام باری تعالیٰ ہے۔ ''اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ'' کہ اہل ایمان کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ غیبی امور پر ایمان لاتے ہیں اور آگے فرمایا مومن آخرت کے غیبی امر پر بھی مکمل یقین رکھتا ہے۔ ان تمام مافوق الاسباب اور ماوراء الطبیعات امور پر اہل ایمان کے لئے یقین کامل رکھنا لازم ہے۔ ہاں اہل کفر اس میں شکوک و شبہات کا شکار ہوں تو یہ معاملہ بعید از عقل نہیں ہے کیونکہ روز اول سے اہل کفر ایسے معاملات کا انکار کرتے آرہے ہیں۔

اسی طرح یاجوج و ماجوج کا معاملہ بھی غیبی امور سے تعلق رکھتا ہے جن کے متعلق قرآن و احادیث میں جو حالات و واقعات بیان کئے گئے ہیں ان پر ہمارا ایمان کامل ہے۔ رہا ان کا جائے مقام اور کون سی قوم ان کی مصداق ہے؟ یہ وہ معاملات ہیں جن کے بارے میں کتاب و سنت کے اوراق مکمل خاموشی اختیار کرتے ہیں پس ہمیں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ وہ سد ذوالقرنین کے پیچھے قید ہیں اور ان کا خروج دجال اکبر کے قتل کے بعد ہوگا۔ ان کا

جائے مقام اللہ ربّ العزت نے لوگوں سے مخفی رکھا ہے۔ اب اس میں اس مالکِ عرض و سماء کی کیا حکمت ہے؟ وہ اس کو بخوبی جانتا ہے نہ ہی اللہ رب العزت نے ان کی جائے مقام کو تلاش کرنا ہمارے ذمے لگایا ہے اب اہل جغرافیہ کے ماہرین زمین پر پیوست تمام پہاڑوں کی چوٹیاں سر کر جائیں دریاؤں اور سمندروں میں راستے بنالیں، بر و بحر فضاؤں اور خلاؤں میں سائنسی ترقی کے گھوڑے دوڑالیں مگر یاجوج وماجوج تک رسائی ہرگز نہیں پا سکتے۔ جب ان کے خروج کی مدت پوری ہو جائے گی وہ خود ہی ہر طرف سے نکل آئیں یاجوج وماجوج کی اس معاملے کو ہم اس حدیث سے بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں:

ایک یہودی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"و جنة عرضها السموات والارض أين النار؟ فقال: أرأيت الليل اذا جاء ليس كل شي أين النهار؟ قال: حيث شاء الله قال: و كذلك النار تكون حيث شاء الله عز وجل."

''جب جنت کا عرض آسمانوں و زمینوں کے برابر ہے تو جہنم کہاں ہوتی ہے؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ جب رات ہر چیز پر چھا جاتی ہے تو اس وقت دن کہاں جاتا ہے؟ اس نے جواباً کہا: جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح جہنم بھی وہاں ہے جہاں اللہ عزوجل چاہتا ہے۔''(1)

---

1 مسند احمد بن حنبل: 242,244/27، رقم: 16693، مسند بزار: 224/16، رقم: 9380، الأموال لابن زنجوية: 123/1، رقم: 104، مسند ابی یعلی: 170/3، رقم: 1597، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي: 327/6، رقم: 10902، كشف الاستار عن زوائد بزار للهيثمي: 43/3، رقم: 2196، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اس روایت کو امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس روایت کے رجال صحیح ہیں۔'' (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي: 327/6، رقم: 10902)

اس سے ملتے جلتے دیگر مسائل پر اکثر لوگوں کا یہی اعتراض ہوتا ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے ہمیں اس معاملے میں یہ کہنا ہے کہ ممکن ناممکن کے یہ الفاظ صرف ہمارے انسانوں کے ہیں۔ دربار الٰہی میں ایسے الفاظ کا استعمال ہرگز نہیں ہوتا وہاں صرف لفظ ''کن'' بولا جاتا ہے اور ہر کام پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح حدیث میں آتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان فی الجنة لشجرة، یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لا یقطعها''

جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سو سال تک ایک سوار اس کے سائے تلے (ایک عربی نسل کا تیز رفتار گھوڑے کا سوار) دوڑتا رہے پھر بھی اس کے سائے کو عبور نہیں کرسکتا۔''(۱)

---

۱ صحیح بخاری. 114/8، رقم: 6552، صحیح مسلم. 2175/4، رقم 6,2826، سنن الترمذی. 252/4، رقم 2524، سنن ابن ماجة 1450/2، رقم 4335، مسند احمد بن حنبل 399/20، رقم 13155، مشکوٰة المصابیح 218/3، رقم 5615، صحیح ابن حبان 428/16، رقم 7412، مسند اسحاق بن راهویة 135/1، مسند الحمیدی 479/2، رقم. 1131، مصنف لابن ابی شیبة 31/7، رقم 33983، السنن الکبریٰ للنسائی 56/10، رقم 11019، المعجم الکبیر للطبرانی 185/6، رقم 5939، الابانة الکبریٰ لابن بطة 78/7، رقم. 63، البعث والنشور للبیهقی 184/1، رقم 268، الترغیب والترهیب للمنذری 287/4، رقم 5669، کتاب العظمة لابی الشیخ 1075/3، رقم. 578، الکنی والاسماء للدولابی 496/2، رقم 899، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 501/10، رقم: 8036، حلیة الأولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم اصبهانی: 30/9، شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالکائی: 1261/6، رقم: 2248، شرح السنة للبغوی 207/15، رقم 4370، شرح مشکل الآثار للطحاوی 73/15، رقم. 5848، صفة الجنة لابی نعیم الاصبهانی: 234/2، رقم 402، مسند ابی داؤد للطیالسی: 278/4، رقم: 2670، مسند ابی یعلی. 380/5، رقم 2038، مسند الشامین للطبرانی 95/1، رقم 140

اسی طرح کی اور بھی بے شمار احادیث موجود ہیں جن کو انسانی عقل تسلیم نہیں کرتی اور ایسے امور کے علمی احاطہ سے عاجز ہے لیکن مومن کا ایسے تمام غیبی امور پر مکمل ایمان ہے ان میں شک وتردد کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واعلم أن من استخف بالقرآن أو المصحف، أو بشيء منه، أو سبهما، أو جحده، أو حرفا منه، أو آية، أو كذب به، أو بشيء منه، أو بشيء مما صرح به فيه من حكم، أو خبر، أو أثبت ما نفاه، أو نفى ما أثبته على علم منه بذلك، أو شك في شئ منه ذلك فهو كافر عند أهل العلم باجماع.''

''خبردار رہنا چاہیے کہ جو کوئی قرآن یا مصحف شریف یا اس کے کسی حصے کا انکار کرے یا ان دونوں کو گالی دے یا سب کا انکار کرے یا اس کے کسی حصے کا یا کسی آیت کا انکار کرے یا اس کی تکذیب کرے یا اس کے کسی ایسے حکم یا خبر کو جھٹلائے جس کی اس میں صراحت کی گئی ہے یا کسی ایسی چیز کو ثابت کرے جس کی اس نے نفی کی ہے یا کسی ایسی چیز کی نفی کرے جس کو اس نے ثابت کیا ہے اور وہ اس سے باخبر بھی ہو یا ان امور میں سے کسی امر میں شک کرتا ہے تو (ایسا شخص) اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔''(۱)

---

۱ الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ للقاضي عياض، الباب الثالث في حكم من سب الله تعالىٰ و ملائكته و أنبياء و كتبه آل النبي و أزواجه و صحبه، الفصل التاسع الحكم بالنسبة للقرآن:646/2

اب ہمیں خلاصۂ بحث کے طور پر یہ عرض کرنا ہے کہ یاجوج وماجوج کے جائے وقوع کا معاملہ غیبی امور سے تعلق رکھتا ہے ہمارے لئے اس پر مکمل ایمان لانا واجب ہے اس کی صحیح حقیقت اللہ رب العزت ہی جانتا ہے۔

اسی شبہے کا زالہ کرتے ہوئے کہ یاجوج وماجوج آج ہمیں اس ترقی یافتہ دور میں بھی کیوں نظر نہیں آسکتے اور مصنوعی جدید سیارے (Satellite) یاجوج وماجوج کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ ڈاکٹر عریفی یوں رقم طراز ہیں:

''زمین کے تمام حصوں کی معرفت اور ان میں موجود ساری مخلوقات کا احاطہ کرنا تو محض اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے جس نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اگر ہم یاجوج وماجوج کی دیوار، یا دجال کی جگہ یا اور دیگر مخلوقات کے جائے مقام کو معلوم نہیں کر سکے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ موجود ہی نہیں ہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی لوگوں سے یاجوج وماجوج اور ان کی دیوار کو اوجھل کر رکھا ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور لوگوں کے درمیان بعض ایسی اشیاء حائل کر دی ہوں جو نہیں دیکھنے میں مانع ہوں جیسا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں میدانِ ''تیہ''[1] میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا تو وہ زمین کے چند

ا۔ یعنی جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں بھٹک گئے نہ انہیں راستے کا پتہ چلتا تھا اور نہ اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل کے زمین میں بھٹکنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو (آل فرعون سے) نجات عطا فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا۔

کلومیٹر کے علاقے میں ہی چالیس برس تک بھٹکتے رہے اور لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلا حتیٰ کہ وہ مدت ختم ہوگئی اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اس نے ہر چیز کے لئے ایک متعین وقت اور مدت مقرر کر رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ○

حاشیہ بقیہ صفحہ: اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ''اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔'' وہ زمین بیت المقدس کی تھی مگر انہوں نے اس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا اور کہا: اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ○ ''وہاں تو زور آور سرکش لوگ ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم تو ہرگز وہاں نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم بخوشی چلے جائیں گے۔'' کہنے لگے: وہ تو بڑی سرکش اور جابر قوم ہے، یعنی ان کے پاس قوت و جبروت ہے، ہم اس بستی میں کبھی داخل نہ ہوں گے، جب انہوں نے اس ارضِ مقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ''کہ اب یہ زمین ان پر چالیس برس کے لئے حرام کر دی گئی ہے'' چنانچہ یہ (خانہ بدوش) ہو کر چالیس برس تک اس زمین میں بھٹکتے رہے وہ ایک جگہ ہوتے، دن بھر سفر کرتے مگر جب رات ہوتی تو خود کو پھر اسی جگہ پاتے جہاں کل رات گزاری تھی انہیں معلوم نہ تھا کہ کدھر جائیں سارا دن اپنی سواریوں اور قدموں پر چلتے مگر اس کے باوجود کوئی مسافت طے نہ ہوتی بلکہ اس وحشت ناک صحرا میں چالیس برس تک ایک ہی جگہ گھومتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ سزا اس لئے مسلط کی تھی کہ انہوں نے اس وقت سرکشی کا مظاہرہ کیا جب انہیں ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا حکم ماننے کے بجائے انہوں نے یہاں تک کہہ دیا: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ''اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر دونوں ہی جنگ کر لو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔''

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ''اور اس (قرآن) کو آپ کی قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے فرما دیجئے! میں تم پر نگران نہیں ہوں ہر ایک خبر کا وقت مقرر ہے اور جلد ہی تم جان لو گے۔''

(سورۃ الانعام:۶۶،۶۷)

جس چیز کے اکتشاف سے پہلے لوگ قاصر رہے اسے بعد والے بھی معلوم نہ کر سکے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔''(۱)

۱. جب دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی از ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمن العریفی:611,613

یاجوج وماجوج کے متعلق علماء کا صحیح موقف

اب ہم ذیل میں یاجوج وماجوج کے بارے میں علمائے کرام کے اس صحیح موقف کی نشاندہی کر رہے ہیں جو موقف کتاب وسنت کی نصوص کے عین مطابق ہے۔ اس ضمن میں چند علماء کی آراء درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابوالفضل قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الاحادیث الواردة فی یأجوج و مأجوج: هذه الأخبار علی حقیقتها یجب الایمان بها لأن خروج یأجوج و مأجوج من علامات الساعة و قد ورد فی خبرهم أنه لاقدرة لأحد علی قتالهم من کثرتهم و أنهم یحصرون نبی الله عیسیٰ علیہ السلام و من معه من المؤمنین الذین نجوا من الدجال، فیدعوا علیهم فیهلکهم الله عزوجل أجمعین بالنغف و هو دود فی رقابهم فیؤذون الأرض والمؤمنین بنتنهم فیدعوا عیسیٰ واصحابه ربهم فیرسل الله طیرا فتحملهم حیث شاء الله.''

''یاجوج وماجوج کے بارے میں احادیث موجود ہیں ان حقیقت پر

مبنی روایات پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ یاجوج وماجوج کا خروج علامات قیامت سے ہے اور ان کے بارے میں روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے مسلمانوں میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہوگی اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو مومنین ہوں گے ان کو گھیرے میں لیا ہوگا جن لوگوں نے دجال اکبر سے نجات حاصل کی ہوگی پھر وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی) یاجوج وماجوج کے بارے میں بددعا کریں گے جس کے سبب اللہ عزوجل ان تمام کی گردنوں میں کیڑے ڈال دے گا جو یاجوج وماجوج کی ہلاکت کا باعث بن جائے گا پھر اہل زمین اور مومنین ان کی (لاشوں کی) بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اپنے رب سے دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف ایسے پرندے بھیجے گا جو ان کو اٹھا کر وہاں لے جائیں گے جہاں اللہ چاہے گا۔"(۱)

۲۔ امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 620ھ) کی رائے

فقہ حنبلی کے مشہور ومعروف امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 620 ہجری) فرماتے ہیں:

"ویجب الایمان بکل ما أخبر به رسول الله ﷺ وصح به النقل عنه فیما شهدناه أو غاب عنا، نعلم أنه حق و

۱ اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض: 115,116/6 بحوالہ اشراط الساعۃ لعبداللہ بن سلیمان الغفیلی: 134

صدق، و سواء فی ذٰلك ما عقلناه وجهلناه، ولم نطلع علی حقیقة معناه، مثل حدیث الاسراء والمعراج و من ذٰلك الشراط الساعة مثل: خروج الدجال و نزول عیسیٰ ابن مریم علیه السلام و قتله له و خروج یأجوج و مأجوج و خروج الدابة الأرض و طلوع الشمس من مغربها و أشباه ذٰلك مماصح به النقل."

''ہمارے لئے ہر اس خبر پر ایمان لانا واجب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکمل صحت (صحیح سند) کے ساتھ منقول ہو اس کو ہم حاضر پائیں یا ہم سے مخفی ہو، یہ کہ ہم جانتے ہوں کہ وہ (خبر) حق اور سچ ہے علاوہ ازیں اگر وہ ہمارے علم میں ہو یا نہ ہو، اور اس طرح ہم اس کے حقیقی معنی کو بھی نہ جانتے ہوں جیسے اسراء و المعراج کی حدیث اور اسی علامات قیامت میں مثلاً دجال کا خروج، نزول مسیح عیسیٰ بن مریم اور ان کا دجال کو قتل کرنا، یاجوج وماجوج کا خروج، دابۃ الارض کا نکلنا اور مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا وغیرہ اور اسی طرح ان خبروں کے مشابہہ جو بھی آپ سے صحت (صحیح سند) کے ساتھ منقول ہو (اس پر ہمارے لئے ایمان لانا واجب ہے)۔(۱)

۳۔ علامہ ابن عز الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا نفیس کلام

عقیدۃ الطحاویہ کے شارح علامہ ابن عز الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ لمعة الاعتقاد لابن قدامة. 43، بحواله اشراط الساعة لعبدالله بن سليمان الغفيلي:25

"و احادیث الدجال و عیسیٰ ابن مریم ینزل من السماء و یقتلہ و یخرج یاجوج و ماجوج فی ایامہ بعد قتلۃ الدجال فیھلکھم اللہ اجمعین فی للیلۃ واحدۃ ببرکۃ دعایہ علیھم یضیق ھذا المختصر عن سبطھا."

''اور دجال کے خروج عیسیٰ بن مریم کے آسمان سے نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے دجال کے قتل کے بعد عیسیٰ کے دور میں یاجوج و ماجوج کے نکلنے اور عیسیٰ کی دُعا کی برکت سے ایک ہی رات میں ان کی ہلاکت کی احادیث کثیر تعداد میں ہیں اس مختصر کتاب میں ان کو بالتفصیل ذکر نہیں کیا جا سکتا۔''(۱)

۴۔ امام سفارینی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امام سفارینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان خروجھم من وراء السد علی الناس حق ثابت لورود فی الذکر و ثبوتہ عن سید البشر ولم یحلہ عقل فوجب اعتقاد."

''یاجوج وماجوج کا دیوار کے پیچھے (قرب قیامت) خروج حق ثابت ہے اس کے ذکر و ثبوت پر سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث منقول ہیں اور اس میں عقل کو دخل دینا جائز نہیں پس اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔''(۲)

---

۱ شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن ابو العز الدین الحنفی: 501/1، طبع دار السلام

۲۔ لوامع الانوار للسفارینی: 116/2

۵۔ علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ نظر

امام آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں:

"وقال ابن سعيد: ان ذلك الموضع حيث الطول مائة و ثلاثة وستون درجة والعرض أربعون درجة و فيه أن في هذا الطول والعرض بلاد الخنا والجين و ليس هناك يأجوج و مأجوج، نعم هناك سد عظيم يقرب من مائتين و خمسين ساعة طولا لكنه ليس بين السدين ولا بانيه ذوالقرنين ولا يكاد يصدق عليه ماجاء في وصف سده و يمنع من القول بذلك أيضا ما لا يخفى.

و قيل: هما بموضع من الأرض الانعلمه وكم فيها من أرض مجهولة ولعله قد حال بيننا و بين ذلك الموضع مياه عظيمة، ودعوى استقراء سائر البراري والبحار غير مسلمة، و يجوز العقل أن يكون في البحر أرض أمريكالم يظفر بها الى الآن و عدم الوجد ان لايستلزم عدم الوجود و بعد اخبار الصادق بوجود هذين السدين و ما يتبعهما يلزمنا الايمان بذلك كسائر ما أخبربه عن الممكنات والالتفات الى كلام المنكرين ناشئ من قله الدين وجد من دونهما أى السدين قوما أمة من الناس قيل هم الترك، و زعم بعضهم أن القوم كانوا من الجان وهو زعم باطل لا بعيد كما قال أبو حيان."

''ابن سعید فرماتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج کا علاقہ ایک سو تریسٹھ درجہ طول بلد اور چالیس درجہ عرض بلد پر واقع ہے اور اس جگہ ختا اور چین کے لوگ رہتے ہیں لیکن وہاں یاجوج و ماجوج نہیں اگرچہ وہاں ایک بہت بڑی دیوار (دیوار چین) موجود ہے جو تقریباً دو سو پچاس میل لمبی ہے مگر وہ دیوار نہ تو دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور نہ ہی اس کا بانی ذوالقرنین ہے اور نہ ہی اس پر سد ذوالقرنین کے اوصاف کا اطلاق ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ یاجوج و ماجوج زمین پر کسی ایسی جگہ آباد ہیں جسے ہم نہیں جانتے کیونکہ زمین میں کتنے ہی ایسے خطے جو آج تک نامعلوم رہے ہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور یاجوج و ماجوج کے علاقے کے درمیان بڑے بڑے سمندروں کے پانی ہوں اور یہ دعویٰ ناقابل تسلیم ہے کہ زمین کا ہر بر و بحر معلوم کر لیا گیا ہے جب کہ عقل یہ کہتی ہے کہ کسی سمندر میں امریکہ کی طرح ایسی جگہ ہو سکتی ہے جہاں ابھی تک کوئی نہیں پہنچا اور کسی چیز کے نامعلوم ہونے سے اس کے غیر موجود ہونے کی دلیل نہیں لی جا سکتی جب کہ صادق و مصدوق (اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے سد ذوالقرنین اور یاجوج و ماجوج کے وجود کی خبر دی ہے اور اس پر ایمان لانا ہمارے لئے اس طرح لازم و ضروری ہے جس طرح آپ کی بتائی ہوئی دیگر بہت سی ممکنات پر ایمان لانا ضروری ہے جب کہ منکرین کے اقوال کو اہمیت دینا نقص ایمان کا نتیجہ ہے۔''(۱)

۱. روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی بغدادی 359/8

اس کے بعد مزید علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ویعلم مماتقدم و مما سیأتی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ بطلان مایزعمه بعض الناس من أنهم التاتار الذین أکثرو الفساد فی البلاد و قتلوا الأخیار والأشرار. و لعمری ان ذلك الزعم من الضلالة بمکان و ان کان بین یأجوج و مأجوج و أولئك الکفرة مشابهة تامة لاتخفی علی الوافقین علی أخبار مایکون و ما کان أبطال ما یزعمه بعض الناس من أنهم التاتار."

"گزشتہ اور آئندہ آنے والے دلائل سے ان لوگوں کا رَدّ ہوتا ہے جنہوں نے ان تاتاریوں کو یاجوج وماجوج سمجھ لیا ہے جنہوں نے ملکوں میں فساد برپا کیا اور نیک و بد ہر آدمی کو قتل کیا لیکن میں یہ حلفاً دعویٰ کرتا ہوں کہ اگرچہ ان تاتاریوں اور یاجوج وماجوج میں مکمل مشابہت پائی جاتی ہے مگر انہیں یاجوج وماجوج کا مصداق قرار دینا انتہائی گمراہ کن تعبیر ہے اور جو شخص ماضی کے واقعات اور مستقبل سے متعلقہ روایات کے بارے میں علم رکھتا ہے اس سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تاتاریوں کو یاجوج وماجوج قرار دینے کی تعبیر باطل ہے۔"(۱)

۶۔ مفسرِ قرآن علامہ ابوحیان اَندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

مفسرِ قرآن علامہ ابوحیان اَندلسی رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم کی اس آیت 'و ترکنا

---

۱ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی بغدادی: 365/8

بعضهم یومئذ." کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"الأظهر كون الضمير ليأجوج و مأجوج أى و تركنا بعض يأجوج و مأجوج يموج في بعض آخر منهم حين يخرجون من السد مزدحمين في بلاد و ذلك بعد نزول عيسىٰ ففى صحيح مسلم من حديث النواس ابن سمعان......"

"زیادہ واضح بات یہ ہے کہ یہاں "ھم" ضمیر کا مرجع یاجوج وماجوج ہیں یعنی جب یاجوج وماجوج ملکوں پر یورش کریں گے تو اس وقت ہم انہیں ایسی حالت میں چھوڑیں گے کہ یہ ایک دوسرے سے مڈبھیڑ ہوں گے اور یہ خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا صحیح مسلم میں مذکور حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔"(۱)

۷۔ عظیم مفسر ومحدث علامہ محمد امین شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

عرب کے عظیم مفسر ومحدث علامہ محمد امین شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن" میں یاجوج وماجوج کے متعلق ان شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"فمن يدعى أنهم روسية، و أن السد قداندك منذ زمان فهو مخالف لما أخبر به النبى صلی اللہ علیہ وسلم مخالفة صريحة لا

۱ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی بغدادی: 364/8

وجه لها و لا شك أن كل خبر ناقض خبر الصادق المصدوق ﷺ فهو باطل، لأن نقيض الخبر الصادق كاذب ضرورة كما هو معلوم، و لم يثبت في كتاب الله و لا سنة نبيه ﷺ شئ يعارض هذالحديث الذى رأيت صحة سنده، ووضوح دلالته على المقصود."

''جن حضرات کا خیال ہے کہ رُوسی یا جوج و ماجوج ہیں اور سد(ذوالقرنین) کافی عرصے سے ٹوٹ چکی ہے یہ نظریہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ روایات کے واضح خلاف آتا ہے جس میں کسی قسم کی توجیح کی گنجائش نہیں ہے۔ بلا شک و شبہہ صادق المصدوق حضور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ خبر کے متضاد آنے والی ہر بات باطل ہے کیونکہ یہ بات ہر ایک انسان جانتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بات کے متضاد جھوٹے انسان ہی کی بات ہونا ایک ثابت شدہ امر ہے۔ حضرت نواس بن سمعان کی بیان کردہ روایت کے خلاف کتاب اللہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی سنت سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے اس حدیث کی سند کی صحت کو بھی آپ دیکھ چکے ہیں جو کہ اپنے مقصود پر واضح دلالت کرتی ہے۔''(۱)

ایک دوسرے مقام پر علامہ شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

"فقولكم: لو كانو موجودين وراء السد الى الآن لاطلع عليهم الناس غير صحيح، لامكان أن يكونوا

۱ اضواء البيان فى ايضاح القرآن بالقرآن للشنقيطى. 185/4، بحواله جهود للشيخ محمدامين للشنقيطى 457/2، و نسخة الأخرىٰ:344/3

موجودین واللّٰہ یخفی مکانھم علی عامة الناس حتّٰی یأتی الوقت المحدد لاخراجھم علی الناس، ومما یؤید امکان ھذا ماذکرہ اللّٰہ تعالیٰ فی سورة "المائدة" من أنہ جعل بنی اسرائیل یتیھون فی الأرض أربعین سنة و ذلك فی قولہ تعالیٰ: قال فانھا محرمة علیھم أربعین سنة یتیھون فی الأرض الآیہ [26/5] وھم فی فراسخ قلیلة من الأرض یمشون لیلھم و نھارھم و لم یطلع علیھم الناس حتی انتھیٰ أمد التیہ، لأنھم لو اجتمعوا بالناس لبینوالھم الطریق و علی کل حال فربك فعال لمایرید."

"یہ دعویٰ درست نہیں کہ اگر یاجوج وماجوج کسی دیوار کے پیچھے قید ہوتے تو لوگ ان سے ضرور مطلع ہو جاتے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ موجود ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں سے وہ مقام اس وقت تک پوشیدہ رکھا ہو اور اس امکان کی تائید سورۃ المائدہ میں مذکور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے چالیس سال مقرر کر دیئے تھے کہ وہ ایک زمین میں پھرتے رہیں گے مگر چالیس سال کے عرصہ دراز میں وہ زمینی حدود کو تجاوز نہ کر سکے (اور وہ آیت مبارکہ یہ ہے اب وہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے یہ ادھر ادھر پھرتے رہیں گے۔" حالانکہ بنی اسرائیل اس زمین میں (میدان تیہہ) میں تھے جو چند فرسخ سے زیادہ نہ تھی اور وہ دن رات اس میں چلتے رہتے لیکن اپنے مقررہ وقت سے پہلے اس زمین سے

ہرگز نہ نکل سکتے تھے حالانکہ اگر باہمی طور پر متفق ہو کر کوشش کرتے تو ان کے لئے اس سے نکلنے کا راستہ واضح ہو جاتا لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔"(۱)

۸۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا اظہار خیال ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''لوگوں نے اس میں کلام کیا ہے کہ یاجوج وماجوج کون لوگ ہیں جمہور علماء تفسیر و حدیث کا قول یہ ہے کہ یاجوج وماجوج بنی نوع انسان کی دو قوموں یا دو قبیلوں کا نام ہے آدم اور حوا کی اولاد سے ہیں اور یافث بن نوح کی نسل سے ہیں جو ترک کا جدِ اعلیٰ ہے اور ترک اس خاندان کی ایک شاخ ہے جو سد ذوالقرنین کے اس طرف ترک کردیئے گئے تھے یعنی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ گویا کہ لفظ ترک متروک سے مشتق ہے اور یہ لوگ کافر ہیں اور دوزخی ہیں اور اس قدر کثیر اور بے شمار ہیں کہ ان میں اور اہل بہشت میں وہ نسبت ہے کہ جو ایک اور ہزار میں ہے۔ امم سابقہ ولاحقہ میں سے جس قدر افراد دوزخ میں جائیں گے ان تمام کے مقابلہ میں اکثریت یاجوج وماجوج کی ہوگی۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ اپنی اولاد سے دوزخ کا لشکر جدا

---

۱. اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن للشنقیطی: 202/4، و نسخة الأخرى: 345/3

کیجیے عرض کریں گے کہ کس قدر ارشاد ہوگا ہر ہزار سے ایک کم ہزار۔
اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے تو ہیں مگر حضرت حوا علیہا السلام کے پیٹ سے نہیں گویا کہ وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہیں حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سوائے کعب احبار رضی اللہ عنہ کے اور کسی سے منقول نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج ترکوں کے دو قبیلے ہیں۔
صحیح قول یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج دو قومیں ہیں اور یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جو بطن حوا سے پیدا ہوئی اور ان کے حالات اور صفات کے بارے میں جو آثار اور خبریں وارد ہوئی ہیں، ان پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج اگرچہ نسلِ آدم سے ہیں اور ظاہری صورت اور شکل کے اعتبار سے آدمی اور انسان ہیں لیکن طبعی اور مزاجی کیفیت کے لحاظ سے وحشی درندہ اور حیوان ہیں اور افعال اور اعمال کے اعتبار سے جنات سے ملتے جلتے ہیں گویا کہ قوم یاجوج و ماجوج تمام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے جو فتنہ اور فساد پھیلانے میں جنات کا نمونہ ہے عام انسان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے وہاں کے باشندوں نے ذوالقرنین سے درخواست کی کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی آہنی دیوار قائم کر دیں جس سے ان کا راستہ بند ہو جائے اور ہم ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں چنانچہ ذوالقرنین نے ایک آہنی دیوار بنا کر ان کو پہاڑ کے پیچھے دھکیل دیا۔
قرآن کریم میں یاجوج و ماجوج کا ذکر اجمالاً اور مختصراً آیا ہے اور

احادیث میں کچھ تفصیل آئی ہے بہر حال قرآن اور حدیث سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ یاجوج ذوالقرنین کی بنائی ہوئی آہنی دیوار کے پیچھے بند ہیں قیامت سے پہلے اس سے باہر نہیں آسکتے جس طرح دجال اکبر ایک جزیرہ میں قید اور مقید ہے اور اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نزول میں اس کا اپنے جزیرہ سے خروج ہوگا اسی طرح یاجوج و ماجوج اس آہنی دیوار کے پیچھے قید ہیں ان کا خروج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا اس وقت یہ مفسد قوم دنیا پر خروج کرے گی اور دنیا میں اودھم مچائے گی بالآخر حضرت عیسیٰ بن مریم کی دُعا سے دفعتہً غیر معمولی موت مر جائے گی اور اس شان اور صفت اور اس طاقت کی کوئی قوم اب تک ظاہر نہیں ہوئی اور نہ اب تک کسی کو اس قوم کا پتہ لگ سکا ہے حسب وعدۂ خداوندی قیامت کے قریب اس قوم کا ظہور اور خروج ہوگا خروج دجال کے بعد قوم یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا اور اس زمانہ کے بعض روشن خیال مصنف یہ خیال کرتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج سے چینی یا روسی یا دوسری وحشی قومیں مراد ہیں جو کہ منگولیا اور منچوریا یا کوریا کے قریب آباد ہیں یا وہ تاتاری اور چنگیز لوگ مراد ہیں جنہوں نے خلافتِ بغداد کو درہم برہم کیا یا وہ وحشی قومیں مراد ہیں جو آرمینیہ کے پہاڑوں کے قریب رہتی ہیں۔ان مصنفین کا خیال یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں ان وحشی اور درندہ صفت قوموں کو یاجوج و ماجوج کہا جاتا ہے مگر اب وہ تعلیم یافتہ اور متمدن ہو گئے ہیں اور اب وہ یاجوج و ماجوج نہیں رہے اور نہ وہ اب کسی دیوار کے پیچھے بند ہیں وہ آہنی دیوار یا تو ختم ہو

گئی ہے یا ان یاجوج وماجوج نے اپنے خروج کے لئے کوئی دوسرا راستہ نکال لیا ہے اور اب باقاعدہ پاسپورٹ لے کر ہمارے ملکوں میں آ جا رہے ہیں یہ سب خرافات ہے قرآن اور احادیث میں یاجوج وماجوج کی جن صفات کا ذکر ہے وہ صفات ان قوموں پر منطبق نہیں ہوتیں۔

از روئے قرآن وحدیث یاجوج وماجوج اس دیوار کے پیچھے بند ہیں وقت معین سے پہلے ہمارے ملکوں میں نہیں آ سکتے اور جو وحشی ہمارے ملکوں میں آتے جاتے ہیں وہ اصل میں یاجوج وماجوج نہیں اور جو اصلی اور واقعی یاجوج وماجوج ہیں وہ دیوار کے پیچھے بند ہیں اور یہ متمدنین جن کو یاجوج وماجوج خیال کرتے ہیں وہ یہ یاجوج ماجوج نہیں جن کی قرآن وحدیث میں خبر دی گئی ہے تاتاریوں اور وحشیوں کو یاجوج وماجوج سمجھ لینا ایک خام خیال ہے جس کی کوئی سند نہیں۔"(۱)

۹۔ الشیخ محمد صالح المنجد حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سوال:

میرا سوال یاجوج ماجوج کے متعلق ہے مجھے اس کا علم ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ اور وہ لوٹ مار کریں گے اور جہنم میں جائیں گے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ آیا وہ ابھی تک زندہ ہیں؟

۱۔ معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی: 5/30-28

اور کیا وہ اس دیوار کے اندر محبوس ہیں جسے ذوالقرنین نے تعمیر کیا تھا؟
اور کیا یہ دیوار واقعی (لوہے کی بنی ہوئی ہے) یا کہ خیالاتی چیز ہے؟

الجواب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یاجوج وماجوج بنی آدم میں سے دو بڑی قومیں ہیں سورۃ الکہف میں ذوالقرنین کے قصہ پر نظر دوڑانے والے کو اس بات کا قطعی علم ہوگا کہ یہ دونوں قومیں موجود ہیں اور جو دیوار بنائی گئی ہے وہ کوئی خیالی اور معنوی نہیں بلکہ حقیقی اور حسی ہے جو کہ لوہے اور پگھلے ہوئے تانبے سے بنائی گئی ہے۔
تو اصل یہی ہے کہ ان قرآنی نصوص کو اپنی اصلی حالت اور ظاہر ہی میں لیا جائے اور ان میں کسی قسم کی تاویل اور تحریف نہ کی جائے جو کہ اس کے معنی اور مقصد کو ختم کردے۔
اور پھر قرآن کریم نے اس کے بنانے کی تفصیل بلکہ اس کے بنانے میں کیا کچھ استعمال ہوا ہے اس کی بھی تفصیل سے ذکر کی ہے تو اس تفصیل کے بعد یہ کہنا کہ آیا یہ بند اور دیوار معنوی ہے یہ وہمی ہے؟
اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:
"حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِیْ

زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ○ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ○

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی ان لوگوں نے کہا کہ ''ذوالقرنین'' یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے؟ اس نے کہا ''جو کچھ میرے ربّ نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو'' آخر جب دونوں نے پہاڑوں کے درمیانی خلا کو پاٹ دیا تو لوگوں نے کہا اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا: ''لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔'' (یہ بند ایسا تھا کہ) یاجوج ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آ سکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لئے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا ''یہ میرے ربّ کی رحمت ہے مگر جب میرے ربّ کے وعدے کا وقت آئے گا تو اسے زمین بوس کر دے گا بے شک میرے ربّ کا وعدہ سچا ہے۔''

(سورۃ الکہف:18 آیت:93-98)

اور اس بات کی دلیل ابن ماجہ کی مندرجہ ذیل صحیح حدیث ہے کہ یہ امت اب بھی موجود ہے بلکہ وہ روزانہ اس کوشش میں لگی رہتی ہے کہ وہ یہاں سے لوگوں پر نکل جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''بیشک یاجوج و ماجوج اسے روزانہ کھودتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ اس سوراخ سے سورج کی شعاعیں دیکھتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے کہ واپس چلو باقی کل کھودیں گے تو اللہ تعالیٰ اسے پہلی حالت سے بھی سخت کر دیتا ہے حتیٰ کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ انہیں لوگوں پر بھیج دے تو وہ اس میں سوراخ کریں گے حتیٰ کہ جب وہ اس سوراخ سے سورج کی شعاعیں دیکھیں گے تو ان کا سردار کہے گا کہ واپس چلو تم باقی ان شاء اللہ تعالیٰ کل کھودیں گے تو جب وہ واپس آئیں گے تو اسی حالت میں ہوگی جہاں وہ چھوڑ کر گئے تھے تو وہ اس میں سوراخ کر کے لوگوں پر نکل آئیں گے تو وہ سارے پانی کو جذب اور خشک کر جائیں گے اور لوگ ان سے بچنے کے لئے اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو جائیں گے تو وہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے تو وہ تیر خون آلود ہو کر ان پر واپس آئیں گے جو مجھے یاد ہے (یعنی ان کے تیر خود آلود ہوں گے اور یہ ان کے لئے فتنہ ہوگا) تو وہ یہ کہنا شروع کریں گے کہ ہم زمین والوں پر غالب آگئے ہیں اور آسمان والوں پر بھی غلبہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ ان کی گدی میں ایک کیڑا پیدا فرمائے گا تو اس سے انہیں قتل کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک زمین کے جانور ان کا گوشت کھا کر موٹے اور ان

کے جسم بھر جائیں گے (یعنی چربی سے بھر جائیں گے) اور گوشت سے بھر جائیں گے۔"(۱)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گھبراہٹ کی حالت میں داخل ہوئے اور کہنے لگے: "لا الہ الا اللہ" عرب کو اس شر سے ہلاکت ہو جو کہ قریب آ گیا ہے آج یاجوج وماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور اس کی ساتھ والی انگلی کا حلقہ بنایا زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہمیں ہلاک کر دیا جائے گا حالانکہ ہم میں صالح

---

۱. الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی: 422/6، التفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: 177/5، جامع البیان فی ای القرآن للطبری: 398,399/15، رقم: 23507، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: 57/11، سنن الترمذی: 165/5، رقم: 3135، سنن ابن ماجۃ: 1364/2، رقم: 4080، مسند احمد بن حنبل: 369,370/369، رقم: 10632، صحیح ابن حبان: 242/244/15، رقم: 6829، المستدرك الصحیحین للحاکم: 534/4، رقم: 8501، السنن الواردة فی الفتن للدانی: 1205/6، سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی: 234/4، رقم: 1735، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 233/2، رقم: 7710 اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق میں اور شیخ شعیب ارنؤوط نے صحیح ابن حبان اور مسند احمد بن حنبل کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے (سنن ابن ماجۃ: 1364/2، رقم: 4080، مسند احمد بن حنبل: 369,370/369، رقم: 10632، صحیح ابن حبان: 242/244/15، رقم: 6829) اور اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس روایت بخاری ومسلم کی شروط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ (المستدرك علی الصحیحین للحاکم: 534/4، رقم: 8501)

لوگ ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جب برائی زیادہ ہو جائے گی۔"(۱)(۲)

۱۰۔ مفتی اقتدار احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

مفتی صاحب اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

"ان آیات کی مراد میں مفسرین کے تین قول ہیں ایک یہ کہ

---

۱. صحيح بخاری: 138/4، رقم: 3346، صحيح مسلم: 2207/4، رقم: 2880 ,1، سنن الترمذی: 50/4، رقم: 2187، سنن ابن ماجة: 1305/2، رقم: 3953، مسند احمد بن حنبل: 403/45، رقم: 27413، مشكوٰة المصابيح: 158/3، صحيح ابن حبان: 34/2، مسند اسحاق بن راهوية: 256/4، رقم: 2081، مسند الحميدی: 315/1، رقم: 310، المصنف لابن ابی شيبة: 459/7، رقم: 37214، السنن الكبرىٰ للبيهقی: 93/10، رقم: 19984، السنن الكبرىٰ للنسائی: 166/10، رقم: 11249، المصنف عبد الرزاق: 363/11، رقم: 20749، المعجم الاوسط للطبرانی: 218/7، المعجم الكبير للطبرانی: 51/24، رقم: 136، جامع معمر بن راشد: 363/11، رقم: 20749، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: 429/5، رقم: 2092، الاعتقاد للبيهقی: 215/1، الترغيب والترهيب للمنذری: 159/3، رقم: 3486، الفتن لنعيم بن حماد: 591/2، رقم: 1644، جامع الاصول فی احاديث الرسول لابن الاثير: 230/2، حلية الاولياء و طبقوات الاصفياء لابی نعيم الصبهانی: 218/13، شرح السنة للبغوی: 397/14، رقم: 4201، شعب الايمان للبيهقی: 97/6، رقم: 7598، مسند ابی يعلى: 82/13، رقم: 7155، مسند الشامين للطبرانی: 208/4، رقم: 3115، معجم لابن الاعرابی: 50/1، رقم: 54، معجم لابن عساكر: 388/1، رقم: 469

۲. فتاوى موقع الاسلام سوال و جواب للشيخ المنجد: 432/1، فتوى نمبر: 3437

"ترکنا بعضھم" سے یاجوج و ماجوج مراد ہیں اور معنی ہے کہ
قرب قیامت جب یہ دیوار ٹوٹے گی تو یاجوج اور ماجوج اس بھیڑ
بھاڑ سے بھاگتے دوڑتے وحشیانہ انداز میں نکلیں گے اور اپنی بے انتہا
کثرت کی بنا پر سمندر کے بے انتہا پانی کی طرح ٹھاٹھیں مارتی ہوئی
موجوں کے مشابہ ایک دوسرے پر چڑھتے چلے آئیں گے جیسا کہ
احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ یہ قوم سیلاب کی طرح ہر ٹیلے اور
درخت کان و مکان، کھیت و کھلیان، درو دیوار، جمادات و حیوانات
اور انسان کو روندتے توڑتے پھوڑتے کھاتے چباتے ہٹاتے مٹاتے
ساری زمین پر پھیلتے ہی چلے جائیں گے۔ گویا کہ اس دن روئے
زمین پر ان کی تخریبی حکومت قائم ہو گی جو چالیس دن تک رہے گی
ان کے مقابل نہ کوئی آسکے گا نہ کوئی بچ سکے گا۔ زمین پر کوئی اونچی
نیچی جگہ مکان اور تعمیرات وغیرہ کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ چٹیل
میدان کی طرح ہموار ہو جائے گی غالباً محشر قائم کرنے کے لئے
قدرت کے انتظامات ہوں گے اور اس وحشی قوم سے بلا اجرت یہ
کام لیا جائے گا۔ وہ تمام دریاؤں نہروں تالابوں کا پانی پی کر ختم کر
جائیں گے یہاں تک کہ سمندر بھی ان کے پینے سے یا قدرت الٰہی
سے ختم ہو جائے گا یہ واقعہ دجال کے قتل کے بعد ہو گا۔ دجال کے تمام
ماننے والے کفار کو یہ یاجوج و ماجوج ہی کھا جائیں گے اس طرح
بہت سی ظاہری باطنی غلاظتوں سے زمین پاک ہو جائے گی۔ یاجوج
و ماجوج کا سد سکندری سے باہر نکل آنا قیامت کی نشانیوں میں سے
ایک ہے چنانچہ ابوداؤد شریف جلد دوم میں باب امارات قیامت

کے اندر نو چیزیں قیامت کی بڑی نشانیوں میں مذکور ہیں ا۔دجال کا آنا ۲۔امام مہدی کا پیدا ہونا ۳۔عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ۴۔دابۃ الارض کا ظاہر ہونا ۵۔دہشت ناک زلزلے آنا ۶۔جگہ جگہ سے زمین کا دھنسنا ۷۔سد سکندری ٹوٹنا ۸۔یاجوج و ماجوج کا نکل آنا یاجوج و ماجوج صرف تین شہروں میں نہ جا سکیں گے ا۔مدینہ منورہ ۲۔مکہ مکرمہ بیت المقدس نہ اُس شخص کے پاس جو کسی مسجد میں پوشیدہ بیٹھا یا عبادت میں مشغول ہوگا۔دجال بھی ان چار جگہ میں نہ جا سکے گا ۹۔زمین کے اندرونی خزانے کا نکلنا، ہمارے زمانے کے کچھ اردو مفسرین و مصنفین نے لکھا ہے کہ یاجوج و ماجوج سے مراد چنگیز اور ہلاکو خان کے لشکر ہیں اور "ترکنا بعضھم" الخ سے مراد تاتاری حملے ہیں یہ سب غلط اور اوٹ پٹانگ باتیں ہیں اور ایسی بے سروپا باتیں لکھنا تفسیر نہیں بلکہ قرآن مجید کی تحریف اور گستاخی ہے اس لیے کہ جب تک دیوار سکندر قائم رہے گی وہ نکل نہیں سکتے اور دیوار تو ابھی بھی قائم ہے جو تسلیم ہے تو پھر نکلنا کیسے ہوا اور پھر جب اب تک تاتاریوں کے روپ میں یاجوج و ماجوج ہر جگہ دندناتے پھر رہے ہیں تو دیوار بنانے کا فائدہ ہی کیا ہوا بہر کیف اس طرح کے مفسرین ہر دور میں ہوتے ہی رہتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ ترکنا الخ سے مراد ہے کہ سد سکندری کی تعمیر و تکمیل کے وقت ہم نے تمام قوم یاجوج و ماجوج کو ان کے اپنے کوہستانی رہائشی علاقے دیوار کے اس پار چھوڑ دیا کہ اب وہ تا قیامت اپنے علاقے میں دندناتے پھریں گے نہ دوسری طرف آسکیں گے نہ ہی وہ ظلم ڈھا سکیں گے نہ ان کو کوئی دیکھ

سکے گا اور یہ غیبی خبر اب تک بالکل درست ثابت ہو رہی ہے کہ اتنی سائنسی ترقی کے باوجود اتنی بڑی قوم کا پتہ آج تک کوئی نہ لگا سکا نہ جہاز نہ راکٹ ان پر اڑان کر سکے پہلی تفسیری بات آیات کے سیاق و سباق کے بنا پر ہے اور درست بھی ہے یہ دوسرا تفسیری قول "ترکنا" کے فعل ماضی فرمانے کے ظاہری اعتبار پر کیا گیا۔ تیسرا قول جو ان آیات کے سیاق اور اگلی روشن ذکر قیامت وار نفخ کی مماثلت میں یہ کہا گیا کہ "وترکنا بعضھم" (الخ) سے مراد ہے قیامت کے دوسرے صور پھونکنے کے وقت تمام انسان، جنات، جنتی دوزخی، اچھے برے، چھوٹے بڑے، مردوں کا زندہ ہو کر میدان محشر کی طرف بھاگنا دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا یہ بھی سمندر کی بکراں موجوں کی طرح عجیب ہیبت ناک نظارہ ہوگا۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب."(۱)

۱۱۔ علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ کی رائے

علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ یاجوج وماجوج حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں تورات میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔"

(حزقی ایل باب:39-38)

شیخ ابوالکلام نے کہا یہ وہی ہیں جن کو پہلے تاتاری اور اب منگول کہا

۱. تفسیر نعیمی از مفتی اقتدار احمد نعیمی :73/16

جاتا ہے۔ سید مودودی نے لکھا ہے کہ یہ ایشیاء کے شمال مشرقی علاقے کی وحشی قومیں ہیں۔ شیخ عثمانی نے لکھا ہے کہ یہ عام انسانوں اور جنات سے پیدا شدہ ایک برزخی قوم ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا ہے کہ یہ ایشیاء کے شمال مشرقی علاقہ کے وحشی قبائل ہیں۔ بعض نے کہا یہ منگول ہیں۔ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ یاجوج و ماجوج پیدا ہو چکے ہیں اور قرب قیامت میں ان کا ظہور ہوگا۔ قرآن مجید اور احادیث میں ان کے مصداق کا تعین نہیں کیا اور نہ ان کی واضح اور حتمی صفات بیان کی ہیں ان کی صفات اور مصداق کے متعلق جو کچھ بھی کہا گیا ہے وہ سب ظن وتخمین اور اندازوں پر مبنی ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ جنت اور دوزخ موجود ہیں لیکن ہم قطعی طور پر یہ نہیں بتا سکتے کہ جنت اور دوزخ کس جگہ پر ہیں۔ (بعض اخبار احاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے لیکن یہ قطعی نہیں ہے۔)''(۱)

۱۲۔ مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی رائے

یاجوج وماجوج ہی کے متعلق صحیح مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ یوں رقمطراز ہیں:

''صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعان کی روایت میں صراحت ہے کہ یاجوج وماجوج کا ظہور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی موجودگی میں ہوگا (کتاب الفتن والشراط الساعۃ باب ذکر الدجال)

---

۱. تبیان القرآن از علامہ غلام رسول سعیدی: 212/7

جس سے ان حضرات کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ
تاتاریوں کا مسلمانوں پر حملہ یا منگول ترک جن میں سے چنگیز بھی
تھا۔ یا روسی یا چینی قومیں یہی یاجوج وماجوج ہیں جن کا ظہور ہو
چکا یا مغربی قومیں ان کا مصداق ہیں کہ پوری دنیا میں ان کا غلبہ و
تسلط ہے یہ سب باتیں غلط ہیں کیونکہ ان کے غلبے سے سیاسی غلبہ
مراد نہیں ہے بلکہ قتل وغارت گری اور شر وفساد کا وہ عارضی غلبہ ہے
جس کا مقابلہ کرنے کی طاقت مسلمانوں میں نہیں ہوگی۔ تاہم پھر
وبائی مرض سے سب کے سب آن واحد میں تعمر اجل بن جائیں
گے۔'' (۲)

ڈاکٹر سعید حسن عابدی حفظہ اللہ کی بے مثال تحقیق

عرب کی معروف علمی شخصیت ڈاکٹر سید سعید حسن عابدی عریفی حفظہ اللہ کا علمی حلقوں میں بڑا معروف نام ہے انہوں نے بھی اس سلسلہ میں ایک بے مثال تحقیق پیش کی ہے جس میں انہوں نے یاجوج وماجوج کے متعلق پیدا ہونے والے اکثر شبہات کا کافی حد تک خوبصورت اور تسلی بخش جواب دیا ہے جن کو ہم ذیل میں ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ موصوف یوں رقم طراز ہیں:

''قرآن پاک میں جن شخصیتوں، افراد اور جماعتوں کا ذکر مجملاً آیا
ہے جیسے اہل کہف، حضرت خضر علیہ السلام، ذوالقرنین علیہ السلام اور یاجوج و
ماجوج، ان کے بارے میں قدیم مفسرین اور مؤرخین نے بہت کچھ
لکھا ہے اور ان کے تعین کے لئے بہت ریسرچ اور بڑی تحقیق کی

۲. تفسیر احسن البیان از حافظ صلاح الدین بن یوسف: 829

ہے مگر کوئی مفسر یا مؤرخ یہ ثابت نہیں کر سکا کہ ان سے کون سے لوگ مراد ہیں؟

اس میدان میں ریسرچ اور تحقیق کا کام عصر حاضر میں بھی ہوا ہے اور آئندہ بھی ہوگا لیکن کوئی بھی تحقیق ایسی نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگی جس کو حرف آخر کہا جا سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان شخصیتوں اور افراد کا تعلق امور غیب سے ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے یا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا لیکن مذکورہ شخصیتوں اور افراد کے بارے میں چونکہ قرآن پاک کی طرح صحیح احادیث کی کتابوں میں ان کے بارے میں موجودہ تفصیلات یا تو اہل کتاب سے ماخوذ ہیں یا لوگوں کے ذہنوں کی پیداوار ہیں۔

جہاں تک زیر بحث قوم یاجوج وماجوج کا تعلق ہے تو قرآن مجید میں ان کا ذکر جس سیاق وسباق میں آیا ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کوئی فوق الفطرت لوگ نہیں ہیں بلکہ وہ اولاد آدم ہی سے تعلق رکھتے ہیں، البتہ وہ مفسد لوگ ہیں جس زمانے میں ذوالقرنین علیہ السلام ان کے علاقے میں پہنچے تھے اس وقت ان کی ہمسایہ ایک دوسری قوم ان کے شر وفساد سے بے حد پریشان تھی اور وہ ایسے وسائل وذرائع سے محروم تھی جن کے ذریعہ وہ اپنا دفاع کر سکے یاجوج وماجوج یا تو جسمانی طور پر ایسے طاقت ور تھے کہ وہ جب چاہتے اس قوم کو اپنی زیادتیوں اور اپنے شر وفساد کا نشانہ بنا دیتے یا ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کی ہمسایہ قوم ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے پر قادر نہ تھی۔

وہ جب چاہتے ان پر چڑھ دوڑتے اسی وجہ سے انہوں نے ذوالقرنین علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ وہ ان دو پہاڑوں کے درمیانی خلا کو بند کر دیں جس سے ہو کر یاجوج وماجوج ان پر حملہ کرتے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کمزور قوم کا علاقہ یاجوج وماجوج کے علاقے سے الگ تھا اور ان دونوں کے درمیان بلند پہاڑ حائل تھے۔

کسی جگہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک درہ یا خلا موجود تھا، کمزور قوم کو ذوالقرنین علیہ السلام اور آپ کی عظیم فوج کی نقل وحرکت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ مفسد نہیں بلکہ شریف اور صالح لوگ ہیں ورنہ وہ ذوالقرنین سے ایسی مدد کی درخواست نہ کرتے یہ ساری باتیں قرآن پاک کی صرف ایک آیت میں نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ○

ترجمہ: ''ان لوگوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج وماجوج زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم تجھے اس غرض کے لئے کچھ اجرت ادا کریں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند بنا دے۔''

(سورۃ الکہف:۹۴)

چونکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام ایک مصلح اور خدا ترس بادشاہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مال ودولت دے رکھی تھی اس پر قانع تھے اس لئے ان کی پیش کش کے جواب میں کہا:

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ○

ترجمہ: ''(ذوالقرنین نے) فرمایا: میرے رب نے مجھے جو کچھ مال واقتدار دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم (جسمانی) طاقت کے ذریعہ میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنادوں گا۔''

(سورۃ الکہف: ۹۵)

اس طرح حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے ان دونوں پہاڑوں کی درمیانی خلا کو ایک نہایت مضبوط آہنی دیوار سے بند کر دیا جس کی بلندی پہاڑوں کے برابر تھی جس پر چڑھنا اور اس میں نقب لگانا ان کیلئے ممکن نہ رہا اور وہ کمزور اور مظلوم قوم یاجوج وماجوج کے شر سے اس وقت تک کیلئے محفوظ ہوگئی جب تک اللہ چاہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ○

ترجمہ: ''پس وہ (یاجوج وماجوج) نہ تو اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب ہی لگا سکتے تھے (ذوالقرنین نے) فرمایا: یہ میرے رب کی رحمت ہے اور جب میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ ان کو پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔''

(الکہف: ۹۷، ۹۸)

کیا یاجوج وماجوج ابھی تک بند ہیں:

سورۃ الکہف کی مذکورہ آیت سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے دو پہاڑوں کے درمیان جو دیوار بنائی تھی اس پر چڑھنا یا اس میں سوراخ کرنا اس وقت یاجوج وماجوج کی قدرت میں نہیں تھا لیکن مذکورہ آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ بھی وہ ایسا نہیں کر سکیں گے بلکہ سورۃ الانبیاء کی آیت ۹۶ میں تو یہ صراحت ہے کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور آزاد کر دیئے جائیں گے تو وہ ہر طرف سے نکل پڑیں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے نکل پڑیں گے۔''

(الانبیاء، ۹۶)

اس آیت مبارکہ میں یاجوج وماجوج کے جس نکلنے یا خروج کی خبر دی گئی ہے وہ ان کا عمومی خروج ہوگا جس پر من کل حدب ینسلون کا فقرہ دلالت کرتا ہے مگر اس آخری اور عمومی خروج سے پہلے ان کے کسی خروج کی اگرچہ قرآن مجید یا صحیح حدیث میں خبر نہیں دی گئی لیکن صحیح حدیث میں سد ذوالقرنین میں شگاف پڑنے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ان کے پاس خوف زدہ حالت میں یہ فرماتے ہوئے تشریف لائے:

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے عربوں کے لئے اس برائی کی وجہ سے بربادی ہے جو قریب آ گئی ہے یاجوج وماجوج کے بند سے آج اس کی مانند سوراخ ہو گیا ہے آپ نے انگوٹھے اور اس سے ملی ہوئی دونوں انگلیوں کا حلقہ بنایا۔''

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رسول حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں سد ذوالقرنین میں اتنا سوراخ ہو گیا تھا جس کی مقدار آپ نے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے حلقہ بنا کر واضح فرمائی، تفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان کے مصنف عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی تحریر فرماتے ہیں: یہ حدیث اس امر کی تصریح ہے کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات فرمائی اس دن یاجوج وماجوج کے نکلنے کے اسباب پیدا ہو گئے تھے اس وقت سے ان میں برابر وسعت ہوتی رہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد چاہے تمثیل ہو جس کے ذریعہ آپ نے یہ حقیقت ذہنوں سے قریب کرنی چاہی ہو کہ انہوں نے بند سے نکلنے اور زمین میں پھیل جانے کی ابتداء کر دی ہے یا حدیث کا مطلب یہ ہو کہ یاجوج وماجوج کا بند اس وقت اس مقدار میں کھل گیا تھا اور اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ پوری دیوار زمین بوس ہو جائے گی۔

(فتنہ دجال ویاجوج وماجوج ص:۷۹)

علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس رائے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ دوسرے

علمائے اسلام نے بھی اس طرح کی رائے پیش کی ہے چنانچہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ صحیح بخاری کی شرح فیض الباری میں لکھتے ہیں:

سد ذوالقرنین اس وقت پیوند خاک ہو چکی ہے اور قرآن میں یہ وعدہ نہیں ہے کہ وہ یاجوج و ماجوج کے خروج تک باقی رہے گی اور ایسی بھی کوئی خبر نہیں ہے کہ سد ان کے نکلنے کی راہ میں حائل رہے گی بلکہ ایسی بات محض وہم و خیال کی پیداوار ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض

ترجمہ: ''اس دن ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں۔''

حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج.

ترجمہ: ''حتیٰ کہ جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج بار بار نکلتے رہے ہیں وہ پہلے بھی نکل چکے ہیں اور زمین میں ایسا فساد مچا چکے ہیں جس سے پناہ مانگنی چاہیے یہ صحیح ہے کہ آخری زمانے میں ان کا وہ خروج ہوگا جس کا وعدہ کیا جا چکا ہے اور یہ خروج سب سے زیادہ تباہ کن ہوگا۔

قرآن مجید میں یہ نہیں آیا کہ ان کا یہ آخری خروج سد کے زمین بوس ہونے کے معا بعد ہوگا بلکہ قرآن مجید میں صرف سد کے زمین بوس ہونے کی خبر ہے اور اس وعدے کے بموجب وہ زمین بوس ہو چکا ہے، رہی یہ بات کہ سد کے زمین بوس ہونے کے فوراً بعد بلا کسی فاصلے کے ان کا خروج ہوگا تو اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں

ہے۔

(بحوالہ فتنہ دجال و یاجوج و ماجوج ص ۵۵)

ڈاکٹر شفیع ماہی احمد نے اپنی کتاب یاجوج و ماجوج ، فتنہ الماضی والحاضر والمستقبل میں لکھا ہے: قرب قیامت کے زمانے میں اپنے آخری خروج سے پہلے یاجوج و ماجوج اپنے اصلی وطن ''منگولیا'' سے سات مرتبہ نکل چکے ہیں اور وہ تاریخ میں متعدد ناموں سے معروف رہے ہیں۔

چھٹی صدی قبل مسیح میں آشوریوں کے ہاں وہ سیتھین Scythians کے نام سے معروف رہے تیسری صدی قبل مسیح میں چینی علماء نے ان کو ہسیونو Husinun-nu کا نام دیا۔

یورپی علماء چوتھی صدی عیسوی میں ان کو ہیون Hun کے نام سے یاد کرتے رہے قرآن مجید میں ان کا ذکر یاجوج و ماجوج کے نام سے کیا گیا ہے۔

تیرہویں صدی عیسویں میں مسلمان، چینی اور یورپی مؤرخین نے ان کا ذکر مغل اور تاتاریوں کے نام سے کیا ہے۔

(یاجوج و ماجوج ص ۵)

علامہ عبدالرحمٰن سعدی کی تحقیق یہ ہے کہ ''یاجوج و ماجوج'' اج یوج اجا و اجیجا سے مشتق ہے جس کے معنی تیزی اور سرعت سے چلنے اور حرکت کرنے کے ہیں، اگر اس کا فاعل آگ ہو تو بھڑک اٹھنے کا مفہوم نکلتا ہے اس تناظر میں یاجوج و ماجوج، یفعول اور مفعول کے وزن پر صفت ہے۔ لکھتے ہیں یاجوج و ماجوج کے صفت ہونے کی بنا

پر اس کا ''اسم جنس'' ہونا اولیٰ ہے۔

(فتنہ الدجال و یاجوج وماجوج ص ۹۳)

کیا تاتاری یاجوج وماجوج تھے؟

امام ابن جریر طبری، حافظ ابن الخیر اور حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ نے یاجوج وماجوج سے ترکوں، مغلوں اور تاتاریوں کو مراد لیا ہے ان کے نزدیک ان کی اصل ایک ہے اگرچہ بعد میں ان کی کئی شاخیں ہو گئی ہوں۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ کے نزدیک یاجوج وماجوج کا اصلی وطن اگرچہ منگولیا اور مشرقی ترکستان تھا لیکن صفت میں اشتراک کی وجہ سے روسی، چینی، امریکی اور فرنگی سب پر یاجوج وماجوج کا اطلاق ہوتا ہے انہوں نے سورۃ الانبیاء کی آیت:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○

اور وہ ہر بلندی سے نکل پڑیں گے سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ صفت عام ہے جو مذکورہ قوموں پر منطبق ہوتی ہے اور عملاً بھی وہ ہر طرف سے دنیا میں پھیل چکے ہیں اور ہر جگہ کے لوگوں پر ٹوٹ پڑے ہیں۔

(فتنہ الدجال و یاجوج وماجوج: ص ۹۷)

علامہ سعدی رحمہ اللہ نے یاجوج وماجوج کے مسئلے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے جس سے ان کا تشخص باقی نہیں رہا اور انہوں نے ان کو

مخصوص قوم کی بجائے اسم جنس قرار دے کر ان میں دنیا کی تقریباً ساری قوموں کو شامل کرنے کی جو سعی کی ہے وہ بڑی دوراز کار انہ لگتی ہے۔

اگر وہ سورۃ الانبیاء کی مذکورہ آیت پر صحیح مسلم میں مروی حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں غور کرتے تو وہ اس دوراز کار مبالغہ آرائی سے بچ جاتے اور ان کے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ آیت میں یاجوج و ماجوج کے جس ہمہ جہت خروج کی خبر دی گئی ہے اس کا تعلق قرب قیامت کے زمانے سے ہے ان کا یہ خروج ان کو ان کے آخری انجام کو پہنچا دے گا چنانچہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو طویل حدیث روایت کی ہے اس میں دجال کے ذکر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کرے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکال دیئے ہیں جن سے لڑنے کی کسی کے اندر طاقت نہیں ہے لہٰذا تم میرے بندوں کو بحفاظت لے کر کوہِ طور چلے جاؤ اور اللہ یاجوج و ماجوج کو آزاد کر دے گا اور وہ ہر بلندی سے نکل کر پھیل جائیں گے ان کا ہراول دستہ بحیرۂ طبریہ پر سے گزرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور ان کا پچھلا دستہ وہاں سے گزرے گا تو کہے گا کہ یقیناً یہاں پانی تھا اور اللہ کے نبی اور ان کے ساتھیوں کو روک کر رکھا جائے گا حالت یہ ہو جائے گی کہ ان میں سے کسی کے لئے بیل کا سر آج تم میں سے کسی کے لئے سو دینار سے بہتر ہوگا پس اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے اور اللہ ان پر ان

کی گردنوں میں کیڑے پڑنے کی بیماری نازل فرمادے گا تو وہ یک لخت ہلاک ہو جائیں گے پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتر آئیں گے اور انہیں زمین میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہ ملے گی جو ان کی سڑی گلی لاشوں اور ان کی بدبو سے پاک ہو۔ اللہ کے نبی اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیج دے گا جس سے مٹی کا مکان یا اونٹ کے بالوں کا خیمہ کوئی بھی محفوظ نہ رہ سکے گا اور وہ بارش زمین کو دھوکر آئینہ کی مانند کردے گی۔"

(صحیح مسلم ص ۲۹۳۷،۴۷۳)

اس حدیث سے تین چیزیں بصراحت معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ یاجوج وماجوج کا خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے ہاتھوں دجال کی ہلاکت کے بعد ان کی موجودگی میں ہوگا۔

۲۔ یاجوج وماجوج سے لڑنے کی طاقت اس وقت کسی کے اندر نہیں ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دے گا کہ وہ اپنے ساتھیوں یعنی مسلمانوں کو لے کر کوہ طور چلے جائیں۔ واضح رہے کہ دجال کی ہلاکت کے بعد یہودیت اور عیسائیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور صرف اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔

۳۔ یاجوج وماجوج کی تعداد بہت زیادہ ہوگی یہاں تک کہ وہ بحیرۂ عرب کا سارا پانی پی جائیں گے اور جن احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے جہاں وہ تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں وہاں اس امر میں صریح ہیں کہ وہ قرب قیامت کے زمانے میں نازل

ہوں گے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر، پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا اور حالت یہ ہوگی کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔''

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اس حدیث میں صلیب توڑ دینے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے سے یہ مراد ہے کہ عیسائیت کا خاتمہ ہو جائے گا، چونکہ تمام مذاہب بھی ختم ہو جائیں گے۔ صرف اسلام باقی رہ جائے گا اس لئے جزیہ کا خاتمہ بھی کر دیں گے بعض روایتوں میں الجزیہ کے بجائے ''الحرب'' جنگ کا لفظ ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کوئی کسی سے جنگ نہیں کرے گا۔

ایک دوسری حدیث میں نبی دو جہاں سرورِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے جن دس نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک یاجوج وماجوج کا ظہور بھی ہے، چنانچہ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے آپ نے فرمایا: کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا: قیامت اس وقت تک ہرگز نہ قائم ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو اور آپ نے

دھویں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونے، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول، یاجوج وماجوج کے خروج، تین خسف (زمین میں دھنس جانا) ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں، تیسرا جزیرۃ العرب میں، ان سب کے آخر میں ایک آگ کا ذکر کیا جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔''

(صحیح مسلم، ابوداؤد)

اس حدیث سے بھی بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج قیامت سے بالکل قریبی زمانے میں ہوگا بعض صحیح حدیثوں میں ایسی قوم کا ضرور ذکر آیا ہے جس سے قیامت سے پہلے مسلمانوں کی لڑائی ہوگی اور اس قوم کے کچھ ظاہری اوصاف بھی بیان ہوئے ہیں لیکن ان حدیثوں میں اس قوم کو یاجوج وماجوج نہیں کہا گیا۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم ان ترکوں سے جنگ نہ کرلو گے جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور ناک بیٹھی ہوگی ان کے چہرے تہہ در تہہ ڈھال کی طرح ہوں گے اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو گے جن کے جوتے بالوں، والے چمڑے کے ہوں گے۔''

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد)

اس حدیث میں قیامت کی آمد سے پہلے جس قوم سے مسلمانوں کی جنگ کی خبر دی گئی ہے اس سے یاجوج وماجوج کو مراد لینا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کہ کتاب وسنت میں ان کا کوئی ایسا ظاہری

وصف بیان کیا گیا ہو جو مذکورہ حدیث میں بیان کردہ قوم کے وصف کے مطابق ہو، جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید یا احادیث میں یاجوج وماجوج کا کوئی ظاہری وصف بیان ہی نہیں کیا گیا ہے، قرآن پاک میں ان کو ''مفسد'' کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ صحیح احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفسد ہونے کے ساتھ ساتھ یاجوج وماجوج کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور وہ اتنے طاقت ور ہوں گے کہ مسلمانوں کے اندر ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

رہے تاتاری تو ان کے ہاتھوں مسلمانوں کی جو تباہی ہوئی اور انہوں نے مسلمانوں کا جس طرح قتل عام کیا اس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے ہلاک کر دیا۔

بخارا، سمرقند، رے، ہمدان، زنجان، قزوین، مرو اور نیشاپور کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ دُنیائے اسلام کے دارالخلافہ اور اس دور کے سب سے بڑے علمی مرکز اور متمدن شہر بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ عباسی خلیفہ معتصم کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا۔ مشہور مؤرخ اور محدث حافظ عزالدین ابوالحسن علی بن محمد ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تاریخ ''الکامل فی التاریخ'' میں تاتاریوں کے ہاتھوں ہونے والی تباہی وبربادی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

میں کئی برس تک اس پس وپیش میں رہا کہ اس واقعہ کا ذکر کروں یا نہ کروں، آخر کون ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی موت کی داستان قلم بند کرے اور کس کے لئے یہ آسان ہے کہ وہ ان کی ذلت ورسوائی

بیان کرے، کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا، کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا اور بھولی بسری کہانی بن چکا ہوتا لیکن بعض دوستوں نے مجھے یہ واقعہ لکھنے پر آمادہ کیا پھر بھی مجھے تردد رہا پھر مجھے خیال ہوا کہ اس واقعہ کو نہ لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے یہ حادثہ ایسی مصیبت سے عبارت ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی، اس کی لپیٹ میں پوری خلائق آئی اور خاص طور پر مسلمان اس سے دوچار ہوئے اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ از آدم تا ایں دم ایسا واقعہ اس دنیا میں پیش نہیں آیا تو اس کا یہ دعویٰ سچا ہوگا اس لئے کہ تاریخوں میں اس واقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا۔

(الکامل فی التاریخ)

تاتاریوں کی ہیبت اور مسلمانوں کی دہشت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ اگر ایک تاتاری ایک گلی میں گھستا جہاں سو مسلمان ہوتے تو ان میں سے کسی کو اس کے مقابلے کی ہمت نہ ہوتی وہ ایک ایک کر کے سب کو قتل کر دیتا، یہاں تک کہ ان کا ناقابل شکست ہونا ایک اٹل حقیقت بن چکا تھا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس بظاہر ناقابل شکست قوم کو ایمان وعزم صادق سے بھرپور مسلمانوں کی ایک مختصر سی فوج نے ایسی شکست فاش دی کی تاتاریوں کا نام ونشان مٹ گیا۔

اس وقت کے سلطان مصر الملک المظفر سیف الدین قطز کے کانوں میں تاتاریوں کی تباہ کاریوں کی خبریں پہنچ رہی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ مصر بھی ان کے نشانے پر ہے اس لئے اس نے تاتاریوں کا لقمہ تر

بننے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ تاتاری مصر پر حملہ کریں وہ خود ان پر حملہ کر دے اس نے فیصلہ کو اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ ۲۵ رمضان ۶۵۸ ہجری مطابق ۱۲۶۰ء کو مصر کی اسلامی فوج لے کر شام کی جانب نکل کھڑا ہوا اور ارض فلسطین کے مشہور تاریخی مقام ''عین جالوت'' پر ٹڈی دل تاتاری فوج سے جا ٹکرایا تاتاریوں کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ کوئی ایسی فوج دنیا میں موجود ہے جو ان سے ٹکر لے سکتی ہے۔

کیونکہ وہ کئی سالوں سے مسلمانوں کو ہر جگہ شکست دیتے چلے آرہے تھے اس لئے مصر کی اس اسلامی فوج کے حملے نے ان کو حواس باختہ کر دیا۔ سابق تجربوں کے برخلاف عین جالوت کے معرکے میں مسلمانوں نے ان کو شکست فاش دے دی جس کے بعد وہ بری طرح بھاگنے لگے اس چیز نے مصریوں کا حوصلہ کافی بڑھا دیا اور انہوں نے تاتاریوں کا تعاقب کر کے کثرت سے ان کو قتل کیا اور بہت بڑی تعداد میں ان کو گرفتار بھی کیا۔

مسلمانوں کے ہاتھوں تاتاریوں کی اس عبرتناک شکست نے ان کی ذہنیت بدل کر رکھ دی اور وہ مسلمانوں سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ ان کے دین یعنی اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اوپر کی وضاحتوں سے بھی یہ معلوم ہوا کہ جن مؤرخین نے تاتاریوں کو یاجوج وماجوج قرار دیا ہے ان کی بات بھی قرآن پاک اور صحیح احادیث سے مطابقت نہیں رکھتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔''(۱)

۱. بحوالہ ہفت روزہ مجلہ اہلحدیث اشاعت 10 تا 16 فروری 2012 صفحہ نمبر: 10,12

اس باب میں کمزور و ضعیف روایات

کتب احادیث میں یاجوج وماجوج کے بارے جہاں کثیر احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں وہاں بعض من گھڑت اور ضعیف کا بھی کافی حصہ ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جن کو ہم الگ سے یہاں نقل کر رہے ہیں تا کہ قارئین یاجوج وماجوج کے متعلق مستند روایات کے ساتھ ساتھ ان ضعیف و من گھڑت روایات سے بھی باخبر ہو جائیں جو ان کے متعلق کتب احادیث وسیر اور کتب تفاسیر میں نقل کی گئی ہیں۔

نمبر ا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ولد لنوح سام و حام و یافث فولد سام العرب و فارس والروم و الخیر فیھم و ولد یافث یاجوج و ماجوج والترک والصقالیة ولا خیر فیھم و ولد حام لقبط والبربر و السودان."

حضرت نوح سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ سام، حام اور یافث۔ پھر

سام سے اہل عرب، اہل فارس اور اہل روم پیدا ہوئے اور ان سب میں بھلائی ہے اور یافث سے یاجوج وماجوج، ترک اور صقالیہ نے جنم لیا اور ان سب میں بھلائی نہیں ہے، اور حام سے لقبط، بربر اور سوڈان والے پیدا ہوئے۔"(۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الذی ذکرہ أبو عمرو وهو المحفوظ عن سعید عن قوله و هکذا روی عن وهب بن منبه مثله والله أعلم. ویزید بن سنان أبو فروة الرهاوی بمرة لا یعتمد علیه."

" اس روایت کو ابوعمرو نے نقل کیا ہے اور یہ روایت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ تک محفوظ ہے اور اسی طرح وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی کی مثل روایت کی گئی ہے واللہ أعلم۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی یزید بن سنان جو کہ ابوفروہ رھاوی ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔"(۲)

---

۱. الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی: 338/8، تفسیر ابن ابی حاتم: 3218/10، رقم: 18210، مسند بزار: 245/14، رقم: 7820، اتحاف الجماعة بما جاء فی الفتن للتویجری: 376/1، الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی: 386/4، رقم: 7124، کشف الاستار عن زوائد البزار لهیثمی: 118/1، رقم: 218، المقاصد الحسنة لسخاوی: 215/1، رقم: 259، کشف الخفاء للعجلونی: 290/1، رقم: 790، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی: 193/1، رقم: 932، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: 278/62، کنز العمال فی سنن الاقوال للهندی: 513/11، رقم: 32397، مختصر تاریخ دمشق الکبیر لابن منظور 42/8.

۲. البدایة والنهایة لابن کثیر: 130/2، 131

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو بالصراحت ضعیف کہا ہے۔(۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''و فیه سنده ضعف.''

''اس روایت کی سند میں ضعف ہے۔''(۲)

اس طرح امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۳)

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت پر بالتفصیل جرح کرتے ہوئے ضعیف قرار دیا ہے۔(۴)

علامہ تویجری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس روایت کی سند میں محمد بن یزید بن سنان اور اس کا باپ دونوں ضعیف راوی ہیں۔''(۵)

نمبر۲:

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: بعثنی اللّٰه لیلة أسری بی الی یأجوج و مأجوج فدعوتهم الی دین اللّٰه و عبادته فأبوا ان یجیبونی فهم فی النار مع من عصی من ولد آدم و ولد ابلیس.''

---

۱. روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی للآلوسی بغدادی:60/8

۲. فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر:107/13

۳. المقاصد الحسنة للسخاوی.215/1، رقم: 259

٤. سلسلة الأحادیث الضعیفة للألبانی:160,161/8، رقم:3683

٥. اتحاف الجماعة بما جاء فی الفتن للتویجری.376/1

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے معراج کی رات یاجوج وماجوج کی طرف بھیجا تاکہ میں ان کو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دوں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا لہٰذا وہ بنی آدم کے دیگر نافرمانوں اور ابلیس کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔''(۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت پر جرح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''فھو حدیث موضوع اختلقه أبونعیم عمرو بن الصبح أحد الکذابین الکبار الذین اعترفوا بوضع الحدیث واللّٰہ اعلم.''

''یعنی یہ حدیث موضوع ہے جسے ابونعیم عمرو بن صبح نے خود وضع کیا ہے اور یہ راوی ان کذاب راویوں میں سے ایک ہے جنہوں نے وضع حدیث کا خود اعتراف کیا ہے واللہ اعلم۔''(۲)

نمبر۳:

''عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال: لایموت رجل عنھم حتی یولد الصلبه الف دجل.''

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱. الدرالمنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی: 677/9، کتاب اکظمة لابی الشیخ: 1170/4، الفتن لنعیم بن حماد: 593/2، رقم: 1653،، جامع الأحادیث للسیوطی: 132/11، رقم: 10408، کنز العمال فی سنن الاقوال للھندی. 342/14، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی. 233/15

۲. البدایة والنھایة لابن کثیر :131/2

نے ارشاد فرمایا یاجوج وماجوج میں سے اس وقت تک کسی کو موت نہیں آتی جب تک اس کی پشت سے ہزار آدمی جنم نہ لے لیں۔"(۱)

یہ روایت تین مجہول راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس روایت کو امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔(۲)

نمبر۴:

"عن حذيفة قال سألت رسول الله ﷺ عن يأجوج و مأجوج فقال: يأجوج أمة و مأجوج أمه كل أمة بأربعمائة ألف أمة لايموت الرجل منهم حتّٰى ينظر الى ألف رجل ذكر بين يديه و من صلبه كل قد حمل السلاح، قلت يارسول الله ﷺ! صفهم لنا، قال: هم ثلاثة أصناف صنف منهم أمثال الأزر و ما الأزر؟ قال: الصنوبر مثال شجر بالشام طول الشجرة عشرون و مائة ذراع في السماء و صنف منهم عرضه و طوله سواء عشرين و مائة ذراعا في السماء و هم الذين لايقوم لهم جبل ولا حديد و صنف منهم يفترش أحدهم أذنيه و يلتحف بالأخرى لا يمرون بقليل ولا

۱ جامع البيان فى اى القرآن للطبرى: 400/15، الجامع لاحكام القرآن للقرطبى:56/11

۲. الموضوعات لابن الجوزى. 206/1، الآلى المضوعة فى الاحاديث الموضوعة سيوطى:90/1

كثير ولا جمل ولا خنزير الا أكلوه و من مات منهم أكلوه مقدمتهم بالشام و ساقتهم بخراسان يشربون أنهار المشرق و بحيرة طبرية."

"حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاجوج وماجوج کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں ہر گروہ چار لاکھ کی تعداد میں ہے ان میں سے کسی فرد کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ اپنے اور اپنی پشت میں سے ایک ہزار بچے اسلحہ اٹھانے کے قابل نہیں دیکھ لیتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی تین اقسام ہیں۔ ان میں ایک قسم ''ازز'' ہے میں نے عرض کیا ''ازز'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ صنوبر جیسے شامی درخت کی مثل ہوتی ہے جس کی لمبائی ایک سو بیس ۱۲۰ ہاتھ آسمان کی طرف ہو۔ تیسری قسم زمین پر بچھی ہوئی (یعنی پست قد) ہے ان کا ایک کان بستر اور دوسرا لباس کا کام دیتا ہے۔ وہ تھوڑے یا زیادہ (جتنے لوگوں کو دیکھیں گے) اونٹ اور خنزیر سب کو کھا جائیں گے اور خود ان میں سے جو مرتا ہے اسے بھی یہ کھا لیتے ہیں ان کا لشکر اتنا بڑا ہوگا کہ اگلا حصہ ملک شام میں اور آخری حصہ خراسان میں ہوگا اور یہ مشرق کے تمام دریاؤں اور بحیرہ طبریہ کے پانی کو پی جائیں گے۔"(۱)

---

١. التفسير الوسيط للواحدى: 166/3، رقم: 576، الدر المنثور فى التفسير المأثور للسيوطى: 419/6، زاد المسير فى علم التفسير لابن الجوزى: 109/3، المعجم الاوسط للطبرانى: 155/4، رقم: 3855، السنن الواردة فى الفتن للدانى: 1215/6، رقم: 676، الفوائد المجموعة فى الأحاديث الموضوعة

اس روایت کو حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ''مجمع الزوائد و منبع الفوائد'' میں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'' و فیه یحییٰ بن سعید العطار و هو ضعیف. ''

''اس روایت کی سند میں یحیٰ بن سعید العطار، وہ ضعیف راوی ہے۔''(۱)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ حدیث منکر اور موضوع ہے۔ محمد بن اسحاق وہ العکاشی ہے۔ امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں یہ کذاب ہے اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ احادیث وضع کرتا ہے۔''(۲)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ روایت منکر و موضوع ہے اور اس روایت کا راوی محمد بن اسحاق عکاشی کذاب اور احادیث وضع کرتا ہے۔''(۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس روایت کو ابن عدی، ابن ابی حاتم، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہم نے الاوسط

حاشیہ بقیہ صفحہ للشوکانی: 498/1، رقم: 77، کنز العمال فی سنن الاقوال للهندی. 259/14، رقم: 38645، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی: 6/8، رقم: 12572، تنزیة الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة الموضوعة لابن عراق: 236,237/1، الموضوعات لابن الجوزی: 205,207/1

۱ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی: 6/8، رقم: 12572

۲. الموضوعات لابن الجوزی: 205,207/1

۳ الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة للشوکانی: 498/1، رقم: 77

میں اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن سعید العطار عن محمد بن اسحاق عن الاعمش کی سند سے نقل کیا ہے۔" والعطار ضعیف جداً." اور عطار سخت ضعیف ہے۔ اس روایت کے دوسرے راوی محمد بن اسحاق کے بارے میں امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لیس ھو صاحب المغازی، بل ھو العکاشی قال و الحدیث موضوع."

یہ محمد بن اسحاق کتاب المغازی کا مصنف (محمد بن اسحاق بن یسار) نہیں بلکہ یہ العکاشی ہے اور یہ حدیث من گھڑت ہے اور امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ (محمد بن اسحاق عکاشی) راوی منکر ہے۔"(۱)

نمبر ۵:

"عن اوس بن ابی اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یاجوج و ماجوج لھم نساء یجامعون ماشاء و شجر یلحقون ماشا وا ولایموت منھم اجل الاترک من ذریتہ الف فصاعدًا."

"اوس بن ابی اوس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج و ماجوج اپنی عورتوں میں سے جس کے ساتھ چاہتے ہیں جماع کرتے ہیں اور ان کے درخت ہیں جن کی وہ

---

۲. فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر :106/13

جب چاہتے ہیں پیوند کاری کرتے ہیں اور ان میں کوئی فرد بھی اس وقت نہیں مرتا جب تک کہ وہ اپنے پیچھے ایک ہزار یا اس سے بھی کچھ زیادہ اولاد نہ چھوڑے۔"(۱)

شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کی سند پر مفصل جرح و نقد کرتے ہوئے سلسلہ احادیث الضعیفۃ میں یوں فرماتے ہیں:

"اس روایت کی سند میں اوس بن ابی اوس مجہول راوی ہے وہ معروف نہیں ہے۔"(۲)

نمبر۶:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" ان یاجوج و ماجوج عن ولد آدم ولو اُرسعوا الافسدوا علی الناس معایشھم."

---

۱. الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی:676/9، التفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: 179/5، السنن الکبریٰ للنسائی: 186/10، رقم: 11271، الجامع الصغیر و زیادته للالبانی: 484/1، رقم: 4838، فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: 106/13، تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی للمبارکفوری:350/6، لوامع الأنوار البهیة للسفارینی: 117/2، جامع الاحادیث للسیوطی:404/9، رقم: 8688، سلسلة الأحادیث الضعیفة للألبانی:192/7، رقم:3209، کنز العمال فی سنن الاقوال للهندی:340/14

۲ سلسلة الأحادیث الضعیفة للألبانی:192,193/7

''یاجوج و ماجوج حضرت آدم کی اولاد سے ہیں اگر وہ (آبادیوں میں) بھیج دیئے جاتے تو لوگوں کے اسبابِ زندگی (معیشت) برباد کر دیتے۔''(۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی سند پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''هذا حديث غريب بل منكر و ضعيف.''

''یہ روایت کمزور ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے۔''(۲)

البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اسناده ضعيف و فيه نكارة شديدة.''

''اس روایت کی سند ضعیف ہے اور اس میں شدید نکارت پائی جاتی ہے۔''(۳)

---

۱. الدر المنثور فی التفسير المأثور للسيوطی:676/9، التفسير القرآن العظيم لابن كثير :179/5، المعجم الكبير للطبرانی:561/13، رقم:14456، فتح القدير للشوكانی: 370/3، البداية والنهاية لابن كثير : 131/2، المعجم الأوسط للطبرانی:267/8، رقم: 8598، مسند ابی داوٗد للطيالسی، رقم:2282، جامع الحديث للسيوطی: 407/9، رقم:8690، كنز العمال فی سنن الاقوال للهندی: 341/14، رقم:38872، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمی: 13/8، رقم:12571

۲. التفسير القرآن العظيم لابن كثير :179/5

۳. البداية والنهاية لابن كثير :131/2

نمبر ۷:

"عن قتادة رجل من أهل المدينة أنه قال للنبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قد رأیت السد الذی بین یأجوج و
مأجوج قال: کیف رأیته قال: مثل البرد و والمحبر
طریقة حمراء و طریقة سوداء قال: قدرأیته."

"حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی نے
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا میں نے وہ دیوار دیکھی ہے جو
یاجوج وماجوج کے درمیان بنائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو
نے اسے کیسی حالت میں دیکھا ہے؟ عرض کیا: دھاری دھار چادر کی
مثل، جس کی ایک دھاری سرخ ہے اور دوسری سیاہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایاہاں تُو نے واقعی ہی اسے دیکھا ہے۔"(۱)

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صحیح بخاری" میں تعلیقاً روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی کتاب میں اکثر اوقات یہ طرزِ عمل نظر آتا ہے کہ وہ ترجمۃ الباب کی تائید میں فوراً کوئی معلق روایت نقل کرتے ہیں۔ ویسے تو اصول حدیث کے مطابق معلق روایت کا تعلق ضعیف احادیث کی اقسام سے ہے لیکن اس سلسلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں کتابوں کو استثناء حاصل ہے۔ اصول حدیث میں معلق روایت اس کو کہا جاتا ہے جس روایت کی سند کے شروع سے ایک یا اس سے زائد راوی ساقط ہو جائیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی "صحیح بخاری" میں بیان کردہ ان

---

۱. صحیح بخاری، باب قصة یأجوج ومأجوج. 137/4، جامع البیان فی ای القرآن للطبری:404/15، رقم:23516

معلق روایات کو اسناد کے ساتھ نقل کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب ''تغلیق التعلیق علی صحیح بخاری'' کے نام سے تصنیف کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقاً بیان کردہ روایات کی اسناد ضرور باقی کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں لیکن ان معلقات میں سے بعض روایات سنداً کمزور بھی ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی شرح کرتے ہوئے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اور ''تغلیق التعلیق علی صحیح بخاری'' میں فرماتے ہیں:

"هذا اسناد صحيح الى قتادة فان كان سمعه من هذا الرجل فهو حديث صحيح لأن عدم معرفة اسم الصحابى لا تضر عندالجمهور لأن كلهم عدول و لكن قد اختلف فيه على قتادة فرواه سعيد بن أبى عروبة عنه هكذا ورواه سعيد بن بشير عنه فاختلف عليه فيه فقال ابوالجماهير والوليد بن مسلم عنه عن قتادة رجلين عن أبى بكرة الثقفى أن رجلا الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال انى قد رأيته."

''یہ سند قتادہ تک تو صحیح ہے پھر اگر قتادہ نے اس آدمی سے سنا ہے (جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ میں نے دیوار دیکھی ہے) تو یہ حدیث صحیح ہو گی کیونکہ صحابی کے نام کا معلوم نہ ہونا عندالجمہور مضر نہیں ہے کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں لیکن یہ روایت قتادہ سے مختلف الفاظ سے بیان ہوئی ہے یعنی سعید بن ابی عروبہ نے اس طرح بیان کیا ہے (جیسے اوپر روایت گزر چکی ہے) لیکن سعید بن بشیر نے قتادہ سے مختلف الفاظ سے بیان کیا ہے ابوالجماہیر فرماتے ہیں ولید بن مسلم سعید بن بشیر سے وہ قتادہ سے اور قتادہ دو مبہم آدمیوں سے

اور وہ ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے۔"(۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قتادہ کا اس آدمی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر دیوار کے بارے میں عرض کیا تھا بلکہ اس آدمی اور قتادہ کے درمیان دو آدمیوں کا واسطہ ہے جو کہ دونوں مجہول ہیں بدیں وجہ یہ روایت منقطع ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو "البدایۃ والنہایۃ" میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ذکره البخاری معلقا بصیغة الجزم و لم أره مسندا
من وجه متصل أرتضیه غیر أن ابن جریر رواه فی
تفسیره مرسلا."

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صیغہ جزم کے ساتھ تعلیقاً
روایت کیا ہے جب کہ مجھے اس کی کوئی متصل سند نظر نہیں آئی جسے
میں معتبر خیال کروں سوائے اسے جس کو امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ
نے اپنی تفسیر میں مرسل روایت کیا ہے۔"(۲)

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"والظاهر أن الروية بصريه ولا منامية و هو أمر غريب
ان صح الخبر."

"روایت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حالت

---

۱. تغلیق التعلیق علی صحیح بخاری لابن حجر 12/4

۲. البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر :132/2

بیداری کا ہے نہ کہ نیند کا پھر اگر یہ روایت صحیح ثابت ہو جائے تو یہ بڑا حیران کن معاملہ ہوگا۔"(۱)

یہاں اس شبہہ کا ازالہ کر دینا ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی صحت پر تو امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہو چکا ہے تو پھر بخاری میں ضعیف روایت کیسے آسکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی کتاب میں تمام مرفوع متصل الاسناد روایات کے بارے میں دعویٰ ہے کہ ایسی تمام روایات سنداً صحیح ہیں لیکن ان کا دعویٰ ہرگز معلق روایات کے بارے میں نہیں ہے۔

اس طرح امت مسلمہ کا اتفاق واجماع بھی صحیح بخاری کی مرفوع متصل الاسناد ہی کے متعلق ہے۔جس طرح کے شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"جس حدیث کی صحت پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ متفق ہوں، اس حدیث کے بارے میں پوری امت کا اتفاق ہے کہ وہ حق اور سچ ہے۔"(۲)

اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"صحیحین کے متون (یعنی مرفوع متصل احادیث) تمام ائمہ کے درمیان متفق علیہا ہیں اور ان کے نزدیک ان احادیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور ان کے قبول کرنے پر ان محدثین کا اجماع ہے اور وہ قطعی علم کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ واقعی ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

۱. روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی بغدادی:363/8

۲. شرح النووی علی صحیح مسلم فی المقدمة للنووی:20/1

احادیث ہیں۔"(۱)

اِسی طرح برصغیر کی مشہور و معروف علمی شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"اما "الصحیحان" قداتفق المحد ثون علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع، و أنهما متواتران الی مصنفیهما، و أنه کل من یهون أمرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین."

"صحیحین پر تمام محدثین نے اتفاق کیا ہے کہ صحیحین میں جتنی مرفوع متصل روایات ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں۔ ان دونوں کتابوں کا ثبوت مصنّفین تک بالتواتر ہے اور جو ان کی اس حالت کو نگاہِ عظمت سے نہ دیکھے وہ مبتدع ہے وہ مسلمانوں کے علاوہ کسی دوسرے راستے کی پیروی کر رہا ہے۔"(۲)

۱۔قاعدۃ جلیلة فی التوسل والوسیلة لابن تیمیة: 189/1، مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة:257/1

۲ حجة اللّٰه البالغة للشاہ ولی اللّٰه محدث دهلوی:386,387/1

باب ۸

قصہ ذوالقرنین علیہ السلام میں اُمت محمدیہ کے لئے پیغامات

قصے، کہانیاں اور حکایات وواقعات کو سننے کا انسان شروع دن سے بڑا شائق ہے۔اس ترقی یافتہ دور میں بھی اس کے شوق میں کمی واقع نہیں ہوئی خصوصاً کم پڑھے لکھے لوگ تو شروع ہی سے اس کے رسیا ہیں اور قصے وکہانیاں ان کی محفلوں کا دلچسپ موضوع خیال کیا جاتا ہے معاشرے کے گردونواح کا جائزہ لیا جائے تو عموماً یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہونے لگتا ہے اور رات کی پرچھائیں دن کی روشنی پر اپنی سیاہی کا پردہ ڈالنا شروع کرتی ہیں۔

تو چھوٹے بچے جلدی سے کھانا کھا کر دادی اماں، نانی اماں یا اماں جان کے بستروں کے قریب ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور کہانی سناؤ، کہانی سناؤ کے اصرار کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں تو یہ ہستیاں بچوں کے شدید اصرار پر اپنی اپنی لیاقت کے مطابق پرانی داستانیں اور سبق آموز کہانیاں سنا کر غمزدہ بچوں کے دلوں کو سامان تسکین مہیا کرتی ہیں۔

دیہاتوں میں تو اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ بچے اپنی ماؤں سے کہانیاں سنتے سنتے ہی

سو جاتے ہیں اور اسی طرح نوجوان اور بوڑھے حضرات بھی پچھلے گزرے ہوئے لوگوں کے بہادری کے قصے اور کہانیوں کو اپنی محفل کی زینت بناتے ہیں اور اس دور میں سائنس کی تحقیق بھی اس نتیجے پر پہنچ چکی ہے کہ انسانی دماغ میں ایک سکینر لگا ہوا ہے جب بھی انسان کوئی علمی بات مثلاً علم منطق، فلسفہ اور دیگر علوم پر مشتمل گفتگو سنتا ہے تو یہ گفتگو اس کے سکینر کے نیچے سے گزرتی رہتیں ہیں لیکن جیسے ہی انسان کوئی کہانی سنتا ہے تو وہ فوراً سکینر اس بات کو کیچ کرتا ہے۔

یہ حقیقت بھی آج انسان پہ آشکارا ہو چکی ہے کہ انسان جس اچھے انداز سے کہانی سے سیکھتا ہے کسی اور انداز سے نہیں سیکھتا کہانی سے سیکھی بات انسان طویل عرصہ تک یاد رکھتا ہے اس ترقی یافتہ دور میں یہ حقیقت تو آج انسان پر واضح ہوئی ہے لیکن ساڑھے چودہ سو سال قبل قرآن مجید نے اس بیان اسلوب کو اختیار کر لیا تھا۔

قرآن حکیم نے جہاں احکامات و واجبات اور دیگر شرعی اصول ومبادیات کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے وہاں قرآن کا تقریباً ساٹھ (۶۰) فیصد حصہ گزشتہ قوموں کے قصوں اور مثالوں پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم نے بالخصوص انبیاء ورسل کے حالات وواقعات اور ان کی ابتلاء وآزمائش کی صبر آزما زندگیوں کی تصویر کشی کی ہے اور ان کی دعوت وتبلیغ کے پر عزیمت ابواب ومراحل اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ان کے شب وروز کی سعی پیہم کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ بنا کر پیش کیا ہے اور جگہ جگہ مختلف اسالیب وپیرائے میں سابقہ قوموں کے حالات وواقعات کا ذکر کیا ہے جس میں قرآن حکیم کا مقصد امت محمدیہ کے لئے سامان عبرت مہیا کرنا ہے۔

قرآن حکیم میں
قصص کو ذکر کرنے کے اسباب

قرآن حکیم نے جن واقعات کو اپنے اوراق کا حصہ بنایا ہے ان کا مقصد یہ نہیں کہ ان واقعات کی وجہ سے لوگ اس کتاب کو قصے کہانی کی کتاب سمجھ کر صرف دلچسپی کی خاطر شب وروز اس کا مطالعہ کریں اور نہ قرآن کا انداز بیان ایسا ہے جو عام طور پر قصہ گو لوگوں کا ہوا کرتا ہے کہ ایک مختصری بات کو بے جا طول دیا جائے بلکہ قرآن اپنے قصص کو اس انداز میں بیان کرتا ہے کہ بہت تفصیلی قصہ و کہانی کو بھی بڑے اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فوراً اپنے اصل موضوع کی طرف آجاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ قرآن حکیم کا قصص کو بیان کرنے کا آخر کیا مقصد ہے تو انہی چند ایک مقاصد کو ہم تحریر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کی سرزمین پر دعوت اسلام کا پرچم بلند کیا اور اہل مکہ کے معبودانِ باطلہ کی نفی کی اور صرف ایک ہستی مقدس و یکتا کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا تو اس نئی دعوت فکر پر قوم چونک اٹھی انہوں نے اس تحریک کی اٹھتی ہوئی لہروں کو روکنے کے لئے بے شمار بند کھڑے کیے لیکن اس سونامی طوفان کے آگے ان کا کوئی بند کارآمد ثابت نہ ہو

سکا تو انہوں نے اس انقلابی تحریک کی آواز کو دبانے کے لئے ایک اور راہ اختیار کی۔

وہ آپ سے چندان واقعات کی تفصیل کے بارے میں سوالات کرنے لگے جن کا تعلق زمانہ ماضی میں رونما ہونے والے چند قصص کے ساتھ تھا اور اس سازش میں ان کی پشت پنائی اہل یہود کر رہے تھے تو ضروری تھا کہ ایسے مشکل وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جائے ان کے اس پُرفتن باب میں اصحاب کہف، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ، حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور رُوح کے متعلق سوال ہیں یہی چند ایک مشہور سوال جن کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الکہف میں بیان کیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ایسے نازک موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر دھبہ نہ آنے دیا۔ حق کی صدائے بازگشت ان کے کانوں تک پہنچا دینی چاہیے اور ان کے مذکورہ سوالات کا منہ توڑ جواب دیا جائے تا کہ اسلام کا بول بالا ہو، اسلام کا پرچم ان کے بت کدوں میں لہرائے اور دشمنان اسلام کشاں کشاں اس دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوتے چلے جائیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ان کے سوالات کے جوابات دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر موقع پر بھرپور تعاون کیا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ کہف کے متعلق مذکوہ سوالات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''سورۃ الکہف کا نزول کفار مکہ کے مذکورہ تینوں سوالوں کے جواب میں تھا البتہ آپ کے ان شاء اللہ نہ کہنے کی وجہ سے پندرہ روز تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا پھر اہل مکہ کے مذکورہ تینوں سوالوں کے جواب لے کر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر کام شروع کرتے وقت ان شاء اللہ کہنے کی تعلیم دی۔''(۱)

۱. الجامع الاحکام للقرطبی:385/10

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حوصلہ افزائی

ابتدائے آفرینش سے یہ سنت چلی آرہی ہے کہ داعیان حق نے جب بھی دعوت توحید کا علم لہرایا تو اہل کفر نے ان کی راہ میں روڑے اٹکانے اور کانٹے بچھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ داعیان حق کو ان کے علاوہ اور بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے کیونکہ دوسری طرف قانون قدرت یہ ہے کہ جتنا کوئی اس کا بندہ اس کے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ اس کو اس قدر زیادہ ابتلاء وآزمائش میں ڈال کر اس کے ایمان وتقویٰ کا امتحان لیتا ہے بالکل یہی صورت حال ہمیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتی ہے کہ کہیں سیدہ سمیہ برچھی کے وار سے جام شہادت نوش کرتی ہیں۔

تو کہیں حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ تختہ دار پر لٹک کر دین اسلام کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرتے نظر آتے ہیں یا پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اس داستان عزیمت کو رقم کرتے وقت تو اہل سیر کی بھی قلمیں کانپ جاتی ہیں کہ پیارے سیدنا بلال گرم کوئلوں پر لیٹے بھی احد احد کا نعرہ حق فضا میں بلند کر رہے ہیں۔ شعب ابی طالب میں مسلمانوں کا قید و بند کی حالت میں دعوت توحید کی خاطر صعوبتیں برداشت کرنے کا واقعہ تو پڑھ کر ویسے ہی ہر قاری کانپنے لگتا ہے یہ داعیان حق کے استقامت کا مظاہرہ کرنے کی داستان اس قدر طویل ہے کہ جو خود کو الگ سے ایک مستقل موضوع کے طور پر لکھے جانے کا تقاضا کرتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے مشکل ترین وقت میں قرآن مجید نے ان کے سامنے سابقہ اہل استقامت کے قصص بیان کیے ہیں جن کو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے پر نہایت اذیت ناک سزائیں دی گئیں کہ بعض حضرات کو تو زمین میں گاڑ کر آرے سے ان کا جسم دو ٹکڑے کر دیا گیا بعض کو کھولتے پانی میں پھینکا گیا لیکن ان کے پائے استقامت نہیں ڈگمگائے نہ وہ دعوت توحید سے کبھی پیچھے ہٹے، قرآن کا صحابہ کرام کے سامنے ان واقعات

کے بیان کا مقصد صرف ان کی ایسے مشکل ترین وقت میں حوصلہ افزائی کرنا تھی۔

درسِ عبرت

قرآن مجید میں قصص کے بیان کا مقصد مذکورہ بالا اسباب کے ساتھ ساتھ ایک اہم سبب لوگوں کو درسِ عبرت دینا بھی ہے۔ آج اس دور میں یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں ہے کہ انسان اپنی زندگی کے لیل ونہار کو درست پیرائے میں ڈھالنے کے لئے اپنے گزرے ہوئے کل کے تناظر میں اپنے آنے والے کل کو تابناک بنانے کے لئے بھرپور کوشش کرتا ہے اور معاشرہ بھی اچھا انسان اسی شخص کو خیال کرتا ہے کہ جو دورِ ماضی میں لوگوں کو پیش آنے والے واقعات سے سبق سیکھتا ہے کسی اہلِ بصیرت کا یہ قول بھی ہے کہ عقل مند انسان وہ ہے جو دوسروں کی غلطیوں سے سبق سیکھتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس بات کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے۔

''مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔''(۱)

قرآن حکیم جو بنی آدم کے لئے زندگی میں رہنمائی بیان کرتا ہے اس رہنمائی کو ہر اچھے اور مؤثر انداز سے قرآن حکیم نے پیش کیا ہے اسلوب بیان میں جو سب سے زیادہ انداز قرآن مجید نے اختیار کیا ہے وہ مختلف مقامات پر گزشتہ قوموں کے قصص کو بیان کرنا

---

۱. صحیح بخاری: 31/8، رقم: 6133، صحیح مسلم: 2295/4، رقم: 2998,63، سنن ابن ماجۃ: 1318/2، رقم: 3982، مسند احمد حنبل: 175/10، رقم: 5964، مشکوٰۃ المصابیح: 95/3، رقم: 5053، مسند بزار: 210/14، رقم: 7771، مسند اسحاق بن راھویۃ: 395/1، رقم: 431، السنن الکبریٰ للبیھقی: 129/10، رقم: 20205، المعجم الکبیر للطبرانی: 287/12، رقم: 13138، الادب المفرد للامام البخاری: 435/1، رقم: 1278

ہے جس جس قوم نے انبیاء کرام علیہم السلام کی شدید مخالفت کی اوران کی دعوت حق سے انکار کیا تو ان پر اللہ کے عذاب کی لاٹھی کس طرح برسی ہے اور کس طرح اللہ رب العزت نے ان کا زمین سے نام ونشان تک ختم کر دیا ایسے واقعات کو بالتفصیل بیان کیا ہے قوم شعیب، قوم صالح، قوم ہود، قوم یونس، قوم نوح اور قوم موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہمارے لئے بے شمار سبق آموز واقعات باندازِ احسن بیان کئے گئے ہیں۔ قوم شعیب کو ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے عذاب الٰہی نے اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ لیا۔

اب اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ قوم شعیب کا قصہ قرآن ہمیں کیوں سنا رہا ہے تو اس کا آسان جواب ہم اس مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی استاد کلاس میں آکر اپنے طلبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ عزیز طلبہ! میں نے گزشتہ سال پڑھنے والے طلبہ پر پہلے دن ہی یہ بات واضح کر دی تھی کہ جس طالب علم نے روزانہ ہوم ورک نہ کیا اور دوران کلاس جس طالب علم کے موبائل کی گھنٹی بجی اس کو کلاس سے باہر نکال دیا جائے گا۔

قارئین کرام! اچھے طالب علم اپنے استاد کے گزشتہ سال کے قصے سے یہ سمجھ جائیں گے کہ گزشتہ سال کے قصے کی روشنی میں ہمارا استاد ہمیں یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم میں سے بھی اگر کسی طالب علم نے روزانہ ہوم ورک نہ کیا اور کسی طالب علم کے موبائل کی گھنٹی بجی اس کو کلاس سے باہر نکال دیا جائے گا بعینہٖ اسی طرح قرآن بھی امت مسلمہ کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اگر ہم نے بھی قوم شعیب کی طرح ناپ تول میں کمی کی تو قوم شعیب والا حال ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اسی طرح قرآن حکیم نے ہمارے سامنے قوم ہود، قوم صالح کی طغیانی وسرکشی اور قوم نوح کا الم ناک منظر پیش کیا ہے اور فرعون کے غرور وتکبر کو خاک آلود کرتے ہوئے اس کو ہمارے لئے سامانِ عبرت بنایا ہے قرآن حکیم نے اس بات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

سو آج ہم صرف تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے نشان عبرت ہو

جو تیرے بعد میں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

قوم نوح اور قوم لوط کا قصہ بھی اپنے دامن میں ہمارے لئے بے شمار پند و نصائح لیے ہوئے ہے گویا ان قصص و واقعات سے ہم سبق سیکھ کر اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں قرآن حکیم نے اپنے اس مقصد کو یوں بیان کیا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○

ترجمہ: ''اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔''

(سورۃ یوسف، آیت ۱۱۱)

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام بادشاہ کی کہانی

ہزاروں صدیوں پرانی یہ بات ہے کہ کہا جاتا ہے کہ روم کے علاقے میں ایک بادشاہ رہتا تھا جو کہ طبعاً نرم مزاج اور نیک الفطرت انسان تھا وہ اپنی انہی نیک صفات کی بدولت اللہ تعالیٰ کا بہت محبوب بن گیا جس پر اللہ رب العزت نے بھی اس کے لئے اپنے انعام واکرام کے دروازے کھول دیئے۔ اب اس کے پاس وسائل کی کمی ہرگز نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام وسائل زندگی مہیا کر دیئے تھے۔

یہ بادشاہ عام دنیاوی بادشاہوں کی مثل نہیں تھا پوری روئے زمین پر اس کی بادشاہی وسلطنت تھی، نوجوان بہادر سپاہیوں کی ایک بہت بڑی فوج ہر سفر پر اس کی رفیق سفر ہوتی یہ خود بھی بہادر اور ہنر مند شخص تھا۔ اس کی ذات کے بارے میں یہ تمام صفات کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہیں بلکہ ان صفات عالیہ کا وہ حقیقی طور پر وارث ومصداق تھا۔ دنیائے کائنات کا یہ واحد بادشاہ ہے جس نے تمام روئے زمین کو اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے زمین کے چاروں اطراف کی طرف سفر کرتا ہوا آخری حد کو جا پہنچا۔

مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کی طرف کیے جانے والے چاروں سفر اس کی زندگی کا خوبصورت باب ہیں اور اس بادشاہ کی کہانی کو چار چاند اس وقت لگے جب حضرت ذوالقرنین بادشاہ کی کہانی کو قرآن مجید نے اپنے اوراق کا حصہ بنانے کا شرف بخشا۔

واقعہ یہ رونما ہوا کہ ایک دن اہلِ یہود میں سے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آئے اور اس دن ان کا سوال کسی شرعی مسئلے کا حال پوچھنا نہیں تھا بلکہ وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بادشاہ کی کہانی سننے کے لئے آئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی اہل یہود کو جو اس بادشاہ کی کہانی سنائی اس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے جیسے ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس بادشاہ کی حیات طیبہ کے قصے کی اہم بات زمین کے چاروں کونوں کی طرف چار عظیم ترین سفر ہیں انہی سفروں میں اس بادشاہ کو مختلف واقعات کا سامنا کرنا پڑا۔

پہلا سفر اس بادشاہ کا مغرب کی طرف ہوا وہ مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا اس قدر آگے چلا گیا اور زمین کے اس مقام پر جا پہنچا کہ وہاں اس نے سورج کو ایک چشمے میں غروب ہوتے ہوئے پایا یعنی دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا زمین کی انتہا کو جا پہنچا وہاں اسے ایک ایسی قوم ملی جس پر اسے مکمل غلبہ حاصل تھا کیونکہ وہ قوم بادشاہ ذوالقرنین کی مفتوح قوم تھی اب اللہ رب العزت نے ذوالقرنین بادشاہ کو یہ اختیار دیا تو چاہے تو اسے قیدی بنالے یا قتل کرے یا پھر ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دے لیکن اس کا بنی آدم پر رحم و کرم کا یہ عالم تھا کہ اس قدر اختیارات ہونے کے باوجود اس نے قوم والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ”جو بندہ کسی پر ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے اور اس کی سزا کا سلسلہ پھر اس دنیا کی حد تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ کل قیامت کے دن اللہ رب العزت بھی الم ناک عذاب کی سزا دیں گے اس کے برعکس جو شخص اللہ رب العزت پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے گا تو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی و خیر اس کا مقدر بنے گی اس کے ساتھ برتاؤ میں ہمارا سلوک نہایت نرمی والا ہوگا۔“

اس کے ساتھ ہی پہلے سفر کی داستان جمیل مکمل ہوئی اب اسی سفر کی مخالف سمت مشرق کی جانب اس کے دوسرے سفر کا آغاز ہوا پہلے سفر ہی کی مثل وہ دوسرے سفر میں

مشرق کی طرف سفر طے کرتا ہوا اس قدر آگے چلا گیا کہ زمین کا وہ مقام آگیا جہاں سے اس کو سورج طلوع ہوتا ہوا نظر آیا اور اس سفر میں ایک قوم کے ساتھ اس کو واسطہ پڑا جن کا کوئی مکان وغیرہ نہیں تھا بلکہ وہ کھلے آسمان تلے صحراء میں اپنے لیل ونہار بسر کرتے تھے وہ لباس سے بالکل آزاد تھے یوں سیدھا سورج ان کے اجسام پر طلوع ہو رہا تھا ذوالقرنین بادشاہ کی کہانی کے اس مقام کو جب ہم قرآن حکیم سے پڑھتے ہیں تو قرآن نے وہاں ایک خوبصورت بات کا اضافہ کیا کہ ہم جو ذوالقرنین بادشاہ کے حیران کن سفروں کا تذکرہ کر رہے ہیں یہ کوئی افسانہ، قصہ پارینہ اور اساطیر الاولین نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی ایک سچی داستان ہے کہ وہ واقع ہی منتہائے مشرق اور منتہائے مغرب تک پہنچا ہے اللہ رب العزت ان کی تمام تر صلاحیتوں اور اسباب ووسائل سے خوب واقف تھا کیونکہ یہ سب کچھ ذوالقرنین بادشاہ پر اللہ رب العزت ہی کا فضل وکرم تھا اس کے ساتھ بادشاہ کا دوسرا سفر اپنے اختتام کو جا پہنچا۔

اس کا تیسرا سفر زمین کی کس جانب ہوا؟ اس سلسلہ میں قرآن حکیم ہمیں کوئی واضح رہنمائی نہیں دے رہا اس کی منزل مقصود کا نام لئے بغیر قرآن نے اس کے تیسرے سفر کا آغاز کر دیا ہے لیکن گزشتہ دو سفروں کی روشنی میں ہم یہ تو مکمل وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کا یہ سفر مشرق ومغرب کی جانب نہیں بلکہ ضرور شمال وجنوب کی سمتوں میں کسی ایک طرف تھا۔

بہرحال تمام مؤرخین نے اس کے تیسرے سفر کی منزل کو شمال ہی رقم کیا ہے تو پھر ہم دوبارہ اپنے پہلے انداز کی صورت میں یہ کہتے ہیں کہ ذوالقرنین بادشاہ کا تیسرا سفر اب شمال کی جانب شروع ہوا زمین کی اس سمت وہ سفر کرتا ہوا ایک ایسے مقام پر جا پہنچا جہاں پر دو بڑے پہاڑ ایک دوسرے کے مدِ مقابل واقع تھے۔ گزشتہ سفروں کی طرح یہاں بھی اس کی ایک ایسی قوم سے ملاقات ہوئی اور اس کا یہ سفر ان گزشتہ سفروں سے نہایت اہم ترین تھا

کیونکہ یہاں وہ ایک ایسا کارنامہ سرانجام دینے جارہا تھا جس کی بدولت قرآن حکیم اور دیگر تاریخی کتب نے اس کی شخصیت کو مزید نکھار کر دنیائے کائنات کے سامنے پیش کیا اور آج دنیا ذوالقرنین بادشاہ کو زیادہ اسی ایک کارنامے کی وجہ سے یاد کرتی ہے۔ بہرحال ہم یہ عرض کر رہے تھے کہ اس سفر میں ان کی ایسی قوم سے ملاقات ہوئی جو اپنی زبان کے علاوہ کسی اور زبان کو نہیں سمجھتے تھے اس قوم کے کچھ لوگ ذوالقرنین بادشاہ کے پاس ایک شکایت لے کر حاضر ہوئے کہ اے بادشاہ! ان دو پہاڑوں کی پچھلی جانب یاجوج وماجوج ایک ایسی قوم آباد ہے جس نے اس پورے علاقے میں لوٹ مار اور قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ کوئی شخص بھی ان کے شر وفساد سے محفوظ نہیں ہے وہ ان دو پہاڑوں کے درمیان واقع جو آپ کھائی دیکھ رہے ہیں اس سے نکل کر بنی نوع انسان کو اپنے شر وفساد نہ بناتے ہیں۔

اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم اس بات پر راضی ہیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان اس خالی جگہ پر جہاں سے نکل کر وہ حملہ آور ہوتے ہیں ایک مضبوط دیوار تعمیر کر دیں ہم آپ کو اس کا پورا ٹیکس ادا کریں گے لیکن یہ کوئی دنیاوی بادشاہوں کی مثل نہیں تھا جو کہ دنیا کے مال ومتاع کا طامع وحریص ہوتا۔ بلکہ یہ ذوالقرنین بادشاہ تھا جو صلہ رحمی، عفو و درگزر، رحم وکرم جیسی صفات عالیہ کا مجسمہ وپیکر تھا اس نے قوم کو جواب دیتے ہوئے کہا: میرے پاس میرے رب کا دیا ہوا سب کچھ ہے اب مجھے کسی دنیاوی مال ومتاع کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر تم میری اس معاملے میں کچھ مدد کرنا ہی چاہتے ہو تو تم افرادی قوت سے میرے ساتھ تعاون کرو تو میں تمہارے لئے ایک مضبوط دیوار تعمیر کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں۔

قوم اس پر رضامند ہوگئی لوہے کی چادروں سے اب دیوار کی تعمیر شروع ہوگئی ذوالقرنین بادشاہ اس تعمیراتی کام میں خود ایک ماہر معمار کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اب جب دیوار کا طول وعرض جتنا ان کو مقصود تھا پورا ہوا تو انہوں نے قوم سے کہا اب لوہے کی چادریں میرے پاس لاؤ جو انہوں نے اس دیوار کے اوپر ڈال دیں پھر قوم کو اس کے اردگرد

تیز آگ جلانے کا حکم دیا جب آگ کے تیز آلاؤ نے دیوار پر پڑی چادروں کو سرخ کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لایا جائے تو قوم تانبا لے کر آئی جس کو بادشاہ نے دیوار کے اوپر انڈیل دیا اس کے ساتھ ہی جب دیوار کی تعمیر مکمل ہوئی تو وہ ایک سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار بن چکی تھی۔

یاجوج وماجوج نہ تو اب اس کے اوپر سے چڑھ کر حملہ کر سکتے تھے اور نہ ہی ان میں سرنگ لگانے کی طاقت تھی اس کے ساتھ ہی ان کا تیسرا اور آخری سفر بھی اختتام پذیر ہوا ان کی بقیہ حیات کیسی گزری؟ کہاں گزری اور انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات زمین کے کس حصے میں بسر کیے اس سلسلہ میں قرآن حکیم اور دیگر کتب تواریخ خاموش ہیں اگرچہ کتب تواریخ میں ان کی بقیہ حیات کے بھی حالات مل جاتے ہیں جن کی روشنی میں ہم ان کی بقیہ حیات طیبہ کے حالات قطعیت کے ساتھ رقم نہیں کر سکتے لیکن گزشتہ صفحات میں مذکور ذوالقرنین بادشاہ کے تین یادگار سفروں کے حالات کی روشنی میں ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ ہم اس کہنے میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں کر رہے بلکہ بالکل حق بجانب ہیں کہ ذوالقرنین بادشاہ دنیا کی وہ واحد شخصیت ہے جو زمین کی تین سمتوں کی طرف سفر کرتے ہوئے انتہا کو جا پہنچے تھے۔

سد ذوالقرنین ان کا ایسا بے مثال کارنامہ ہے۔ خواہ ان کا دور بہت قدیم ہے جس وقت انسان نے ابھی تک اس قدر ترقی نہیں کی تھی جس قدر آج انسان کی ترقی کی منازل آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور جدید سے جدید تر ٹیکنالوجی کا جال بچھ چکا ہے لیکن پھر بھی آج کا انسان حضرت ذوالقرنین علیہ السلام جیسا حیران کن کارنامہ سرانجام نہیں دے سکا۔ ماہرینِ جغرافیہ کے ہوتے ہوئے زمین کے ابھی کئی مقامات انسان کی نظروں سے اوجھل ہیں اس ساری حقیقت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آخر میں ہم یہی کہنے پر مجبور ہیں کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے حیران کن کارناموں میں خاص اللہ عزوجل کا فضل وکرم شامل تھا

اور ان کارناموں کو دوسرے الفاظ میں ذوالقرنین بادشاہ کی کرامت کہہ سکتے ہیں۔

قصہ ذوالقرنین علیہ السلام میں اُمت محمدیہ کیلئے پیغامات

قصہ ذوالقرنین علیہ السلام جہاں اہل یہود کے اس سوال کا جواب تھا جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کے لئے کیا تھا وہاں بے شمار پیغامات امت محمدیہ کے نام کر رہا ہے اور اہلیانِ اسلام کے لئے کئی ایک پند و نصائح اپنے دامن میں پھیلائے ہوئے ہے۔ قصہ ذوالقرنین علیہ السلام کے مطالعہ کے بعد جو چند ایک سبق آموز باتیں ہماری سمجھ میں آئیں ان کو ذیل میں رقم کیا جا رہا ہے۔

۱۔ تمام تر اختیارات کے باوجود کسی انسان پر ظلم و تشدد کرنا ایک مسلمان کی شان شایان ہرگز نہیں ہے۔

۲۔ مومن انسان کا لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا پہلو ہر وقت نمایاں رہتا ہے۔

۳۔ اللہ رب العزت دُنیا میں جس قدر بڑے مقام پر فائز کر دے مومن غرور و تکبر کی بجائے عاجزی و انکساری میں مزید اضافہ کرتا ہے۔

۴۔ دنیا کے مال و متاع کا حریص انسان کبھی بھی نعمت خداوندی ملنے سے شکر ادا نہیں کرتا بلکہ اس کا طمع و لالچ کبھی اس میں قناعت کی صفت پیدا نہیں ہونے دیتا۔

۵۔ ایک حکمران کا اپنی رعایا کے ساتھ بہتر سلوک کرنا مذہبی فریضہ ہے۔

۶۔ ہمیں ہر حال میں اپنی استطاعت کے مطابق مظلوم کی مدد کرنی چاہیے۔

۷۔ ہمیں اپنے ہر نیک عمل میں اخلاص کو ضرور شامل کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص قبولیت اعمال کی شرائط سے تعلق رکھتا ہے۔

۸۔ اپنے کام خود کرنا ہمارے اسلاف کی روز اول سے سنت چلی آ رہی ہے۔

کیا ہمیں بھی مل سکتا ہے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام جیسا بادشاہ؟

فی الوقت ہر پاکستانی کی زبان پر یہ سوال ہے کہ آخر کب ملکِ پاکستان کو ایک صالح حکمران کی قیادت میسر آئے گی۔ اس خوش قسمت دن کا انتظار ہر پاکستانی بڑی شدت کے ساتھ کر رہا ہے اسی سلسلہ میں ہمیں یہاں اس بات کو عرض کرنا ہے کہ ہماری محفلوں میں جب بھی اس موضوع پر گفتگو شروع ہوتی ہے کہ ملک کے حالات کی خرابی کے اسباب کیا ہیں؟ کیوں یہ ملک دن بدن زوال پذیر ہوتا جا رہا ہے؟ آخر کیوں اس ملک کا ہر رہائشی دن رات پریشانی میں بسر کرتا ہے؟ یہ تمام سوال جب ہماری کسی محفل میں اٹھائے جاتے ہیں تو یک زبان تقریباً ہر پاکستانی اس سوال کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے کہ ہمارے ان تمام مسائل کا سبب ملک کے کرپٹ ترین حکمران ہیں اور ساتھ ہی یہ بات بھی فراموش کر دینے والی نہیں کہ جیسی زمین ہو ویسی ہی فصل ہوتی ہے۔ ہم بحیثیت قوم ہر طرح کی خرافات میں اُلجھے ہوئے ہیں ہم میں سے بیشتر ہر برائی اور زیادتی میں پیش پیش رہتے ہیں اور جو اپنی کمزوری کی وجہ سے برائی نہ کر سکے، وہ کہتا ہے میں بڑا شریف آدمی ہوں۔ سب دوسروں کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ایک مفکر نے کیا خوب کہا تھا:

''دُنیا صرف ایک شخص ایسا ہے جسے تم ٹھیک کر سکتے ہو..... وہ شخص تمہاری اپنی ذات ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اس موضوع پر بات اختتام کو جا پہنچتی ہے لیکن یہ سوال بڑی کم محفلوں کا حصہ بنتا ہے کہ ایسے بددیانت اور نااہل حکمران ہم پر کیوں مسلط کیے گئے ہیں؟ اور کیا یہ حکمران اس ملک کے بالجبر حاکم بن گئے ہیں؟ آخر کس ملک کے باشندوں کے دیئے گئے ووٹوں نے ان حکمرانوں کو حاکمیت کا شرف بخشا ہے۔ یہاں ہم ان سوالات کے جواب عرض کرنے سے پہلے چند بنیادی باتیں اس حوالے سے ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ پہلی

بات اس شبہے کا ازالہ کرنا ہے کہ ہمارے بعض حضرات تو ویسے ہی کسی بھی قوم کے لئے ایک مستقل ملک کی بنیاد رکھنے کے خلاف ہیں یا پھر اگر اس نظریہ کی مخالفت تو نہیں کرتے مگر اس عظیم کام کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ کلمہ گو مسلمان کو یہ بات سمجھانے کے لئے کوئی زیادہ تفصیلی دلائل دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم صرف اپنے قارئین کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب کی ایک مشہور و معروف بات یاد کرا دیتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور جب مسلمانوں کو اقتدار کی قوت حاصل ہوئی تو ہمارے محبوب آقا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس موڑ پر جس عظیم کام کو سرانجام دیا وہ اسلامی سٹیٹ و مملکت کی بنیاد تھی۔

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ کسی بھی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ایک الگ ریاست کا قیام کیوں ضروری ہے؟ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ ایک آدمی کسی بڑی سے بڑی انقلابی تحریک کا سبب تو بن سکتا ہے لیکن جب بھی کسی کام کو روکنے کے خلاف یا کسی کام کے کرنے کے خلاف کوئی تحریک چلائی جائے تو اس کے لئے ایک منظم جماعت کا ہونا انتہائی ضروری امر ہے یا اسے اپنی انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے ایک منظم جماعت کے قیام کو عمل میں لانا بے حد ضروری ہے اسی طرح جب ایک معاشرہ مل کر کسی کام کو کرنے یا روکنے کے لئے محنت کرے گا تو ضرور اس میں ایک دن کامیاب ہو کر رہے گا اس بات کو ہم ایک مثال کے ذریعے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ کسی جگہ زمین سے پانی نکالنے کے لئے ایک سوفٹ کا گڑھا کھودنے کی ضرورت ہے۔ دس آدمیوں کو اس کام کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اب جب گڑھا کھودنے کی باری آتی ہے تو وہ دس آدمی الگ الگ دس مختلف جگہوں پر گڑھے کھودنا شروع کر دیں تو قارئین اب آپ ہی اس سوال کا جواب سوچیں کہ کیا وہ دس اپنا اپنا الگ سے سوفٹ کا گڑھا کھودنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو اس کیلئے کتنی محنت و مشقت اور کتنا وقت درکار ہے؟ تو اس کا جواب بھلا اس کے سوا کوئی کیا

دے سکتا ہے کہ کلی طور پہ اس بات سے انکار تو کیا جاسکتا کہ ان میں کوئی آدمی سوفٹ کا گڑھا کھودنے میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا مگر یہ ضرور ہے کہ ایک آدمی کے الگ الگ گڑھا کودنے سے وقت کا ضیاع بھی ہے اور تھوڑے سے مشکل کام کو انتہائی مشکل بلکہ ناممکن سا بنا دیا گیا ہے حالانکہ اگر وہ دس آدمی مل کر ایک جگہ گڑھا کھودنا شروع کر دیں تو ان کی تھوڑی سی محنت سے وہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا اس مثال سے یہ بات ہم پر واضح ہو چکی ہے کہ کسی بھی کام کے لئے اجتماعیت کا ہونا کس قدر ضروری ہے اور اس اجتماعیت کی کس قدر ہر معاشرے کی نظر میں اہمیت وقدر ہے۔ اسی لئے کسی بھی تحریک کو کامیاب اور اس کے انتظامی امور کو سرانجام دینے کے لئے ایک ملک وریاست کا قیام میں لانا ضروری ہے۔

تیسری بات یہ عرض کرنا ہے کہ ایک اچھے ملک کو تشکیل دینے کے لئے نیک اور صالح حکمران کا ہونا کس قدر ضروری ہے؟ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے ہمارا ہر قاری اگر صرف ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے اسلامی تاریخ کا جائزہ لے کہ جس دور میں اسلامی ملک میں اچھا حکمران اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا وہاں نہ تو امیر وغریب کے لئے ملکی قانون میں تفریق کی جاتی تھی، نہ ہی وہاں ایک بے بس غریب آدمی کو اپنے حق کے لئے در در کے دھکے کھانے پڑتے تھے اور نہ ہی سود ورشوت نے وہاں کے رہائشیوں کے لئے معیشت کو اس قدر تنگ کر دیا تھا کہ ایک وقت کے کھانے کے لئے غریب ترس رہا ہے جہاں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو قطعاً انکار نہیں ہے۔

وہاں اس بات کو ہم ایک مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک ریل گاڑی کے ڈبوں میں مختلف قسم کے لوگ دورانِ سفر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں۔ ایک ڈبے میں نفلی عبادات، دوسرے میں درسِ قرآن، تیسرے میں تلاوت قرآن پاک، چوتھے میں ذکرِ الٰہی اور پانچویں میں دینِ اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ یعنی ہر ڈبے میں مسافر اللہ رب العزت کی مختلف طریق سے عبادت کر رہے ہیں۔ لیکن ایک آدمی بار بار ریل گاڑی کے مسافروں

سے گزارش کر رہا ہے کہ حضرات ریل گاڑی کا ڈرائیور اس ریل کو ایک کھائی میں لے کر جا رہا ہے۔ اب وہاں دو قسم کے لوگ دو مختلف نظریات میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ گاڑی بھلا کیسے کھائی میں جا سکتی ہے جس میں سوار ہر ڈبے کے مسافر اللہ رب العزت کی عبادت کر رہے ہیں لیکن دوسرا گروہ اپنا اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرات ہمیں اس بات سے قطعاً انکار نہیں ہے کہ اللہ رب العزت کی عبادت بڑا عظیم عمل ہے اور اس سے اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے

لیکن یہاں مسئلہ بالکل الگ ہے بلکہ اب ہم سب کو مل کر ریل گاڑی کے ڈرائیور کو تبدیل کرنا ہے۔ جب تک ریل کا ڈرائیور ایک نااہل اور نشہ کرنے والا کرپٹ آدمی رہے گا تو ریل ضرور کھائی میں جا کر ہی رہے گی۔ یہاں اس مقام پر قارئین آپ بھی اپنے ذہن کی چوکھٹ کو دستک دے کر پوچھ سکتے ہیں کہ ان دو گروہوں میں حق پر کون ہے ہمیں امید ہے بلکہ یقین کامل ہے کہ ہر آدمی دوسرے گروہ ہی کو حق پر سمجھتا ہے کہ اس موڑ پر جب تک ریل گاڑی کا ڈرئیور ایک صالح اور اہل آدمی مقرر نہیں ہوگا اس وقت تک ریل کھائی میں جانے سے ہرگز نہیں بچ سکتی۔

ہمارے پیارے قارئین! بالکل یہی بات ہم آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک کسی ملک وقوم کا حکمران صالح آدمی نہیں ہوگا اس وقت تک اس ملک کے نظام کی گاڑی کبھی بھی درست طریقے سے نہیں چل سکے گی۔

اس بات کے سمجھ لینے کے بعد کہ کسی ملک وقوم کے لئے ایک صالح حکمران کا ہونا کس قدر ضروری ہے اس تیسری بات کے بعد چوتھی بات یہ عرض کرنا ہے کہ نیک اور صالح حکمران ہمیں کیسے میسر آ سکتا ہے اس کا آسان حل یہ ہے کہ دورانِ الیکشن اگر ہم اپنا فرض درست طریقے سے سرانجام دیں تو یہ مسئلہ بآسانی حل ہو سکتا ہے۔

ہم مکمل دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ حل ہے جسے ہر پاکستانی اگر ادا

کرنا چاہے تو اس کے لئے اسے کوئی زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے بس صرف اس بات پر تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے کہ ہمارے ووٹ کا حقدار صرف وہی شخص ہونا چاہیے جو اس کا صحیح معنی میں حقدار ہے۔

یہاں اس بات کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ عالی شان یاد رہنا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته."

"ہر بندہ ذمہ دار ہے اور ہر بندے سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"(۱)

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں اس بات کو سمجھنا ہے کہ ہم اکثر اوقت یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ملک کے کرپٹ ترین حکمران اپنے فرائض سر انجام نہیں دے رہے اس وقت ہمیں اس بات پر غور وفکر کرنا چاہیے کہ اگر ہم دورانِ الیکشن اپنی ذمہ داری درست طریقے سے سرانجام دیتے تو قطعاً اس طرح کے نا اہل حکمران ہمارا مقدر نہ بنتے۔

ہوسکتا ہے کہ یہاں اس مقام پر قارئین کے اذہان میں یہ سوال گردش کر رہا ہو کہ اس ذمہ داری کو ہم درست طریقے کے ساتھ کیسے سرانجام دے سکتے ہیں اس شخص کا انتخاب ہم کیسے کریں کہ کون ہمارے ووٹ کا صحیح حقدار ہے؟

قارئین کرام! آیئے اگر آپ اس بات کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں

---

۱. صحیح بخاری: 5/2، رقم: 893، صحیح مسلم: 1459/3، رقم: 20، سنن ابی داؤد: 91/3، رقم: 2930، سنن الترمذی: 260/3، رقم: 1705، مسند احمد بن حنبل: 220/10، رقم: 6026، مشکوٰۃ المصابیح: 339/2، رقم: 3685، صحیح ابن حبان: 342/10، رقم: 4489، مسند بزار: 13/12، رقم: 5311

تو اس کا بھی بالکل آسان طریقہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس بحث میں ہم زیادہ تر جو غلطی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اکثر حضرات کے نزدیک ووٹ اس آدمی کو دیا جاتا ہے جس کے ساتھ ہماری رشتہ داری کا تعلق ہو، ہمارا محلہ دار ہو، اس طرح کسی اور نسبت سے ہماری جس سے تعلق داری ہو اور یا پھر ہم اپنے ووٹ کا حقدار اس آدمی کو خیال کرتے ہیں جو عدالت، تھانے اور اس طرح کے دیگر مقامات پر ہمارے مسائل کو حل کرے۔ خواہ ایسا انسان بھی ہماری اس امانت کا صحیح معنی میں حقدار نہ ہو۔ حالانکہ اللہ رب العزت قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًام بَصِيْرًا ○

ترجمہ: ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

(سورۃ النساء 4، آیت 58)

بہرحال ہم یہ عرض کر رہے تھے۔ وہ آسان حل کیا ہے کہ جس سے ہم اس مشکل کا حل تلاش کریں کہ کیسے ایک صالح اور نیک حکمران کا انتخاب ہم کر سکتے ہیں؟

ہمارے پیارے قارئین! جب بھی ایک امیدوار آپ سے ووٹ کا مطالبہ کرتا ہے اکثر اوقات یہی ہوتا ہے کہ امیدوار جلسوں میں آکر کہتے ہیں کہ ووٹ ہمیں دیا جائے کیونکہ ''ہم آپ کو یہ دیں گے، وہ دیں گے''، یہ ظاہری طور پر میٹھے لگنے والے الفاظ سن کر ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ جناب! ''ووٹ آپ کا!!''

ایک دوسرا امیدوار آکر کہتا ہے کہ سامعین کرام ووٹ مجھے دیا جائے کیونکہ میں

آپ کو بجلی، کپڑا، مکان اور روٹی بھی دوں گا تو پھر ہم کہتے ہیں کہ جناب! آپ نے ایک سہولت کا اضافہ کیا ہے اس لئے ووٹ پکا آپ کا۔

ایک تیسرا شخص آ کر لب کشائی کرتے ہوئے ہمیں کہتا ہے کہ اہل پاکستان ووٹ لازمی طور پر مجھے ہی ملنا چاہیے کیونکہ میں ہی اس کا صحیح حقدار ہوں اس لئے کہ میں آپ کو روٹی، کپڑا، مکان اور بجلی بھی دوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ نظامِ تعلیم اور تعمیراتی کام بھرپور انداز میں کروں گا ایسا دھوے دار خطاب سن کر ہم پکار اٹھتے ہیں کہ ہم حلفاً کہتے ہیں کہ جناب! اب تو ووٹ پکا آپ ہی کا ہے۔

حضرات یہ ہیں وہ باتیں کہ جب سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے اس وقت سے یہ باتیں ہم مسلسل سن رہے ہیں۔ بلکہ ہمیں یہاں اس موڑ پر جس ذمہ داری کو ادا کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی امیدوار ہم سے ووٹ کا مطالبہ کرے تو ہمیں صرف اس سے روٹی، کپڑا، مکان، نظام تعلیم میں بہتری اور تعمیراتی کاموں میں اضافے کی بجائے یہی ایک اور صرف ایک مطالبہ کرنا چاہیے کہ ہمیں کچھ نہیں چاہئے بلکہ ہمیں صرف آپ سے اسلامی نظام کا نفاذ چاہیے۔ اب آیئے امیدوار ہم سے کہتا ہے کہ میں اسلامی نظام نافذ کروں گا تو ہم فوراً سوال کریں گے کہ محترم آپ اتنے بڑے ملک پاکستان میں اسلامی نظام کی بات کرتے ہیں ہمیں اس مقام پہ اپنی ذات کے پانچ، چھ فٹ کا جسم تو دکھلایئے کہ اس پر کتنا اسلام نظر آ رہا ہے۔

قارئین کرام! تھوڑے سے وقت کے لئے منعقد ہونے والی محفل کو حق، باطل کے درمیان فرق کرنے والی اور اس دن کو اپنے لئے یوم فرقان بنایئے۔ اسی محفل میں دودھ اور پانی سے دودھ الگ اور پانی الگ کیجئے۔ تو جان لیجئے اس کے بعد کوئی کرپٹ آدمی کبھی آپ سے ووٹ کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ اس دن کے بعد وہی آدمی آپ کے سامنے آئے گا جو ہر حق والے کو اس کا حق دلائے گا پھر جب وہ اسلامی نظام لائے گا تو ہمیں تھانے اور

کچہری کا رُخ ہی نہیں کرنا پڑے گا۔لیکن یہ تب ہوگا جب ہر پاکستانی اس مسئلے کو اہمیت دیتے ہوئے اپنی ذمہ داری امانت داری سے سرانجام دے گا۔تو اس مقام پر ہم یہ بات مکمل وثوق کے ساتھ رقم کر سکتے ہیں کہ جس دن ہم پاکستانیوں نے ووٹ والی اس امانت اور اس میں اپنی ذمہ داری کو احسن انداز سے نبھا دیا وہی دن ہمارے ملک میں انقلاب کا دن ہوگا، اسی دن کا سورج اہل پاکستان کے لئے یہ خوشخبری لے کر طلوع ہوگا کہ اس کے بعد ہر پاکستانی کو اس کا پورا پورا حق ملے گا،کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کی جائے گی،سودی نظام کا خاتمہ ہوگا، وہ غریب آدمی جو ایک وقت کی روٹی کے لئے ترستا تھا اسے اس کے بعد انصاف کی بھیک مانگنے کے لئے دَردَر کی ٹھوکریں نہیں کھانا پڑیں گی، کسی غریب پر کوئی امیر ظلم وزیادتی نہیں کر سکے گا،مظلوم کو اپنی فریاد سنانے کے لئے ایک خدا خوف اور عادل وکیل وجج ملے گا اور یہی دن اہل پاکستان کے لئے ہر طرح سے امن وسلامتی کا دن ہوگا، جب ملک کا سربراہ عادل حکمران شخص ہوگا جس کا انتظار آج ہر پاکستانی بڑی شدت سے کر رہا ہے اور اپنی دعاؤں کا حصہ بنا رہا ہے۔

اب ہم اس سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں جس آسان فہم انداز میں سمجھانے کے لئے اس کے ضمن میں چند بنیادی باتوں کو عرض کیا ہے۔ وہ سوال یہ تھا کہ ہمارے ملک کے حالات کیوں خراب ہیں؟۔

جب ہمارے معاشرے میں اس سوال کو اٹھایا جاتا ہے تو اکثر اوقات تو اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے حالات کی خرابی کا سبب ملک کے برے اور کرپٹ ترین حکمران ہیں لیکن جب ہم اس سوال کا جواب قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں تو قرآن اس سوال کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے:

۱۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ترجمہ: ''خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے۔ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، تاکہ مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید وہ باز آجائیں۔''

(سورۃ الروم، آیت: ۴۱)

۲۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ

ترجمہ: ''تم پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر فرمالیتا ہے۔''

(سورۃ الشوریٰ، آیت: ۳۰)

ان دو ہی آیات میں ہمارے ان تمام سوالوں کا کافی اور شافی جواب موجود ہے جو ہمارے اکثر بھائیوں کی زبان پر زدعام ہوتا ہے، اتفاق ایسا ہے کہ جب ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیتے ہیں تو اس جواب پر ضرور پہنچ جاتے ہیں کہ ہمیں ہمارے اعمال کا صلہ ہی مل رہا ہے۔ رہا اس سوال کا جواب کے ہم پر ایسے ظالم حکمران کیوں مسلط ہوئے اس کے جواب میں چند روایات ہم ذیل میں رقم کر رہے ہیں:

۱۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو آسمان پر ہے اور ہم زمین پر، تیرے غضب اور تیری رضامندی کی علامت کیا ہے؟ اللہ رب العزت نے جواب دیا: (اے موسیٰ) جب میں تم پر اچھے لوگوں کو حاکم بناؤں تو یہ میری رضامندی کی علامت ہے اور جب میں شریر بدمعاشوں کو تم پر حاکم بناؤں تو یہ میری خفگی اور ناراضگی

کی علامت ہے۔"(۱)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

"یامعشر المهاجرين خمس اذا ابتليتم بهن و اعوذ بالله ان تدركوهن لم (تظهر) الفاحشة فى قوم قط، حتى يعلنوا بها، الا فشا فيهم الطاعون والاوجاع التى لم تكن مضت فى اسلافهم الذين مضوا. و لم ينقصوا المكيال و الميزان، الا اخذوا بالسنين و شده المؤونة و جور السلطان عليهم. و لم يمنعوا زكاة اموالهم، الا منعوا القطر من السماء، و لولا البهائم لم يمطروا. و لم ينقضوا عهد الله و عهد رسوله، الا سلط الله عليهم عدوا من غيرهم فاخذوا بعض ما فى ايديهم. و ما لم تحكم ائمتهم بكتاب الله، و يتخيروا مما انزل الله، الا جعل الله باسهم بينهم.

"اے مہاجروں کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گئے (تو ان کی سزا ضرور ملے گی) اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (بری چیزیں) تم تک پہنچیں، جب بھی کسی قوم میں بے حیائی (بدکاری

۱۔ كتاب الزهد لاحمد بن حنبل: 277/1، رقم: 1572، العقوبات لابن الدنيا: 37/1، رقم: 32، المجالس و جواهر للدنيورى: 279/2، رقم: 425، حلية الاولياء و طبقات الاصفياء لابى نعيم اصبهانى: 290/6، الجواب الكافى لمن سأل عن الدواء الشافى لابن القيم الجوزية: 48

وغیرہ) علانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے بزرگوں میں نہیں ہوتی تھیں۔ جب بھی وہ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ان کو قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے۔ جب وہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا بند کرتے ہیں تو ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے اگر جانور نہ ہوں تو انہیں کبھی بارش نہ ملے۔ جب وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد توڑتے ہیں تو ان پر دوسری قوموں میں سے دشمن مسلط کر دیئے جاتے ہیں، وہ ان سے وہ کچھ چھین لیتے ہیں جو ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جب بھی ان کے امام (سردار اور لیڈر) اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور جو اللہ نے اتارا ہے اسے اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں آپس کی لڑائی ڈال دیتا ہے۔"(۱)

۳۔ خلیفہ راشد، خلیفہ زاہد، عمرِ ثانی، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حقیقی جانشین، امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اے لوگو! بنظرِ انصاف غور کرو۔ تم ہم سے تو سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سا عدل چاہتے ہو لیکن تم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سی

---

۱. سنن ابن ماجة: 1232، رقم: 4019، مسند بزار: 315/12، رقم: 6175، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 582/4، رقم: 8623، المعجم الكبير للطبراني: 61/5، رقم: 4671، الترغيب والترهيب للمنذري: 357/2، رقم: 2715، حلية الاولياء و طبقات الاصفياء لابي نعيم اصبهاني: 333/8، شعب الايمان للبيهقي: 197/3، رقم: 3315، مسند الشامين للطبراني: 390/2، رقم: 1558، العقوبات لابن ابي الدنيا: 24/1، رقم: 11، سلسلة الاحاديث الصحيحة للالباني: 105/1، رقم: 106 كنز العمال في سنن الاقوال للهندي: 80/16، رقم: 44010

رعیت بننا نہیں چاہتے۔ حق تعالیٰ ہر ایک پر مدد فرمائے۔''(۱)

جب بھی ہم اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہیں تو یہ سوال بھی اکثر اوقات اٹھایا جاتا ہے کہ ہماری معیشت کیوں تنگ ہے؟ کیوں ہم اپنے معاشی مسائل کی گرفت میں ہیں؟ روز بروز بے روزگاری میں آخر کیوں اضافہ ہو رہا ہے؟ اس کا جواب ہمیں قرآنِ عظیم ان الفاظ میں دیتا ہے:

۱۔ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى

ترجمہ: ''اور جو میرے ذکر (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا تنگ کر دی جائے گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔'' وہ کہے گا: ''پروردگار، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ہاں اسی طرح تو ہماری آیات کو، جبکہ وہ تیرے پاس آئیں تھیں تو نے بھلا دیا تھا۔ اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔''

(سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۲۴، ۱۲۶)

اس بحث کے آخر میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے دن بدن زوال کا سبب کیا وسائل کی کمی ہے ہمارے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے:

سب سے پہلے اگر امت مسلمہ کے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

---

۱. ثمار القلوب ص: 66، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ للسیّد الاهل ص:155، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مؤلفہ کامران اعظم سوهدروی

آج اُمت مسلمہ ایسے پریشان اور پشیمان کن حالات سے دوچار ہے کہ اس سے پہلے کبھی عالم اسلامی کو اس طرح کی ذلت ورُسوائی اور مغلوبیت وغلامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ انتہائی توجہ طلب اور سوچنے کے لائق بات یہ ہے کہ جتنی اُمت مسلمہ کی تعداد اور جتنی مستحکم مالی حالت عالمِ اسلام کی دَورِ رواں میں مضبوط ہے نہ اتنی اس سے پہلے تعداد تھی اور نہ اتنا اس سے پہلے مال وزر تھا۔

آج پوری دُنیا کے اندر ستاون ایسی ریاستیں، مملکتیں اور سلطنتیں ہیں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے۔ لیکن پھر بھی اہل کفر آج عالم اسلام پر ظلم وزیادتی کی حدود عبور کر چکے ہیں۔

آج امریکہ جیسا ظالم ملک اسلامی ممالک پاکستان، افغانستان اور عراق پر ظلم و زیادتی کے پہاڑ توڑ رہا ہے، اسرائیل فلسطینیوں کو موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے اور کشمیر میں بھارت ظلم کی انتہا کر رہا ہے لیکن ہم پھر بھی ایسے حالات میں ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔

کبھی ہم نے سوچا کہ جب پوری دُنیا میں اُمت مسلمہ کی تعداد صرف 313 تھی اور مالی حالات اتنے کمزور تھے کہ جب کائنات کے امام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مٹھی بھر جمعیت کو کفار کے سامنے صف آرا کیا تو کسی کے پاس تیر تھا تو کمان نہ تھی۔ اگر تلوار تھی تو بچاؤ کیلئے ڈھال نہ تھی۔ اگر خُود تھی تو پہننے کیلئے زرّہ نہ تھی۔

ملتِ اسلامیہ کو اللہ رَبُّ العزت نے کس کس طریقے سے نوازا ہے۔ کنویں میں پانی کی جگہ پٹرول جیسی نعمت دی، جس کی دُنیا جہاں کی بیش قیمت کاریں، مشینیں اور ہوائی جہاز دستیاب ہیں لیکن ہم نے اس عظیم نعمت کو بھی اپنا ہتھیار نہ بنایا۔ دُشمنوں کے بیش قیمت ڈرون طیارے اور جدید ترین ٹینک اس پٹرول کے بغیر چلنے سے محروم ہیں۔ ہم اگر متحد ہو جائیں اور عالم اسلام کو ایک قوت بنا لیں... پھر ایک بار بادشاہی مسجد میں تمام

ملتِ اسلامیہ کے قائدین اکٹھے ہو جائیں تو یہود و نصاریٰ کی راتوں کی نیندیں حرام ہو سکتی ہیں۔

جب عالم اسلام کی تعداد اور مالی حالت اتنی کمزور تھی اُس وقت اہل کفر کو ہماری طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔

اہلیانِ اسلام کو آج غور وفکر کرنا ہے کہ ایسا کیوں اور کب تک ہوتا رہے گا؟

آخر کب تک یہ اُمتِ مسلمہ ظلم کی چکی میں پستی رہے گی؟

لیکن عالم اسلام کی ایسی حالت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی بیان کر دی تھی۔

قارئین کرام!

حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ڈر ہے کہ اقوامِ کفر تم پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کیا اُس وقت ہماری تعداد کم ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس وقت تمہاری کثرت زیادہ ہو گی۔ لیکن اُس وقت تمہاری حالت سیلاب کے خس و خاشاک جیسی ہو گی۔ تمہارے دُشمنوں کے دلوں پر تمہارا رعب اُٹھ جائے گا اور تمہارے دلوں کے اندر وھن (بزدلی) ڈال دیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وھن کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ.''

دُنیا کی محبت اور موت سے ڈر"(۱)

یہی وہ بیان کردہ دو اصول ہیں جن کے ذریعے اِس کائنات کے اندر اقوام کو عزت وذلت دینا قانونِ قدرت ہے۔

قارئین کرام! اسلامی تاریخ کا ایک دن وہ تھا کہ جب مسلمان موت سے نہ ڈرتے تھے اور اِس فانی دُنیا کے پیچھے نہ لگے تھے، اُس وقت اِسلام سربلند تھا اور اُس وقت دُنیا میں مسلمانوں کی حکومت اور عزت تھی۔ امیر المومنین سیّدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام سن کر قیصر وکسریٰ کے شہنشاہ اپنے طلائی تختوں پر بیٹھے کانپ جایا کرتے تھے۔

قارئین کرام!

آج اُمتِ مسلمہ کی ذلت ورُسوائی کا اہم سبب یہ ہے کہ آج عالم اسلام اپنے سچے اور باعمل جرنیل صحابہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے پیکر شجاعت بہادروں کی قربانیاں بھول گئی ہیں۔ آج ان کی تاریخ پر مشتمل کتابیں ہماری لائبریریز میں پڑی دیمک زدہ ہوگئیں اور ہمیں ہمارے اِسلاف کی وہ تاریخ یاد نہیں رہی جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار سپہ سالار کی کمان میں تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ عیسائیوں کو شکست فاش دے کر وہاں اسلام کا پرچم سربلند کیا تھا۔

اس دور میں ایک مرتبہ امت مسلمہ کو بس اپنی بیداری کا ثبوت دینے کی ضرورت

۱۔سنن ابی داؤد: 184/4، رقم: 4299، مسند احمد بن حنبل: 82/37، رقم: 22397، مشکوٰۃ المصابیح: 165/3، رقم: 5369، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر: 28/10، رقم: 7481، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم الاصبہانی: 182/1، شرح السنۃ للبغوی: 16/15، رقم: 4224، العقوبات لابن ابی الدنیا: 21/1، رقم: 5

ہے منزل بالکل قریب ہے اور ایک شاعر کی اس بات کو اپنی زبانوں پر زدعام لاتا ہے:

اُٹھو اے نوجوانو! اب تو ہوش میں آنے کا وقت آیا ہے
بہت سو چکے ہو، اب تو ہوش میں آنے کا وقت آیا ہے
سنو تو سہی مسجدِ اقصیٰ سے آتی ہے یہ صدا
مسلمانو! میری حرمت پہ کٹ جانے کا وقت آیا ہے
جہاں سے چلے تھے تم تین سو تیرہ
پھر اُنہی راہوں پہ پلٹ جانے کا وقت آیا ہے
جلا ڈالی تھیں کشتیاں تم نے اُندلس کے ساحل پر
تاریخ اب وہی دہرانے کا وقت آیا ہے
بے ضمیری کی زندگی سے تو بہتر ہے موت
اب تو مر مر کے جی جانے کا وقت آیا ہے

معزز قارئین کرام! یہ تھی ہمارے اسلاف کی تاریخ!!

ہم اپنے قارئین تک اپنی آخری بات پہنچانا چاہتے ہیں کہ اب بھی یہ اُمت اپنے قدموں پر خود کھڑی ہو سکتی ہے اور اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔ مایوسی اور نااُمیدی گناہ ہے۔ اب بھی یہ اُمت ایسا انقلاب برپا کر سکتی ہے کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ دوبارہ زندہ ہو جائے۔ اگر یہ اُمت اس درس کو لے کر آج بھی پُرعزم ہو جائے تو یہ ناممکن تو نہیں کہ جس طرح آج ہمارے اسلاف کی تاریخ کتابوں میں ثبت ہے ویسے ایک صدی گزرنے کے بعد ہمارے بارے میں بھی ایک مؤرخ یوں قلم اُٹھا رہا ہو کہ اکیسویں صدی کا آغاز تھا۔ عالم اسلام مغلوبیت کے دہانے پر تھا۔ اتنے میں ایک گروہ مسلمانوں میں سے اُٹھا تو اُس نے اپنے اسلاف کی چودہ سو سالہ گزشتہ تاریخ کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس لئے میرے بھائیو! اب بھی وقت ہے کچھ کر گزرنے کا۔ اسی صورت میں ہمارے پہلے سوال

کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ اگر ہم آج بھی بیدار ہو جائیں تو بالضرور ہمیں بھی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام جیسا بادشاہ مل سکتا ہے۔ آخر میں ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار پر اپنی بات ختم کرتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

☆☆☆

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت بدلنے کا

شاعر مشرق کا یہ شعر قرآن حکیم کی اس آیت کر ترجمانی کرتا ہے۔

''اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ''

ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔''

(سورۃ الرعد آیت:۱۱)

.... تمت بالخیر ....

﴿ مآخذ ومراجع للکتاب ﴾

کتب التفسیر و علومه:

١. أضواء البيان فى ايضاح القرآن بالقرآن، محمد الأمين بن محمد المختار بن عبد القادر الجكنى الشنقيطى (المتوفىٰ: 1393هـ) ناشر: دار الفكر، عام النشر: 1415هـ1995م
٢. أيسر التفاسير لكلام العلى الكبير، جابر بن موسى بن عبد القادر بن جابر أبو بكر الجزائرى، ناشر: مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، عام النشر: 1424هـ/2003م
٣. البحر المحيط فى التفسير، أبو حيان محمد بن يوسف بن على بن حيان أثير الدين الأندلسى (المتوفىٰ: 745هـ) ناشر: دار الفكر بيروت، عام النشر: 1420هـ
٤. تفسير القرآن العظيم لابن ابى حاتم، أبو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن ادريس بن المنذر التميمى الرازى، (المتوفىٰ: 327هـ) ناشر: مكتبة نزار مصطفىٰ الباز، عام النشر: 1419هـ
٥. التفسير المظهرى، ناشر: مكتبة الرشيدية باكستان، دار احياء التراث العربى بيروت، عام النشر: 1425=2004م
٦. التفسير الوسيط، وهبة بن مصطفىٰ الزحيلى، ناشر: دار الفكر دمشق، عام النشر: 1422هـ

۷. التفسير الوسيط لقرآن الكريم، محمد سيد طنطاوى، ناشر:دار نهضة لنشر للطباعة والنشر والتوزيع، الفجالة ـ القاهرة، عام النشر:1997م

۸ . الدر المنثور فى التفسير المأثور، عبد الرحمن بن أبى بكر ، جلال الدين السيوطى (المتوفىٰ:911ھ) دار الفكر ـ بيروت

۹. المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عطية الأندلسى، ناشر : دار الكتب العلمية ـ لبنان، عام النشر:1413ھ ـ 1993ء

۱۱. تفسير القرآن العظيم، أبو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير القرشى البصرى ثم الدمشقى (المتوفىٰ: 774ھ) ناشر : دار الكتب العلمية ـ بيروت، عام النشر:1419ھ

۱۲. جامع البيان فى تأويل آى القرآن،أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد كثير بن غالب الآملى الطبرى(المتوفىٰ: 310ھ) ناشر :مؤسسة الرسالة، عام النشر:1420ھ ـ 2000ء

۱۳. الجامع لاحكام القرآن، أبو عبدالله محمد بن أحمد بن أبى بكر بن فرح الأنصارى الخزرجى شمس الدين الأنصارى القرطبى(المتوفىٰ: 671 ھ) ناشر : دار عالم الكتب، الرياض، عام النشر:1023ھ/2003ء

۱٤. فتح القدير الجامع بين فنى الرواية والدراية من علم التفسير ، محمد بن على بن محمد الشوكانى، ناشر :دار الفكر ـ بيروت

۱۵. روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى، شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسينى الآلوسى، ناشر: دار الكتب العلمية ـ بيروت، عام النشر:1415ھ

۱٦. زاد المسير فى علم التفسير ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمٰن بن على بن محمد الجوزى(المتوفىٰ: 597ھ) ناشر : دار الكتاب

العربی - بیروت ، عام النشر: 1422ھ

١٧. الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل و عیون الأقاویل فی وجوہ التأویل امام زمخشری

١٨. معالم التنزیل فی التفسیر القرآن امام بغوی

١٩. التفسیر الخازن للامام خازن

محاسن التنزیل فی اسرار التأویل للجلال الدین القاسمی

٢٠. تفسیر فتح المنان المعروف بہ تفسیر حقانی، ابو محمد عبدالحق حقانی دھلوی، ناشر: الفیصل ناشران لاھور

٢١. تفہیم القرآن، الاستاد سید أبو الأعلی المودودی، ناشر: ادارۃ ترجمان القرآن لاھور، عام النشر: 2011م

٢٢. ترجمان القرآن، امام الھند ابو الکلام آزاد، ناشر: اسلامی اکادمی لاھور

٢٣. فی ظلال القرآن مترجم، سید قطب شھید، ناشر: ادارہ منشورات اسلامی لاھور

٢٤. ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازھری، ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور

٢٥. تفسیر نعیمی، مفتی اقتدار احمد خان نعیمی، ناشر: نعیمی کتب خانہ

٢٦. معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مکتبۃ الحرمین لاھور

٢٧. تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، ناشر: فرید بک سٹال اردو بازار لاھور

٢٨. تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحی، ناشر: فاران اکیڈمی لاھور

٢٩. تیسیر القرآن، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ناشر: مکتبۃ السلام

لاهور
۳۰. سراج المنير في الاعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم، شمس الدين ابن احمدالخطيب الشافعي
۳۱ تفسيرعثماني ، مولانا شبير احمد عثماني، ناشر:دار الاشاعت كراچي
۳۲ تفسير احسن البيان ، حافظ صلاح الدين بن يوسف، ناشر: شاہ فہد پرنٹنگ پریس سعودی عرب
۳۳. قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمن سيوهاروي، مكتبة البيان غزني سٹريٹ لاهور

كتب الأحاديث وشروحه:

۱. صحيح بخاري، الامام أبو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة البخاري الجعفي(المتوفى: 256هـ) ناشر:دار طوق النجاة، عام النشر:1422هـ
۲. صحيح مسلم، الامام مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ) ناشر:دار أحياء التراث العربي- بيروت
۳. سنن ابي داوٗد، الامام سليمان بن اشعث السجستاني، ناشر:دار الكتاب العربي بيروت
٤. جامع الترمذي،الامام ابو عيسٰى محمد بن عيسٰى بن سورة بن موسٰى بن ضحاك سلمٰى، ناشر:دارالغرب الاسلامي، بيروت، لبنان عام النشر:1998هـ
۵ سنن النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب بن على الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ) ناشر:مؤسسة الرسالة- بيروت، عام النشر:1421هـ 2001م
٦. سنن ابن ماجة،أبو عبدالله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى:

273ھ) ناشر: دار احیاء الکتب العربیة

۷. الموطاء، مالك بن انس بن مالك بن عامر بن عمرو بن حارث اصبحی المدنی(المتوفیٰ: 179ھ)،ناشر: دارالاحیاء التراث العربی،بیروت۔ لبنان عام النشر:1406ھ 1985م

۸. مسنداحمدبن حنبل،أبو عبداللّٰه أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی(المتوفیٰ: 241ھ) ناشر:مؤسسة الرسالة. عام النشر:1421ھ 2001ء

۹. سنن الدارقطنی، أبو الحسن علی بن أحمد بن مهدی بن مسعود بن النعمان بن دينار الدارقطنی(المتوفیٰ: 385ھ) ناشر:مؤسسة الرسالة. عام النشر:1424ھ 2004ء

۱۰. الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ معبد التميمی، أبو حاتم ،الدارمی، البستی (المتوفیٰ: 354ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة. عام النشر:1408ھ ۔1988ء

۱۱. صحيح ابن خزيمة، أبو بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمی النيسابوری(المتوفیٰ: 311ھ) ناشر: المكتب الاسلامی۔ بيروت

۱۲. مسند بزار المنشور باسم البحر الزخار، أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيداللّٰه العتكی المعروف بالبزار (المتوفیٰ:292ھ) ناشر:مكتبةالعلوم والحكم المدينة المنورة، عام النشر:1988ء۔ 2009ء

۱۳. مسند اسحاق بن راهوية، أبو يعقوب اسحاق بن ابراهيم بن مخلد بن ابراهيم الحنظلی المروزی المعروف ابن راهوية (المتوفیٰ: 238ھ) ناشر: مكتبةالايمان المدينة المنورة، عام النشر:1412ھ 1991ء

١٤. مسند ابی الجعد، علی بن الجعد بن عبیداللّٰہ أبو الحسن الجوهری البغدادی، ناشر: مؤسسة نادر ۔ بیروت عام النشر:1410ھ 1990م
١٥. بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث، الحارث بن أبی أسامة/الحافظ نور الدين الهيثمي، ناشر: مركز خدمة السنة والسيرة النبوية المدينة المنورة، عام النشر:1413ھ1992م
١٦. مسند الحميدی، أبو بكر عبد اللّٰہ بن الزبير بن عيسیٰ بن عبيداللّٰہ القرشی الأسدی الحميدی المكی (المتوفیٰ: 219ھ) ناشر: دار السقا، دمشق ۔ سوريا، عام النشر:1996م
١٧. المصنف، أبو بكر عبداللّٰہ بن محمد بن ابی شيبة العبسی الكوفی(159-235ھ) ناشر: دار القبلتو مكتبة الرشيد ۔ الرياض عام النشر: 1409ھ
١٨. المصنف، أبو بكرعبدالرزاق بن همام بن نافع الحميری اليمانی الصنعانی(المتوفیٰ: 211ھ)ناشر: دارالمكتب الاسلامی ۔ بيروت عام النشر:1403ھ
١٩. المعجم الكبير، ،أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمی الشامی الطبرانی، ناشر:دار احياء التراث العربی، عام النشر:1983م
٢٠. المعجم الأوسط، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمی الشامی الطبرانی، ناشر: دار الحرمين ۔ القاهرة، عام النشر:1415ھ
٢١. سنن الكبریٰ، أحمدبن الحسين بن علی بن موسی أبو بكر البيهقی، ناشر: مكتبة دار الباز ۔ مكة المكرمة، عام النشر:1414ھ 1994م
٢٢. سنن الكبری، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب بن علی الخراسانی، النسائی (المتوفیٰ: 303ھ) ناشر:مؤسسة الرسالة۔ بيروت، عام النشر:1421ھ 2001م

۲۳. المستدرك على الصحيحين، أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدوية بن نعيم بن الحكم الطهمانى النيسابورى المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ) ناشر: دار الكتب العلمية۔ بيروت، عام النشر: 1411هـ 1990م

۲٤. دلائل النبوة فى معرفة أحوال صاحب الشريعة، أحمدبن الحسين بن على بن موسى أبو بكر البيهقى (المتوفى: 458هـ) ناشر: دار الكتب العلمية: بيروت، وعام النشر: 1405هـ

۲۵. الآحاد والمثانى، أبو بكر بن أبى عاصم وهو أحمد بن عمرو الضحاك بن مخلد الشيبانى (المتوفى: 287هـ) ناشر: دار الراية۔ الرياض، عام النشر: 1411هـ 1991م

۲٦. الآداب، أحمدبن الحسين بن على بن موسى أبو بكر البيهقى (المتوفى: 458هـ) ناشر: مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت۔ لبنان، عام النشر: 1408هـ 1988م

۲۷. الأدب المفرد، الامام أبو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة البخارى الجعفى (المتوفى: 256هـ) ناشر: دار البشائر الاسلامية۔ بيروت عام النشر: 1409هـ 1989م

۲۸. الأسماء والصفات، أحمدبن الحسين بن على بن موسى أبو بكر البيهقى (المتوفى: 458هـ) ناشر: مكتبة السوادى، جدة المملكة العربية السعودية، عام النشر: 1413هـ 1993م

۲۹. الأموال، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله الخراسانى المعروف بابن زنجوية (المتوفى: 251هـ) ناشر: مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الاسلامية، السعودية، عام النشر: 1406هـ 1986م

۳۰. الابانة الكبرىٰ، أبو عبد الله عبيدالله بن محمد بن محمد بن حمدان العكبرى المعروف بابن بطة العكبرى (المتوفى: 387هـ)

ناشر: دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض، عام النشر: 1409هـ 1988م

۳۲. الايمان، أبو عبد الله محمد بن اسحاق بن محمد بن يحيىٰ بن مندة العبدى (المتوفىٰ: 395هـ) ناشر: مؤسسة الرسالة۔ بيروت، عام النشر: 1406هـ

۳۳. الاعتقاد، أحمدبن الحسين بن على بن موسى أبو بكر البيهقى (المتوفىٰ: 458هـ) ناشر: دار الآفاق الجديدة۔ بيروت، عام النشر: 1401هـ

۳۴. البعث والنشور، أحمدبن الحسين بن على بن موسى أبو بكر البيهقى (المتوفىٰ: 458هـ) ناشر: مركز الخدمات والأبحاث الثقافية، بيروت، عام النشر: 1406هـ 1986م

۳۵. الترغيب فى فضائل الأعمال و ثواب ذٰلك، أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أيوب بن الأزداد البغدادى المعروف بابن الشاهين (المتوفىٰ: 385هـ) ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان عام النشر: 1424هـ 2004م

۳۶. الترغيب والترهيب، أبو محمد عبد العظيم بن عبد القوى المنذرى، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، عام النشر: 1417هـ

۳۷. الدعاء، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمى الشامى الطبرانى، ناشر: دار الكتب العلمية۔ بيروت عام النشر: 1413هـ

۳۸. الدعوات الكبير، أحمدبن الحسين بن على بن موسى أبو بكر البيهقى (المتوفىٰ: 458هـ) ناشر: غراس للنشر والتوزيع۔ الكويت، عام النشر: 2009م

۳۹. السنة، أبو بكر أحمد بن محمد بن هارون بن يزيد الخلال البغدادى

الحنبلی(المتوفیٰ: 311هـ)ناشر: دار الراية ـ الرياض، عام النشر: 1410هـ 1989م

٤٠. السنة، أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني(المتوفیٰ: 287هـ)ناشر: المكتب الاسلامي ـ بيروت، عام النشر: 1400هـ

٤١. السنة، أبو عبد اللّٰه أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفیٰ: 241هـ) ناشر: دار ابن القيم ـ: الدمام، عام النشر: 1406هـ

٤٢. السنن المأثورة، أبو ابراهيم أسماعيل بن يحيى بن اسماعيل المزني(المتوفیٰ: 264هـ) ناشر: دار المعرفة ـ بيروت، عام النشر: 1406هـ

٤٣. الشريعة، أبو بكر محمد بن الحسين بن عبدا للّٰه الآجری البغدادی(المتوفیٰ: 360هـ) ناشر: دار الوطن ـ الرياض، عام النشر: 1420هـ 1999م

٤٤. العظمة، أبو محمد عبد اللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيان الأنصاری المعروف بأبی الشيخ الأصبهانی (المتوفیٰ: 369هـ) ناشر: دار العاصمة ـ الرياض، عام النشر: 1408م

٤٥. القضاء والقدر، أحمدبن الحسين بن علی بن موسی أبو بكر البيهقی(المتوفیٰ: 458هـ)ناشر: مكتبة العبيكان ـ الرياض، عام النشر: 1421هـ 2000م

٤٦. المجالسة و جواهر العلم، أبو بكر أحمد بن مروان الدينوری المالكی(المتوفیٰ: 333هـ) ناشر: جمعية التربية الاسلامية، دار ابن حزم بيروت ـ لبنان، عام النشر: 1419هـ

٤٧. المخلصيات وأجزاء أخرى، محمد بن عبد الرحمٰن بن العباس بن عبد الرحمٰن بن زكريا البغدادی المخلص (المتوفیٰ: 393هـ)

نـاشـر :وزارـة الأوقـاف والشؤون الاسـلامية لـدولة قطر،عـام النشر:1429هـ 2008م

٤٨. المنتقىٰ من السنن المسندة، عبد اللّٰه بن على بن الجارود أبو محمد النيسابورى(المتوفىٰ: 307هـ) ناشر:مؤسسة الكتاب الثقافية ـ بيروت عام النشر:1408هـ 1988م

٤٩. ترتيب الأمالى الخميسية، يحيى بن الحسين بن اسماعيل بن زيد الحسينى الشجرى الجرجانى(المتوفىٰ: 499هـ)ناشر:دار الكتب العلمية ـ بيروت لبنان عام النشر:1422هـ 2001م

٥٠. تهذيب الآثار،محمد بن جرير بن يزيد كثير بن غالب الطبرى،مكتبة الشاملة

٥١. جامع الاصول فى احاديث الرسول، مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزرى المعروف بابن الاثير(المتوفىٰ:606هـ) ناشر:مكتبة الحلوانى ـ مطبعة الملاح مكتبة دار البيان، عام النشر:1389هـ 1969م

٥٢. حديث السراج، أبو العباس محمد بن اسحاق بن ابراهيم بن مهران الخراسانى النيسابورى المعروف بالسراج (المتوفىٰ:313هـ) ناشر:الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، عام النشر:1425هـ 2004م

٥٣. حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعيم أحمد بن عبد اللّٰه بن أحمد بن اسحاق بن موسى بن مهران الأصبهانى(المتوفىٰ:430هـ)ناشر:دار الكتاب العربى ـ بيروت، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت، دار الكتب العلمية ـ بيروت

٥٤. سنن الدارمى، أبو محمد عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بهزام بن عبد الصمد الدارمى التميمى

السمرقندی(المتوفیٰ: 255هـ) ناشر:دار المغنی للنشر والتوزیع ، دارالکتاب العربی۔ بیروت عام النشر:1407هـ

٥٥. سنن سعید بن منصور (التفسیر)، أبو عثمان سعید بن منصور بن شعبة الخراسانی الجوزجانی(المتوفیٰ: 227هـ) ناشر:دار العصمی عام النشر:1414

٥٦. شرح اصول الاعتقاد أهل السنة والجماعة، أبو القاسم هبة اللّٰه بن الحسن بن منصور الطبری الالکائی(المتوفیٰ: 418هـ) ناشر:دار طیبة۔ السعودیة، عام النشر:1423هـ 2003م

٥٧. شرح السنة، محیی الدین، أبو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی(المتوفیٰ: 516هـ) ناشر:المکتب الاسلامی۔ دمشق، بیروت، عام النشر:1403هـ 1983م

٥٨. الزهد والرقائق لابن المبارك ، أبو عبد الرحمٰن عبد اللّٰه بن المبارك بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی(المتوفیٰ: 181) ناشر:دار الکتب العلمیة۔ بیروت

٥٩. المنتقیٰ من السنن المسندة، أبو محمد عبد اللّٰه بن علی بن الجارود النیسابوری(المتوفیٰ: 307) ناشر:مؤسسة الکتاب الثقافیة ۔ بیروت عام النشر:1408هـ1988م

٦٠. شرح مشکل الآثار، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی(المتوفیٰ: 321هـ) ناشر:مؤسسة الرسالة عام النشر:1415هـ 1494م

٦١. شرح معانی الآثار، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی(المتوفیٰ: 321هـ) ناشر:عالم الکتاب، عام النشر:1414هـ 1994م

٦٢. شعب الایمان، أحمدبن الحسین بن علی بن موسی أبو بكر البیهقی(المتوفیٰ: 458هـ)ناشر:دار الكتاب العلمیة۔ بیروت، عام النشر:1410هـ

٦٣. عمل الیوم واللیلة سلوك النبی مع ربه عزوجل و معا شرته مع العباد، أحمد بن محمد بن اسحاق بن ابراهیم بن اسباط بن عبد اللّٰه بن ابراهیم بن بدیح الدنیوری المعروف بابن السنی(المتوفیٰ: 364هـ) ناشر: دارالقبلة للثقافة الاسلامیة ومؤسسة علوم القرآن ۔ جدة /بیروت

٦٤. عمل الیوم واللیلة، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی الخراسانی، النسائی (المتوفیٰ: 303هـ) ناشر:مؤسسة الرسالة۔ بیروت، عام النشر:1406هـ

٦٥. فضائل الصحابة، أبو عبد اللّٰه أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشیبانی(المتوفیٰ: 241هـ) ناشر: مؤسسة الرسالة۔ بیروت عام النشر:1403هـ 1983م

٦٦. كتاب الأدب، أبو بكر عبداللّٰه بن محمد بن ابی شیبة العبسی الكوفی(159-235هـ) ناشر: دار البشائر الاسلامیة، بیروت لبنان، عام النشر:1420هـ 1999م

٦٧. الأحادیث المختارة أوالمستخرج من الأحادیث المختارة مما لم یخرجه البخاری و مسلم فی صحیحهما، ضیاء الدین أبوعبد اللّٰه محمد بن عبد الواحد المقدسی(المتوفیٰ: 643هـ) ناشر:دار خضر للطباعة والنشر والتوزیع ، بیروت۔ لبنان، عام النشر: 1420هـ 2000م

٦٨. مسند ابی داوٗد، أبو داوٗد سلیمان بن داوٗد بن الجارود الطیالسی البصری (المتوفیٰ: 204هـ) ناشر:دار هجر ۔ مصر عام النشر:1419هـ 1999م

٦٩. مسند ابی عوانة، الامام ابی عوانة یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی(المتوفیٰ:316) ناشر:دار المعرفة بیروت

٧٠. مسند ابی یعلی، أبو یعلی أحمد بن علی بن المثنی بن یحیی بن عیسی بن هلال التمیمی الموصلی(المتوفیٰ: 307هـ) ناشر:دار الأمامون للتراث۔ دمشق عام النشر:1404هـ 1984م

٧١. مسند السراج، محمد بن اسحاق بن ابراهیم السراج الثقفی النیسابوری، ناشر:أدارة العلوم الأثریة فیصل آباد باکستان، عام النشر:1423هـ 2002م

٧٢. مسند الشامین،أبو القاسم سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی، ناشر:مؤسسة الرسالة ۔ بیروت عام النشر:1405هـ 1984م

٧٣. مسند الشهاب ، أبو عبد الله محمد بن سلامة بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری(المتوفیٰ: 454هـ) ناشر:مؤسسة الرسالة۔ بیروت عام النشر:1407هـ 1986م

٧٤. مسند عبد بن حمید، أبو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی، ناشر:مکتبة السنة۔ القاهرة، عام النشر:1408هـ 1988م

٧٥. معجم ابن الاعرابی، أبو سعید بن الاعرابی أحمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درهم البصری(المتوفیٰ: 340هـ) ناشر:دار ابن الجوزی، المملکة العربیة السعودیة ، عام النشر:1418هـ 1997م

٧٦. معجم بابن عساکر، ثقة الدین ، أبو القاسم علی بن الحسین بن هبة اللّٰه المعروف بابن عساکر (المتوفیٰ:571هـ) ناشر:دار البشائر۔ دمشق، عام النشر:1421هـ 2000م

٧٧. معرفة السنن والآثار،أحمدبن الحسین بن علی بن موسی أبو بکر البیهقی(المتوفیٰ:458هـ)ناشر:دار الوفاء المنصورة القاهرة، دار قتیبة دمشق۔ بیروت عام النشر:1412هـ1991م

۷۸. موارد الظمآن الی زوائد الی ابن حبان، أبو الحسین نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الهیثمی(المتوفیٰ: 807ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان عام النشر: 1409ھ 1989م

۷۹. مشکوٰة المصابیح للامام محمد بن عبد اللّٰه الخطیب التبریزی، ناشر: المکتب الاسلامی۔ بیروت، عام النشر: 1405۔ 1985

۸۰. البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والأثار الواقعة فی الشرح الکبیر، ابن الملقن سراج الدین أبو حفص عمر بن علی بن أحمد الشافعی المصری (المتوفیٰ: 804ھ) ناشر: دار الهجرة للنشر والتوزیع۔ الریاض عام النشر: 1425ھ 2004م

۸۱. اللآلئ المنثورة فی الأحادیث المشتهرة المعروف به (التذکرة فی الأحادیث المشتهرة)، أبو عبد اللّٰه بدر الدین محمد بن عبد اللّٰه بن بهادر الزرکشی الشافعی(المتوفیٰ: 794ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة۔ بیروت، عام النشر: 1406ھ 1986م

۸۲. التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفیٰ: 852ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة۔ بیروت، عام النشر: 1419ھ 1989م

۸۳. التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید، أبو عمر یوسف بن عبد اللّٰه بن عبد البر النمیری (368ھ 463ھ) ناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الاسلامیة، عام النشر: 1387ھ

۸۴. الدرر المنتثرة فی الأحادیث المشتهرة، عبد الرحمٰن بن أبی بکر، جلال الدین السیوطی(المتوفیٰ: 911ھ) ناشر: عمادة شؤون المکتبات۔ جامعة الملک سعود الریاض

۸۵. الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة، محمد بن علی بن محمد الشوکانی (المتوفیٰ: 1250ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة۔

بيروت لبنان
٨٦. المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد السخاوى (المتوفىٰ: 902هـ)ناشر: دار الكتاب العربى، بيروت، عام النشر: 1405هـ 1985م
٨٧. الموضوعات، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمٰن بن على بن محمد الجوزى(المتوفىٰ: 597هـ) ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت
٨٨. جامع الأحاديث، عبد الرحمٰن بن أبى بكر ، جلال الدين السيوطى (المتوفىٰ: 911هـ) مكتبة الشاملة
٨٩. كشف الخفاء و مزيل الألباس، أبو الفداء اسماعيل بن محمد بن عبد الهادى الجراحى العجلونى الدمشقى، (المتوفىٰ: 1162هـ) ناشر: المكتبة العصرية، عام النشر: 1420هـ 2000م
٩٠. كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال، علاء الدين على بن حسام الدين ابن قاضى خان القادرى الشاذلى الهندى المعروف بالمتقى الهندى (المتوفىٰ: 975هـ) ناشر: مؤسسة الرسالة، عام النشر: 1401هـ 1981م
٩١. مجمع الزوائدو منبع الفوائد، أبو الحسين نور الدين على بن ابى بكر بن سليمان الهيثمى(المتوفىٰ: 807هـ) ناشر: دار الفكر ـ بيروت عام النشر: 1412هـ
٩٢. أسنى المطالب فى أحاديث مختلفة المراتب، محمد بن محمد درويش، أبو عبد الرحمٰن الحوت الشافعى (المتوفىٰ: 1277هـ) ناشر: دار الكتب العلمية ـ بيروت، عام النشر: 1418هـ 1997م
٩٣. الموضوعات، الحسن بن محمد الصغانى، المكتبة الشاملة

٩٤. فتح الباری شرح صحیح بخاری، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفیٰ: 852ھ) ناشر: دار الفکر مصور عن الطبعة السلفية
٩٥. شرح مسلم، أبو زکریا یحیی بن شرف بن مری النووی (631ھ 676ھ) ناشر: دار الأحیاء التراث العربی، عام النشر: 1392ھ
٩٦. عون المعبود شرح سنن أبی داوٗد، محمد شمس الحق العظیم آبادی (المتوفیٰ: 1329ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة۔ بیروت۔ لبنان الطبعة الثانية
٩٧. مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، علی بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدین الملا الهروی القاری (المتوفیٰ: 1014ھ) ناشر: دار الفکر۔ بیروت لبنان، عام النشر: 1422ھ 2002م
٩٨. نیل الأوطار، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللّٰه الشوکانی (المتوفیٰ: 1250ھ) ناشر: دار الحدیث، مصر، عام النشر: 1413ھ 1993م
٩٩. الاستذکار، أبو عمر یوسف بن عبد اللّٰه بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفیٰ: 463ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة۔ بیروت، عام النشر: 1421ھ 2000م
١٠٠. تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، أبو العلا محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم المبارکفوری (المتوفیٰ: 1353) ناشر: دار الکتب العلمیة۔ بیروت
١٠١. جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من الجوامع الکلم، زین الدین عبد الرحمٰن بن أحمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی الدمشقی ثم الحنبلی (المتوفیٰ: 795ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة۔ بیروت، عام النشر: 1422ھ 2001م
١٠٢. عمدة القاری شرح صحیح بخاری، أبو محمد محمود بن أحمد بن

موسیٰ بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفیٰ:855ھ) ناشر:دار احياء التراث العربى۔ بيروت

١٠٣. فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير، العلامة محمد بن عبد الرؤوف المناوى، ناشر:دار الكتب العلمية۔ بيروت،عام النشر:1415ھ 1994م

١٠٤. سلسلة الاحاديث الصحيحة،محمد ناصر الدين البانى،منشورا ت المكتب الاسلامى

١٠٥. سلسلة الاحاديث الضعيفة،محمد ناصر الدين البانى، منشورات المكتب الاسلامى

١٠٦. شرح صحيح بخارى ، مولانا داوٗد راز، ناشر: نعمانى كتب خانه لاهور

كتب التواريخ و السير:

١. التاريخ الامم والملوك ،أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد كثير بن غالب الآملى الطبرى(المتوفیٰ: 310ھ)ناشر: دارالتراث۔ بيروت، عام النشر: 1387ھ

٢. البداية والنهاية، أبو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير القرشى البصرى ثم الدمشقى (المتوفیٰ: 774ھ) ناشر: داراحياء التراث العربى، عام النشر: 1408ھ 1988م

٣. الكامل فى التاريخ،ابو الحسن على بن ابى الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيبانى الجزرى، المعروف عز الدين ابن الاثير(المتوفیٰ: 630ھ)ناشر:دار الكتاب العربى، بيروت ۔لبنان، عام النشر: 1417ھ 1997م

٤. تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبى (المتوفیٰ: 748ھ) ناشر:دار الكتاب العربى۔بيروت، عام النشر: 1413ھ 1993م.

٥. فتوح البلدان، أحمد بن يحيى بن جابر بن داوٗد البلاذرى (المتوفىٰ: 279هـ)ناشر: دار و مكتبة الهلال بيروت، عام النشر: 1988م
٦. الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ، أبو الفضل القاضى عياض بن موسى اليحصبى (المتوفىٰ: 544هـ) ناشر: دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1409هـ 1988م، دار الفيحاء۔عمان، عام النشر: 1407هـ
٧. زاد المعاد فى هدى خير العباد، محمد بن أبى بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفىٰ: 751هـ) ناشر: مؤسسة الرسالة بيروت لبنان، عام النشر: 1406هـ 1986م
٨. دلائل النبوة، أبو نعيم أحمد بن عبد اللّٰه بن أحمد بن اسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني(المتوفىٰ: 430هـ)ناشر: دار النفائس بيروت، عام النشر: 1406هـ 1986م

كتب التراجم والطبقات:

١. أسد الغابة فى معرفة الصحابة، أبو الحسن على بن ابى الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيبانى الجزرى، المعروف عز الدين ابن الاثير(المتوفىٰ: 630هـ)ناشر: دار الكتب العلمية بيروت عام النشر: 1415هـ1994م
٢. الاصابة فى تميز الصحابة،أبو الفضل أحمد بن على بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفىٰ: 852هـ) ناشر: دار الكتب العلمية۔ بيروت، عام النشر: 1415هـ
٣. الأستيعاب فى معرفة الأصحاب، أبو عمر يوسف بن عبد اللّٰه بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمرى القرطبى(المتوفىٰ: 463هـ) ناشر: دار الجليل، بيروت، عام النشر: 1412هـ 1992م
٤. الثقات، محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ معبد التميمى،

أبو حاتم، الدارمي، البستي (المتوفیٰ:354هـ) ناشر: دار الفكر۔ بيروت، عام النشر:1395هـ 1975م

٥. الطبقات الكبرى، أبو عبدالله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصرى البغدادى المعروف بابن سعد(المتوفیٰ: 230) ناشر: دار الكتب العلمية۔ بيروت، عام النشر: 1410هـ 1990م

٦. الكامل فى ضعفاء الرجال، أبو أحمد بن عدى الجرجانى (المتوفیٰ: 365هـ) ناشر: دار الكتب العلمية بيروت۔ لبنان، عام النشر:1418هـ1997م

٧. تاريخ بغداد،ابو بكر احمد بن على الخطيب البغدادى،ناشر: دارالكتب العلمية بيروت،لبنان، عام النشر: 1417هـ

٨. تقريب التهذيب، أبو الفضل أحمد بن على بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفیٰ: 852هـ) ناشر: دار الرشيد۔ سوريا، عام النشر:1406هـ 1986م

٩. تهذيب التهذيب، أبو الفضل أحمد بن على بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفیٰ: 852هـ) ناشر: دار الفكر۔ بيروت، عام النشر: 1404هـ 1984م

١٠. تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، يوسف بن عبد الرحمٰن بن يوسف، أبو الحجاج جمال الدين ابن الزكى أبى محمد القضاعى الكلبى المزى (المتوفیٰ: 742) ناشر: مؤسسة الرسالة۔ بيروت، عام النشر: 1400هـ 1980م

١١. سير أعلام النبلاء، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبى (المتوفیٰ:748هـ) ناشر: دارالحديث، قاهره، عام النشر: 1427هـ 2006م

١٢. لسان الميزان، أبو الفضل أحمد بن على بن محمد بن أحمد بن

حجر العسقلانی (المتوفیٰ:852ھ) ناشر:مؤسسة الأعلمی للمطبوعات بیروت لبنان، عام النشر:1390ھ 1971م

١٣. میزان الاعتدال فی نقد الرجال، شمس الدین أبو عبد اللّٰہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (المتوفیٰ: 748ھ) ناشر: دار المعرفة للطباعة و النشر بیروت۔ لبنان، عام النشر:1382ھ 1963م

١٤. معجم البلدان،ابو عبداللّٰہ یاقوت بن عبداللّٰہ الحموی، ناشر:دار الفکر بیروت

١٥. الفصل فی الملل والأہوائو النحل، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری، ناشر: مکتبة الخانجی، القاہرة

متفرق کتب

١. مجموع الفتاویٰ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدا لسلام بن عبداللّٰہ بن ابی القاسم بن محمد ابن تیمیةالحرانی الحرانی الدمشقی (المتوفیٰؒ: 728، ھ)ناشر:مجمع الملک فہد لطباعة المصحف الشریف، المدینة النبویة، المملکة العربیة السعودیة، عام النشر:1416ھ1995م

٢. فتاویٰ راشدیہ از سیّدمحب اللّٰہ شاہ الرشدی، ناشر: نعمانی کتب خانہ لاہور

٣. فتاوی موقع الاسلام سوال و جواب للشیخ المنجد، عربی ایڈیشن،

٤. کتاب الرد المنطقیین ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدا لسلام بن عبداللّٰہ بن ابی القاسم بن محمد ابن تیمیةالحرانی الحرانی الدمشقی (المتوفیٰؒ:728ھ)ناشر:دار المعرفة ، بیروت لبنان

٥. اغاثةاللفہان من الصاید الشیطان، ابی عبداللّٰہ محمد بن ابی بکر الشہیر بابن القیم الجوزیة (المتوفیٰؒ: 751.691ھ) ناشر:شرکة مکتبة و مطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

٦. قاعدةجلیلة فی التوسل والوسیلة تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدا لسلام بن عبداللّٰہ بن ابی القاسم بن محمد ابن

تیمیة الحرانی الحرانی الدمشقی (المتوفیٰ: 728ھ)ناشر دار المعرفة، بیروت لبنان

۷. شرح العقیدة الطحاویة لابن ابوالعز الدین الحنفی، ،ناشر: دار السلام الریاض سعودی عرب

۸. النهایة فی الفتن والملاحم، أبو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی (المتوفیٰ: 774ھ) ناشر: داراحیاء التراث العربی

۹. اتحاف الجماعة بما جاء فی الفتن والملاحم وشراط الساعة، حمود بن عبداللّٰہ التویجری

۱۰. لوامع الانوار البهیة و سواطع الاسرار الاثریة لشرح الدرة المضیة فی عقد الفرقة المرضیة، شمس الدین، ابو ع العن محمد بن احمد بن السفارینی الحنبلی

۱۱. اشراط الساعة، عبداللّٰہ بن سلیمان الغفیلی، الناشر، وزارة الشؤون الاسلامیة والاوقاف والدعوة والارشاد. المملکة العربیة السعودیة الطبعة الاولی عام النشر: 1422ھ

۱۲ الارشاد الی صحیح الاعتقاد والرد علی اهل الشرک والالحاد، صالح بن فوزان بن عبداللّٰہ الفوزان، ناشر: دار ابن الجوزی، عام النشر: 1420ھ۔1999

۱۳. حجة اللّٰہ البالغة، امام شاہ ولی اللّٰہ محدث دهلوی، قدیمی کتب خانه کراچی.

۱٤. ماہنامہ ''اشراق'' اکتوبر 1990ء شذرات

۱۵. اینڈ آف ٹائم، ہارون یحییٰ، ناشر: بک کارنر شوروم جہلم

۱٦. جب دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی، ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی، دارالسلام لاہور

۱۷. انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا

۱۸. دائرۃ المعارف للبستانی

خلیفۂ راشد، خلیفۃ المسلمین، فاتح خیبر،
دامادِ رسول ﷺ، شیر خدا، امیر المومنین

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

...... تاریخ اور سیاست کی روشنی میں ......

مصنف: ڈاکٹر طٰہٰ حسین
مترجم: انجم سلطان شہباز
فوائد، تعلیق و تخریج: نوید احمد ربانی

زیرِ نظر کتاب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت پر لکھی جانے والی شاہکار کتب میں سے ایک ہے۔ اس کے مصنف ڈاکٹر طٰہٰ حسین عالمِ عرب کے مشہور و معروف ادیب تھے۔ آپ نے "الفتنۃ الکبری" کے نام سے دو ضخیم کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک کتاب میں خلیفہ سوم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا احوال رقم کیا اور دوسری کتاب میں خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے دورِ خلافت کا احوال درج کیا۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی اس کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محترم فرزندوں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے حالات و واقعات کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب نہایت ناقدانہ اور بصیرانہ انداز و روش لیے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اس میں تاریخی واقعات بیان کرتے ہوئے جس طرح تجزیاتی انداز اختیار کیا ہے اور تحقیق و تدقیق کا جو عنصر دیا ہے، اس کے مطالعہ سے تاریخ کا طالب علم یقیناً محوِ حیرت رہ جاتا ہے۔ آپ نے اسباب و علل مسائل کو ایک قاری کے سامنے واضح طور پر عیاں کر دیا ہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی روایات و احادیث کے اسی ذخیرے سے استفادہ کیا ہے جس سے دیگر مورخین نے کیا ہے۔ تاہم جو پہلو انہیں دیگر مورخین سے ممیز کرتا ہے کہ وہ ان کا طریقہ کار ہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کہتے ہیں: ''میں ایسی نگاہ سے دیکھنا چاہتا ہوں جو جذبات اور تاثرات کی عینک سے ہو کر نہ گزرتی ہو، جو مذہبی فرقہ وارانہ تاثیر اور تعصب سے خالی ہو۔'' اس شاہکار کتاب کو ''بک کارنر شوروم'' نے اسی خوبصورت سے شائع کیا ہے جس کی یہ حق دار تھی۔ کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حیات مبارکہ سے جڑے ہوئے مقامات کی رنگین تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ تاریخ کے ہر طالب کے لیے لازم ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس، سنڈے میگزین، 24 جولائی 2011ء)

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

الزہر النضر فی حال الخضر — اردو ترجمہ

مصنف: ابو الفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

مترجم: ابو عبد السلام محمد اکرم جمیل

فوائد و تحقیق: صلاح الدین مقبول احمد — تصحیح و تخریج: نوید احمد ربانی

حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس ملاقات میں جو واقعات پیش آئے ہیں۔ اس سے عام و خاص حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں غور و فکر پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں، ولی ہیں، یا فرشتے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے سے عربی زبان میں تو بہت کتابیں اور تحریریں ملتی ہیں مگر اردو زبان میں کوئی کتاب نہ تھی، اس کا بار محترم مترجم نے اٹھایا اور یوں اردو پڑھنے والوں کو بھی حیات حضرت خضر علیہ السلام پر کتاب میسر آئی۔ کتاب کے مصنف حضرت ابو الفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کا شمار اپنے وقت کے آئمہ کرام میں ہوتا تھا۔ امام صاحب کو تحقیق میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ خود اندازہ لگائیں کہ جب ان کے قلم سے کوئی کتاب تخلیق ہوئی ہوگی تو اس کا معیار کیا ہوگا۔ مترجم نے بھی پورا حق ادا کیا ہے۔ کتاب میں مقدمہ تحقیق صلاح الدین مقبول نے لکھا ہے۔ اس طویل مقدمے میں انہوں نے تحقیق کے تمام مراحل کو بخوبی نبھایا ہے۔ یوں ایک کتاب کے اندر گویا دو کتابیں پڑھنے کو میسر ہیں۔ کتاب میں دلائل کی صحت کے اعتبار کے لئے حوالہ جات بالخصوص دیئے گئے ہیں۔ مقدمہ تحقیق کے علاوہ آٹھ ابواب ہیں۔ دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ مجلد کتاب کی قیمت -/480 روپے ہے۔ (سنڈے ایکسپریس میگزین، 6 جنوری 2013ء)

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین
سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی سے منسلک
36
تاریخی
تصاویر
کے ساتھ
حیاتِ محمد ﷺ
چند نمایاں خصوصیات
پہلی مرتبہ عربی سے اردو آسان اور سلیس ترجمہ
احادیث و واقعات کی مکمل تخریج کے ساتھ
عوام الناس میں مشہور چند واقعات کا تحقیقی پس منظر
نایاب تاریخی تصاویر، شجروں اور نقشوں سے مزین
دیدہ زیب سرورق کے ساتھ حسین ایمبوز جیکٹ
دنیا کے بہترین کاغذ پر طباعت اور مضبوط جلد بندی
اساتذہ، طلباء اور دوست و احباب کو دینے کیلئے ایک بہترین تحفہ
مصنف
محمد حسین ہیکل
مترجم: ابوافنان شہزاد محمد خان
نظر ثانی و تخریج: نوید احمد ربانی
ہدیہ عوامی ایڈیشن -/999 روپے
ہدیہ ڈیلکس ایڈیشن -/1800 روپے

ادارہ بک کارنر جہلم کے بانی وناشر **شاہد حمید** کی برسوں کی محنت

صفحات 704 قیمت -/600 روپے صرف

علمائے اہل سنت بریلوی، علمائے دیوبند، علمائے اہلحدیث کے منتخب نادر مضامین پر مبنی تحقیقی کتاب ☆ پہلی دفعہ ایک کتاب میں یکجا!			
حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا حبیب اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت علامہ پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید پیر مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	[illegible] آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم)
علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
حضرت علامہ غلام ربانی چشتی [illegible] رحمۃ اللہ علیہ	حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ	شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمد ذاکر عبدالکریم نائیک
حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ	حافظ زبیر علی زئی [illegible]

کتاب ایک نظر میں
★ تاریخ مرزا ★ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں ★ قادیانی مرتد پر قہر خداوندی ★ مرزا قادیانی اور نبوت
★ مرزا قادیانی کی غلطیاں ★ مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزائیوں کی زبانی ★ آئینۂ قادیانیت
★ مسلمانوں کے مرزائیت سے نفرت کے اسباب اور مرزا قادیانی کے متضاد اقوال ★ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت
★ ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے ★ مرزائیت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں
★ مرزائیوں سے چند سوال ★ ختم نبوت کے تقاضے ★ فتنہ قادیانیت اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
★ قادیانیت نے عالم اسلام کو کیا عطا کیا؟ ★ مرزا غلام احمد سے مرزا ناصر احمد تک ★ قرآن اور ختم نبوت
★ مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس (۳۰) جھوٹ ★ مسلمانوں اور قادیانیوں کے قبرستان پر سائنسی رپورٹ
★ مرزائیت کی اِسلام دُشمنی ★ قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟ ★ مرزا غلام احمد قادیانی کا عبرتناک انجام
★ اشتعال انگیز تحریریں ★ قادیانی پیشگوئیوں کا انجام ★ وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان